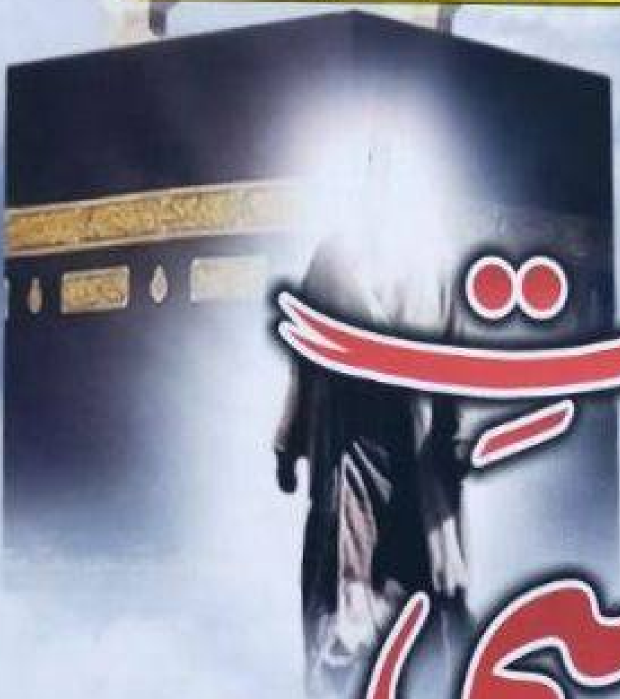
بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین

(سورہ ھود آیت۔86)

امام مہدیؑ پر 1000 ہزار سال پرانی کتاب "الغیبت" کا اردو ترجمہ



غیبتِ طوسی

تالیف

عالم ربانی شیخ الطائفہ **محمد بن حسن طوسی** متوفی 460ھ

مترجم: شمس العلماء علامہ محمد حسن جعفری

پیشکش: سید فخر امام کاظمی

بقیۃ اللہ پبلیکیشنز گجرات

0333-3360786

E-mail: baadshahfs@gmail.com

یا مولاؑ یا ہادیؑ یا مہدیؑ

امام مہدیؑ پر 1000 ہزار سال پرانی کتاب "**الغیبت**" کا اردو ترجمہ

غیبتِ طوسی

تالیف

عالمِ ربانی شیخ الطائفہ **محمد بن حسن طوسی** متوفی 460ھ

مترجم

شمس العلماء علامہ محمد حسن جعفری

پیشکش

سید فخر امام کاظمی

بقیۃ اللہ پبلیکیشنز گجرات

Cell: 0333-3360786

نام کتاب : **غیبتِ طوسی**

مؤلف : شیخ الطائفہ **محمد بن حسن طوسی** متوفی 460ھ

تصحیح : آیت اللہ علی اکبر غفاری

مترجم : شمس العلماء علامہ محمد حسن جعفری

پروف ریڈنگ : سید علی جواد الحسن نقوی سیالکوٹ

معاونین : سید علی عمیر کاظمی
سید علی ذوالقرنین کاظمی

پیشکش : سید فخر امامت کاظمی

کمپوزنگ : سید غلام مجتبیٰ

ٹائٹل ڈیزائننگ : پنجتن الاوج گرافکس

اشاعت : 6 محرم 2020ء | تعداد اشاعت : 1000

ہدیہ : -/600 روپے

ناشر : بقیۃ اللہ پبلیکیشنز گجرات

ملنے کا پتہ

☆ افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور ☆ ضامن بک ڈپو اندرون کربلا گامے شاہ لاہور
☆ القائم بک ڈپو اندرون کربلا گامے شاہ ☆ رحمت اللہ بک ایجنسی، کراچی
☆ بخاری بک ڈپو، کروڑ لعل عیسن، لیہ 0306-8668516
☆ محمد علی بک ایجنسی سیکٹر G-9/2 بالمقابل امام بارگاہ امام صادق، اسلام آباد

انتساب

میری عظیم **ماں** کے نام

لاکھ احسان ہیں

میری لجپال ماں کے مجھ پہ

کہ انہوں نے میری زمینِ دل پے

الفتِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی شجر کاری کی ہے

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام زمانہؑ کے کرم پاک سے بندہ ناچیز نے 1016 سال پرانی کتاب "الغیبت" کا اردو ترجمہ تفسیر نور الثقلین کے مترجم محسن العلماء علامہ محمد حسن جعفری (ڈیرہ غازی خان) سے کروایا ہے۔ اور اس کو غیبت طوسی کے نام سے خوبصورت کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ اصل عربی کتاب کے 289 صفحات ہیں۔

علامہ سید علی جواد الحسن نقوی صاحب آف سیالکوٹ کے بہت مشکور ہیں جنہوں نے ہمارے ادارے کی دوسری کتاب کی پروف ریڈنگ بنا کسی جذبے کے بے لوث اور مخلصانہ جذبے سے کی ہے اور آئندہ بھی اسی جذبے سے تعاون کے لیے تیار ہیں ہم انکے اس پرخلوص جذبے کی قدر کرتے ہیں۔

ہر چند کوشش کی گئی ہے کہ کتاب لفظی اور مشینی غلطیوں سے پاک رہے۔ اور اگر کسی مومن کو کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کو دور کیا جائے۔

آخر پر یہی کہوں گا۔

میرا شیوہ حق پرستی اور دنیا حق فروش
میں کہاں لے جاؤں؟ اپنے میثمی کردار کو

سید فخر امام کاظمی

عرضِ ناشر

ہادی پاک عجؑ کے کرم سے پاک و ہند میں پہلی بار "غیبت نعمانی" کے بعد اب "غیبت طوسی" کو شائع کرنے کا شرف بھی ہمیں حاصل ہو گیا ہے۔ یہ 2 کتابیں ہر العجل العجل یا صاحب الزمان عجؑ کہنے والے گھروں کی ضرورت ہیں۔ دعا ہے کہ تمام محبان امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کو مولائے کائنات اپنے دامن کرم میں امان دیتے ہوئے دین کے ان رہزنوں سے بچا لیں جو فضائل آل محمد سنتے ہی شرک و کفر کے فتووں کی پٹاریاں کھول دیتے ہیں۔

ربِ علی العظیم ہمیں عرفان ولایت مطلقہ پر قائم فرمائے اور معرفت ولایت علیؑ کو ہمارا مقدر بنائے۔

تا بہ ارکربلا امام حسین علیہ الصلوات والسلام کے پاک لہو کو ہمارا نصیب بنائے۔

حجت خدا امر کار بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انتظار کو ہمارا مذہب قرار دے۔

ہمیں ہماری ذات کی نفی کا ہنر عطا فرمائے تاکہ ہم کسی سے محبت کریں تو اپنے مولا کریم علیہ الصلوات والسلام کے لیے اور اگر کسی سے نفرت کریں تو اپنے مولا کے لیے۔ ہماری تنہائیاں پاک ہوں تاکہ ہمارا رجوع صرف اور صرف امام معصومؑ کی طرف ہو۔

سگ درِ ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف

مخدوم سید فخر امام کاظمی

دعائے توسل امام مہدی آخرالزمانؑ

یَا وَصِیَّ الْحَسَنِ وَ

اے وصی حسنؑ

الْخَلَفُ الْحُجَّۃُ اَیُّھَا الْقَائِمُ

اے خلف حجت اے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف

الْمُنْتَظَرُ الْمَھْدِیُّ یَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

منتظر مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف اے فرزند رسولؐ

یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ یَا سَیِّدَنَا

اے خلق خدا پر اس کی حجت اے ہمارے سردار

وَمَوْلَانَا اِنَّا تَوَجَّھْنَا وَاسْتَشْفَعْنَا وَتَوَسَّلْنَا

اور ہمارے آقا ہم متوجہ ہیں اور بارگاہ الٰہی میں آپؑ کو اپنا سفارشی اور

بِکَ اِلَی اللّٰہِ وَقَدَّمْنَاکَ بَیْنَ یَدَیْ

وسیلہ بناتے ہیں اور آپؑ کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں

حَاجَاتِنَا یَا وَجِیْھًا عِنْدَ اللّٰہِ اِشْفَعْ

اے خدا کے ہاں عزت دار خدا کے حضور

لَنَا عِنْدَ اللّٰہِ

ہماری سفارش کیجیے

آئینہ صفحات

غیبت طوسی

التماس سورۃ الفاتحہ

سید کلب عباس رضوی ابن سید محمد حسن رضوی

سید عاصم رضا رضوی ابن سید کلب عباس رضوی

ذاکرہ سیدہ شمیم زہرہ بنت سید عزیز الحسن عابدی (ایبٹ آباد)

ایک بار سورۃ فاتحہ اور تین بار قل شریف پڑھ کر مرحومین کو ایصال ثواب فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

مترجم کا تعارف

علمی دنیا میں شمس العلماء علامہ محمد حسین جعفری کا نام محتاج تعارف نہیں ہے۔ انھوں نے پوری زندگی بوریا نشین ہو کر دین خدا اور مذہب آل محمد کی خدمت کی ہے۔

ان کی خدمات کی طویل فہرست ہے، ہم یہاں ان کے خطبات و مناظرات سے صرف نظر کرتے ہوئے ان کی ترجمہ کردہ کچھ کتابوں کا ذکر کرتے ہیں،۔ علامہ صاحب کی ان خدمات کا اعتراف بایں طور پر بھی کیا گیا کہ پشاور یونیورسٹی سے محترم جناب غلام قاسم صاحب نے ان کے عنوان پر پی-ایچ-ڈی کی ہے ان کے مقالہ کو نیٹ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان سے ایک جوان بی-ایس کے امتحان میں علامہ صاحب کی ذات پر مقالہ لکھ رہا ہے اور ان کی کتاب "علی اسوہ وحدت" پر تحقیقی کام کر رہا ہے۔

اسی طرح سے ایک اور جوان ایم فل کے سال دوم میں آپ کی شخصیت اور تصنیفات و تالیفات پر تحقیقی مقالہ لکھنے میں مصروف ہے اور وہ ان کی کتاب "تصوف اور تشیع میں فرق" کا ناقدانہ جائزہ پیش کر رہا تھا۔

علامہ موصوف نے 1990ء سے ترجمہ کا کام شروع کیا تھا اور اب تک ان کی حسب ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور مطبوعہ کتابوں کے برابر کی غیر مطبوعہ کتابیں بھی

ہیں جو کہ آہستہ آہستہ منظر عام پر آ رہی ہیں۔

۱۔ ہدیۃ الشیعہ: ترجمہ المواعظ العددیہ مصنفہ آیت اللہ علی مشکینی، اب تک اس کتاب کے اس سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ پند تاریخ: یہ کتاب تاریخی پند و نصیحت پر مشتمل ہے اور اس کی پانچ جلدیں ہیں۔

۳۔ مجالس المومنین: شہید ثالث علیہ الرحمہ کی شہرہ آفاق کتاب کی پہلی جلد۔

۴۔ عیون اخبار الرضا علیہ السلام: شیخ صدوق رضوان اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب، دو جلدیں۔

۵۔ تفسیر نور الثقلین: روائی تفاسیر کی مشہور کتاب جو کہ لاہور سے نو مجلدات میں شائع ہوئی ہے، اس کی سات جلدوں کا علامہ موصوف نے ترجمہ کیا اور آخری دو جلدوں کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی نے کیا اور علامہ الطاف حسین کلاچی بھی علامہ جعفری کے قلمی شاگرد ہیں۔

۶۔ معجزات آل محمدؐ: چار جلدیں یہ علامہ سید ہاشم بحرانی کی مشہور زمانہ کتاب مدینۃ المعاجز کی تلخیص ہے۔ اس میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے لے کر حضرت امام العصر علیہ السلام تک معجزات بیان کیے گئے ہیں

۷۔ اسرار الصلوٰۃ: یہ حضرت شہید ثانی علیہ الرحمہ کی کتاب ہے اس کے ترجمے کا شرف بھی خدا نے علامہ موصوف کو عطا کیا۔

۸۔ سیرت امیر المومنینؑ "علی من المهد الی اللحد" آقائے قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ترجمہ بھی آپ نے ہی کیا ہے۔

۹۔ "السیدہ زینب الکبری من المهد الی اللحد" یہ بھی آیت اللہ قزوینی کی

کتاب ہے۔

کتاب کے ملحقات میں علامہ صاحب نے بھرپور دلائل سے یہ ثابت کیا کہ حضرت شریکۃ الحسین کا مزار مصر میں نہیں بلکہ شام میں ہے۔

۱۰۔ منتخب از انسائیکلوپیڈیا در حالات امیر المومنینؑ: آیت اللہ محمدی ری شہری مدظلہ کی مشہور کتاب کے منتخب دو مجلدات کا ترجمہ بھی آپ نے ہی کیا ہے۔

۱۱۔ نماز رسولؐ المعروف نماز جعفریہ: اس کتاب میں آپ نے مذہب شیعہ کی نماز، وضو، اذان اور پانچ تکبیر نماز جنازہ کو برادران اہل سنت کی مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے۔ آج تک کسی حریف کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

۱۲۔ نماز معراج مومن: احکام نماز پر لکھی گئی کتاب

۱۳۔ معالم المدرستین: علامہ محقق سید مرتضیٰ عسکری کی اس معرکۃ الآراء کتاب کا آپ نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب نے عرب ممالک میں انقلاب برپا کر دیا ہے اور ہزاروں برادران اسلام آل محمدؐ کے حلقہ نور میں داخل ہوئے ہیں۔ اردو میں اس کا نام "کتب امامت و خلافت" ہے۔ دو ضخیم جلدوں میں لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۔ علامہ محقق عسکری رحمۃ اللہ کی کتاب "عقائد الاسلام من القرآن الکریم" کی دو مجلدات کا ترجمہ آپ نے ہی کیا ہے۔

۱۵۔ نقش آئمہ در احیائے دین کی دوسری جلد کا ترجمہ آپ نے کیا جو کہ "احیائے دین میں آئمہ اہل بیت کا کردار" کے نام سے کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۶۔ بیت الاحزان: خاتم المحدثین شیخ عباس قمی (مؤلف مفاتیح الجنان) کا اردو ترجمہ ایک جلد میں منظر عام پر موجود ہے۔

۱۷۔ علی اسوہ وحدت انسانی یا انسان آزاد پر تحقیقی کتاب کے مترجم آپ ہی ہیں۔

۱۹۔ تفسیر نور کی دو مجلدات کا ترجمہ آپ نے کیا۔

۱۹۔ ہزار داستان کا ترجمہ بھی آپ نے ہی کیا۔

۲۰۔ ڈاکٹر تیجانی سماوی کی مشہور کتاب رزیۃ یوم الخمیس کا ترجمہ آپ نے کیا اور اس وقت وہ "المیہ جمعرات" کے نام سے بازار میں دستیاب ہے۔

۲۱۔ تفسیر سورۃ حجرات: یہ کتاب آیت اللہ دستغیب کے دروس پر مشتمل ہے۔

۲۲۔ قلب سلیم: یہ آیت اللہ دستغیب کی اخلاقیات اور تزکیہ نفس پر لاجواب کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ دو جلدوں میں علامہ موصوف نے کیا۔

۲۳۔ 82 مسائل: آیت اللہ دستغیب سے پوچھے گئے ان مسائل کی کتاب کا آپ نے ترجمہ کیا اور اس وقت وہ "جواب حاضر ہے" کے نام سے بازار میں موجود ہے۔

۲۴۔ تفسیر شواہد التنزیل: امام حاکم حسکانی کی لاجواب کتاب کا ترجمہ بھی علامہ صاحب نے کیا۔

۲۵۔ انتخاب خزینۃ الجواہر: جناب علی اکبر نہاوندی کی کتاب کا انتخاب۔ یہ ایک جلد پر مشتمل ہے۔

۲۶۔ طوالع الانوار: تین جلدوں پر مشتمل کتاب جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل کا سمندر ہے۔

۲۷۔ اثبات عصمت ابوالفضل العباسؑ: زیر طبع

۲۸۔ باقر العلوم: علامہ باقر شریف قرشی کی کتاب کا اردو ترجمہ جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲۹۔ تفسیر اور تشریح کا فرق: امتحانی علمی کتاب ہے اور یہ محقق کی ضرورت ہے، یہ [illegible] یک علوی ہے۔

۳۰۔ شہید جاوید، زیر طبع

۳۱۔ شہید زندہ، زیر طبع

۳۲۔ اسلامی اخلاق

۳۳۔ رجال الصحیح مفضل کی مشہور کتاب ہے اور تین جلدوں پر مشتمل ہے، علامہ صاحب نے اس کی دوسری جلد کا ترجمہ کیا ہے۔

۳۴۔ تحریت علوی

الغرض اس وقت آپ کی کتابوں کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے جن میں سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور باقی زیر طبع ہیں۔

ناشر کی تمام تر ذمہ داری کراچی کے ناشرین پر عائد ہوتی ہے، دعا ہے کہ اللہ انہیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ علامہ صاحب کی کتاب کو منظر عام پر لے آئیں۔

اس مختصر تعارف سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس وقت پورے برصغیر میں شمس العلماء کی کتابوں کی تعداد باقی اہل قلم (کثر اللہ امثالہم) کی کتابوں سے کہیں زیادہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ صحت و سلامتی عطا کرے اور انہیں توفیق دے کہ وہ خاندان عصمت کے علوم کو پھیلانے میں اپنا کردار ادا کرتے رہیں۔

قلمی شاگرد:

ویسے تو بہت سے افاضل کو آپ نے اس راستے کا مسافر بنایا، ان میں سب سے زیادہ مشہور افراد کی تعداد چار ہے۔

۱۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ الطاف حسین کلاچی، پرنسپل باب العلم قم، تونسہ شریف۔ علامہ صاحب ابتدائی اصلاحیت انسان ہیں اللہ تعالیٰ نے شمس العلماء کو یہ شرف دیا کہ وہ انہیں اس وادی میں لے آئے اور لوح و قلم کی پرورش میں آپ نے بے مثال کردار ادا کیا۔

۲۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد کاظم شہیدی، فاضل قم۔ ان کی قلمی تربیت بھی علامہ صاحب کی مرہون منت ہے۔

آپ کے شاگردوں کی فہرست میں دو فاضلہ خواتین بھی شامل ہیں۔

۳۔ محترمہ خانم مسرت عباس، ایم فل، اہل بیت یونیورسٹی تہران۔

یہ فاضلہ خاتون کافی کتابوں کے تراجم کر چکی ہیں اور ان کی تربیت بھی شمس العلماء کے ہاتھوں سے ہوئی ہے۔

۴۔ محترمہ عالمہ خانم کلثوم بتول، فاضلہ قم۔

اس وقت اللہ کی مہربانی سے محترمہ کلثوم بتول بھی مذہب اہل بیتؑ کی خدمت میں مصروف ہیں اور کئی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر چکی ہیں۔

یہ خاتون بھی علامہ شمس العلماء (زید عزہ) کی فیض یافتہ ہیں۔

خدا کرے کہ یہ گلشن سدا سلامت رہے اور کتب آل محمدؐ کی ترویج ہوتی رہے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

والسلام

مؤلف اور علماء کا خراجِ تحسین

حضرت علامہ حلی رحمتہ اللہ نے شیخ الطائفہ کے متعلق لکھا ہے۔

"شیخ الامامیۃ و وجههم و رئیس الطائفۃ، جلیل القدر، عظیم المنزلۃ ثقۃ، ثبت، صدوق، عارف بالاخبار و الرجال و الفقہ و الاصول والکلام والادب و جمیع الفضائل تنسب الیہ، صنف فی کل فنون الاسلام، ھو المهذب للعقائد و فی الاصول و الفروع الجامع لکمالات النفس فی العلم و العمل و کان تلمیذ الشیخ المفید محمد بن محمد بن النعمان ٥"

آپ مذہب امامیہ کے شیخ اور ان کے سربراہ اور گروہ امامیہ کے سالار تھے۔ آپ انتہائی جلیل القدر، عظیم المنزلت، ثقہ، صدوق، احادیث، رجال، فقہ، اصول، علم الکلام، ادب کے عارف تھے۔ آپ جملہ فضائل کا مرقع تھے۔ آپ نے اسلام کے جملہ فنون پر کتابیں تحریر کی تھیں اور اصول و فروع کے عقائد کی تہذیب میں اہم کردار ادا کیا تھا اور علم و عمل کے میدان میں کمالات نفس کے جامع تھے۔

آپ حضرت شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان کے تلمیذ رشید تھے۔

عالم ربانی سید بحر العلوم طباطبائی رحمہ اللہ نے شیخ الطائفہ کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔

"امام الفرقۃ بعد الائمۃ المعصومین علیهم السلام و عماد الشیعۃ الامامیۃ فی کل ما یتعلق بالمذھب والدین، محقق الاصول و الفروع و مهذب فنون المعقول و المسموع، شیخ الطائفۃ علی الاطلاق و رئیسها الذی تلوی الیہ الاعناق، صنف فی جمیع علوم الاسلام و کان القدوۃ فی کل ذلک والامام"٥

آپ آئمہ طاہرین علیہم اسلام کے بعد فرقہ امامیہ کے امام تھے اور مذہب و دین سے تعلق رکھنے والے جملہ امور میں شیعہ امامیہ کا ستون تھے۔ آپ اصول و فروع کے محقق تھے اور عقلی و نقلی فنون کو تہذیب دینے والے تھے۔ آپ علی الاطلاق شیخ الطائفہ ہیں اور آپ مذہب امامیہ کے وہ سربراہ ہیں جن کی طرف گردنیں مڑتی ہیں۔ آپ نے اسلام کے جملہ علوم پر کتابیں لکھی تھیں اور آپ جملہ علوم میں رہنما اور امام تھے۔

سیرت نگار علماء نے متفقہ طور پر یہ لکھا:

آپ عالم، عامل، ذہین، فطین، نبیل، فہیم، بیدار مغز، فقیہ، مفسر، جید شرعی علوم میں متبحر، خواہشات سے دور اور غلط آراء سے اجتناب برتنے والے تھے۔

خدا نے انھیں کتاب و سنت اور روایت الحدیث کے لیے بہت بڑا حصہ عطا کیا تھا اور وہ علوم کی گہرائیوں کے شناور تھے اور علم و فقہ میں وہ بے نظیر تھے اور علماء اور فقہاء میں ان جیسا مرد کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

آپ کی 385ھ ماہ رمضان میں ولادت ہوئی۔ آپ نے طوس کے علمی و ادبی گھرانے میں پرورش پائی اور آپ کی عمر ابھی تیس برس ہی تھی کہ درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ آپ نے مشائخ کرام اور بڑی لائبریریوں سے استفادہ کے لیے بغداد کا رخ

کیا۔ اس وقت بغداد کو علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور ہر مذہب کے بزرگ علما، اس شہر میں قیام پذیر تھے اور اس شہر کی سب سے بڑی خوبی وہ عظیم لائبریری تھی جسے بہاء الدولہ بویہی کے علم دوست وزیر ابونصر سابور بن اردشیر نے قائم کیا تھا۔

یہ لائبریری پورے عالم اسلام میں منفرد لائبریری تھی۔

آپ نے 408ھ میں بغداد میں قدم رکھا۔ یہ وہ دور تھا جب مذہب شیعہ کے زعیم شیخ مفید ورحمۃ اللہ تھے۔

شیخ طوسی اُن کے مدرسہ میں آئے۔ شیخ مفید نے ان پر سایہ شفقت کیا چنانچہ استاد فیاض تھا اور شاگرد میں حاصل کرنے کی پوری صلاحیت تھی لہٰذا انھوں نے دل کھول کر شیخ مفید سے علمی استفادہ حاصل کیا۔ شیخ مفید کی وفات تک شیخ طوسی ہر وقت اپنے شفیق استاد کے ساتھ سائے کی طرح سے چسپاں رہتے تھے۔

پھر جب 413ھ میں شیخ مفیدؒ کی رحلت ہوئی تو ان کے بعد شیعہ امامیہ کی مذہبی سربراہی سید مرتضیٰ کے سپرد ہوئی۔

شیخ طوسی سید مرتضیٰ کی صحبت میں آ گئے اور ان کی نورانی محافل سے کسب فیضان کرتے رہے اور ان کے چشمہ علم سے جی بھر کر پیاس بجھاتے رہے یہاں تک کہ علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کی رحلت ہوئی۔ سید مرتضیٰ کی رحلت ماہ ربیع الاول 436ھ میں ہوئی۔

علم الہدیٰ کی وفات کے بعد شیخ طوسی نے مذہب امامیہ کی سربراہی سنبھالی اس وقت آپ کی عمر اکیاون برس تھی۔ الغرض شفیق استاد کے بعد آپ نے فتویٰ اور تدریس کی مسند سنبھالی اور پورے اخلاص سے مذہب کی نشر و اشاعت کی۔ آپ کے مخالف بھی آپ کی عظمت کے معترف تھے۔

گردش دوراں کی وجہ سے آپ کو بغداد چھوڑنا پڑا۔ آپ بغداد سے نجف اشرف آ گئے اور آپ کے آنے سے نجف میں رونق پیدا ہوئی۔ آپ نے نجف میں پہلے حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی جو کہ صدیوں کے بعد آج بھی قائم و دائم ہے۔ اس حوزہ سے ہزاروں علماء نے کسب فیض کیا ہے الغرض 460ھ میں آپ کی نجف اشرف میں وفات ہوئی اور حرم مطہر میں امیر المومنین کی شمالی جانب دفن ہوئے جہاں آج مسجد طوسی ہے۔

علی اکبر الغفاری

ربیع الاول 1423ھ، تیر ماہ 1381 شمسی قمری۔

شیخ الطائفہ ایک نظر میں

بقلم: محمد حسن جعفری مترجم اردو کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمدللہ رب العالمین باری الخلائق اجمعین. الصلاۃ واسلام علی محمد و الہ الطاہرین الذین اذھب اللہ عنھم الرجس و طھر ھم تطھیرا o"

بہت سے ارباب تاریخ اور علمائے رجال نے اس عظیم شخصیت کے متعلق بہت کچھ لکھا۔ آپ کو تاریخ و حدیث و تفسیر کی کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس میں شیخ الطائفہ کا ذکر موجود نہ ہو البتہ خطیب البغدادی اور معجم البلدان کے مؤلف حموی جیسے متعصب افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ہم چند فصول میں آپ کی شخصیت کا جائزہ لیں گے۔

ماہ رمضان المبارک 385ھ شیخ الطائفہ علی الاطلاق ابوجعفر محمد بن حسن بن علی بن

سن طوسی سرزمین طوس میں پیدا ہوئے۔ کتاب المسالک والممالک میں مرقوم ہے

اگر ہم طوسی کو نیشاپور کے ساتھ شامل کریں تو اس میں رازکان، طابران، نوقان (موجودہ مشہد مقدس) شامل ہیں جہاں کے قریہ سناباد میں ہارون الرشید اور امام علی رضاؑ کی قبریں پائی جاتی ہیں۔

یعقوبی کتاب البلدان میں لکھتے ہیں کہ طوس اور نیشاپور کردیلم کے نزدیک واقع ہیں۔ طوس میں قبیلہ طے سے تعلق رکھنے والے عرب موجود ہیں لیکن وہاں کی اکثریت اہل عجم پر مشتمل ہے۔ طوس میں نوقان بڑا شہر ہے اور اس کے قریب سناباد ہے جہاں امام علی رضاؑ کا مزار ہے۔ امام رضاؑ اور ہارون الرشید ایک ہی جگہ مدفون ہیں۔

شاعر اہل بیت حضرت دعبل خزاعی نے اس عجیب اتفاق کو دیکھ کر یہ کہا تھا۔

اربع بطوس علی قبر الزکی به
ان کنت تربع من حسین علی وطر
قبران فی طوس خیر الناس کلهم
و قبر شرهم هذا من العبر
ماینفع الرجس من قرب الزکی ولا
علی الزکی بقرب الرجس من ضرر
هیهات کل امرئ رهن بما کسبت
یداه حقا فخذ ماشئت او فذر

طوس جا کر پاکیزہ ترین انسان کی قبر پر جا کر ٹھہرو اور قدرتِ خداوندی کا نظارا کرو۔

طوس میں دو قبریں ہیں، ایک قبر افضل الخلق کی ہے اور دوسری بدترین خلائق کی

ہے، یہ مقام عبرت ہے۔

ناپاک کو پاکیزہ شخص کے قرب کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور پاکیزہ انسان کو پلید شخص کی قربت سے کوئی نقصان نہیں ہے۔

ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کس کا انتخاب کرتے ہو۔

طوس ہر دور میں مردم خیز خطہ رہا ہے چنانچہ ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی اور ان کے بھائی ابوالفتوح کا تعلق اسی دھرتی سے ہے اور تمیم بن محمد بن طمغاج ابو عبدالرحمن طوسی صاحب سند حافظ کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے اور اگر نیشاپور کو طوس کا حصہ قرار دیا جائے تو امام مسلم جیسا محدث اہل سنت بھی اسی دھرتی کا سپوت ہے۔

بُرا ہو مذہبی تعصب کا کہ حموی کو پورے طوس میں صرف غزالی اور اس کا بھائی ہی دکھائی دیا اور اسے شیخ الطائفہ جیسی آسمان قامت شخصیت نظر نہ آئی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حموی اور خطیب بغدادی دونوں ہی شپرہ چشم ہیں جنھیں سورج دکھائی نہیں دیتا۔

گر نہ بیند روز را شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

شیخ الطائفہ نے رُبع صدی کے قریب طوس کے علماء وفضلاء سے کسب فیض کیا اور اس میں شیعہ اور سنی دونوں قسم کے علماء شامل ہیں اور طوس میں رہائش کے دوران ہی آپ کی علمی شہرت کا چرچہ ہوا۔ اس دور میں طوس کی سرزمین علم کے لیے وسیع میدان تصور نہ ہوتا تھا، علمی لحاظ سے بغداد کی بڑی شہرت تھی جہاں نامور علماء قیام پذیر تھے۔ شیخ طوسیؒ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے بغداد گئے۔

چنانچہ آپ 408ھ میں بغداد تشریف لائے۔ یہ وہ وقت تھا جب مذہب امامیہ کی زعامت شیخ مفید بن محمد بن محمد بن نعمان عکبری کے پاس تھی۔

شیخ طوسی نے حضرت مفید کے مدرسہ میں قیام کیا اور ان کے چشمہ صافی سے اپنی علمی پیاس بجھانے لگے۔

شیخ مفید کے مدرسہ میں قیام کے دوران حسن بن عبداللہ غضائری (جنھوں نے نجاشی کے ساتھ مل کر رجال کی تکمیل کی تھی) سے بھی کسب فیض کیا، پھر 413ھ میں شیخ مفیدؒ کی وفات ہوئی اور وہ دن بغداد میں قیامت کا دن تھا۔ خطیب بغدادی جیسے متعصبین نے اس پر بغلیں بجائیں اور علماء نے صف ماتم بچھائی۔

آپ کی وفات "موت العالم موت العالم" کی مانند تھی۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ سے یہ مرثیہ منقول ہے کہ شیخ کی وفات پر آپ نے یہ مرثیہ کہا تھا۔

لا صدت الناعي بفقدك لله
يوم على آل الرسول عظيم
ان كنت قد غيبت في جدث الثرى
فالعدل والتوحيد فيك مقيم

اگر آپ مٹی کی تہہ میں دفن ہوئے ہیں تو عدل و توحید آپ کے اندر مقیم ہے۔

شیخ مفید کاظمین میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حرم کے دروازے میں اپنے استاد ابن قولویہ کے ساتھ مدفون ہیں اور آپ کی قبر پر یہ شعر بھی لکھا ہوا ہے۔

شیخ مفید کی وفات کے بعد تشیع کی زعامت علم الہدیٰ سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ نے

سنبھالی۔

سید علم الہدیٰ کے فتویٰ اور منبر کو سنبھالا۔ شیخ مفیدؒ کے بعد سرکاری پر آپ متمکن ہوئے۔

سید مرتضیٰ نے اپنے استاد کی کرسی سنبھالی۔ شیخ الطائفہ سید مرتضیٰ کے ساتھ رہنے لگے۔ انھوں نے اپنے مرید کے ساتھ زندگی بسر کی۔

پھر 436ھ میں سید مرتضیٰ نے بغداد میں وفات پائی اور ان کے جسد خاکی کو کربلا لایا گیا۔

حضرت مفید اور سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہما کی رحلت کے بعد مذہب امامیہ کی زعامت کے لیے شیخ طوسی کے علاوہ اور کوئی شخص موزوں نہ تھا چنانچہ اب مذہبی قیادت شیخ طوسی کے ہاتھ آئی اور انھوں نے دینی اور اجتماعی معاملات میں ملت کی راہنمائی کی۔ آپ نے امامیہ کے لیے اخلاق فاضلہ کے لیے تربیت کی۔

مورخین نے آپ کی علمی مجلس کے متعلق متفقہ طور پر یہ الفاظ لکھے۔

''آپ کی مجلس میں تین سو شیعہ مجتہد شامل ہوتے تھے جب کہ علمائے عامہ کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔''

آپ کی عظمت اور زعامت اس قدر بلند ہوئی کہ اس وقت کے عباسی خلیفہ القائم بامر اللہ عبداللہ بن قادر باللہ نے دربار میں علم الکلام کی کرسی آپ کے سپرد کی تھی۔

یہ کرسی اس دور میں صرف اس شخص کو نصیب ہوتی تھی جو اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم ہوتا تھا۔

شیخ طوسیؒ کے عہد میں مذہب جعفری نے اتنی ترقی کی کہ اس کے لیے زعامت و

علقمہ کی کرسی مخصوص ہوگئی تھی، یہ سب کچھ شیخ کی قابلیت کا نتیجہ تھا۔ لیکن متعصب افراد کو یہ سب کچھ گوارا نہ تھا۔ ابھی 449ھ فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے۔

فسادات شروع ہوئے اور اس میں ہر خشک و تر چیز جل گئی۔

متعصب افراد کو اس وقت کے حاکم طغرل بیگ سلجوقی کی آشیرباد حاصل تھی۔ اس ظالم کی اشیرباد سے متعصب افراد نے شیعہ مساجد کو نذر آتش کیا، اس خانہ جنگی میں بہت سے علماء و فضلاء شہید ہوئے۔

اس کے بعد فرقہ پرستوں نے شیخ طوسی کو اپنا نشانہ بنایا اور ان کے گھر پر حملہ کر دیا اور شیخ کے گھر اور ان کے کتب خانہ کو نذر آتش کر دیا گیا اور شیخ کی جملہ تالیفات بھی جلا دی گئیں اس وقت شیعہ مکتب دارالعلوم کو بھی جلا دیا گیا۔ یہ وہی لائبریری تھی جسے بہاؤالدولہ سابور بن اردشیر نے تشکیل دیا تھا۔

جب شیخ طوسیؒ نے بغداد میں فتنہ کو پھیلتا ہوا دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اگر وہ بغداد میں قیام پذیر رہے تو فرقہ پرست انہیں قتل کر دیں گے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیا اور بغداد کو چھوڑ کر نجف اشرف آ گئے۔ یہ 450ھ کا واقعہ ہے۔

جب آپ نجف آئے تو اس وقت نجف میں محدود سے چند گھروں کے علاوہ اور گھر نہ تھے اور وہ بھی زائرین کے خدمت گاروں کے لیے بنائے گئے تھے، چند گھروں کے علاوہ ہر طرف ٹیلے ہی ٹیلے تھے۔

آپ کی آمد سے پہلے نجف میں ہر طرف ویرانی ہی ویرانی چھائی ہوئی تھی، آپ کے قدموں کا یہ اثر ہوا کہ وہ ویران مقام آباد ہونے لگا تھا۔

نجف پہنچ کر آپ نے وہاں حوزہ علمیہ قائم کیا، یہ مذہب شیعہ کا پہلا حوزہ علمیہ تھا

جسے شیخ طوسی نے قائم کیا تھا اور وہ حوزہ آج بھی بحمداللہ قائم و دائم ہے۔ آپ کی مدت میں سیکڑوں تشنگان علم آپ کے گرد جمع ہوگئے۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب وقتی طور پر حوزہ علمیہ نجف سے حلہ منتقل ہو گیا یہ واقعہ محقق حلی شیخ نجم الدین صاحب شرائع الاسلام کے عہد میں ہوا اور محقق حلی کے دور میں حلہ ہی علمی مرکز رہا۔ تاریخ نے ان کی علمی مجلس کے متعلق یہ بیان کیا کہ ان کے درس میں چار سو مجتہد حاضر ہوتے تھے اور سید ابن طاؤوس، آل نما، ابن سعید، بنی مطہر، بنی عزیزہ، آل ادریس، آل شیخ ورام، آل فہد، آل سیوری اور آل عوض جیسے نامور علما اس عہد علمی سے پیدا ہوئے تھے اور حلہ دسویں صدی ہجری تک علمی مرکز رہا۔

شیخ طوسی کا قائم کردہ حوزہ علمیہ آج بھی آباد و شاداب ہے۔ استاد احمد [illegible] نے نجف کے علمی اثرات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا۔

"عراق میں مذہب شیعہ کا گہرا اثر و رسوخ ہے۔ شہر نجف علمائے تشیع کا مرکز ہے۔ پوری دنیا سے مذہبی طلاب یہاں آتے ہیں اور علم دین حاصل کرتے ہیں۔ اسی شہر میں شیعوں کے امام اول حضرت علی علیہ السلام کا عالی شان مزار ہے اور شیعہ آپ کے روضہ کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے مسلمان روضہ رسول کا احترام کرتے ہیں"۔

نجف اشرف کے دینی مدارس:

شیخ الطائفہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے جوار امیر المومنین میں حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی تھی اور امیر المومنین علیہ السلام کی برکت اور شیخ طوسی کے اخلاص سے آج نجف کی مرکزی میں

مدارس دینیہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس وقت نجف اشرف میں حسب ذیل مدارس موجود ہیں۔

1۔ مدرسہ الصدر۔ یہ بہت پرانا مدرسہ ہے، یہ بڑی بازار میں واقع ہے۔

2۔ مدرسہ معتمد۔ یہ مدرسہ معتمد الدولہ سے منسوب ہے۔ اس کا نیا نام مدرسہ کاشف الغطاء ہے۔

3۔ مدرسہ شیخ مہدی کاشف الغطاء۔ مقابل مقبرہ آل بحر العلوم۔

4۔ مدرسہ القوام الشیرازی۔ یہ 1300ھ میں محلہ شراق میں قائم ہوا تھا۔

5۔ مدرسہ سلیمیہ۔ یہ 1350ھ میں بازار شراق میں قائم ہوا تھا۔

6۔ مدرسہ الحاج مہدی الایروانی محلہ عمارہ میں واقع ہے یہ 1350ھ میں قائم ہوا۔

7۔ مدرسہ قزوینی محلہ عمارہ 1324ھ میں قائم ہوا۔

8۔ مدرسہ حاج علی نقی بادکوبی 1325ھ میں قائم ہوا۔

9۔ مدرسہ ہندی محلہ شراق میں واقع ہے۔ یہ 1328ھ میں قائم ہوا۔

10۔ مدرسہ الشربیانی محلہ حویش میں واقع ہے۔ 1320ھ میں قائم ہوا۔

11۔ مدرسہ شیرازی۔ یہ سید شیرازی کبیر کا مدرسہ ہے جنھوں نے تمباکو کی حرمت کا فتویٰ جاری کیا تھا، اسی میں ان کا مقبرہ بھی ہے بعد ازاں آیت اللہ سید عبد الہادی شیرازی بھی یہیں دفن ہوئے۔

12۔ مدرسہ الحاج میرزا حسین خلیلی الکبری۔ یہ 1316ھ میں قائم ہوا۔

13۔ مدرسہ خلیلی الصغیر نزد کبیرہ 1322ھ۔

14،15،16۔ مدرسہ آیت اللہ الآخوند۔ بڑا مدرسہ محلہ حویش میں ہے درمیانی اور چھوٹا مدرسہ محلہ براق میں ہے۔ یہ 1326ھ اور 1328ھ میں قائم ہوئے۔

17۔ مدرسہ البخاری محلہ حویش بانی محمد یوسف بخاری 1329ھ۔

18۔ مدرسہ آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی۔ یہ 1329ھ میں قائم ہوا۔

19،20۔ مدرسہ آیت اللہ بروجردی کے دو مدارس۔ بڑا مدرسہ صحن مطہر کے پہلو میں شیخ المصر نے 1373ھ میں سید بروجردی کے حکم پر تعمیر کیا تھا۔ چھوٹا مدرسہ بازار عمارہ میں ہے۔

21۔ مدرسہ آیت اللہ سید عبد اللہ شیرازی۔ یہ محلہ الجدیدہ میں واقع ہے۔

22۔ مدرسہ الحاج صالح جوہرچی۔ یہ پہلی منزل پر واقع ہے۔

23۔ مدرسہ جامعہ النجف۔ حی السعد میں واقع ہے۔ اسے علامہ سید محمد کلانتر نے قائم کیا تھا اور یہ مدرسہ الحاج محمد تقی کے خرچ پر تعمیر ہوا تھا۔ یہ مدرسہ 1383ھ میں قائم ہوا۔

24۔ مدرسہ الحاج عبد العزیز بغدادی۔ حی السعد میں واقع ہے۔ یہ مدرسہ آیت اللہ الحکیم کے فرمان پر تعمیر کیا گیا تھا۔

جب عراق پر بعثی حکومت قائم ہوئی تو حسن البکر نے حوزہ علمیہ کو بہت سخت نقصان پہنچایا۔ بعد ازاں صدام تکریتی نے حوزہ کو ویران کرنے کی بھرپور کوشش کی اور بعثی دور میں علماء بالخصوص خانوادہ حکیم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اور آیت اللہ خوئی بھی معتوب رہے مگر انھوں نے حوزہ کی علمی شمع کو بجھنے نہیں دیا تھا۔

آج جب عراق بعثی گورنمنٹ سے آزاد ہو چکا ہے تو نجف کے حوزہ میں دوبارہ بہار آ گئی ہے اور پوری دنیا سے تشنگان علم یہاں امڈے چلے آ رہے ہیں اور یہاں قوت لایموت پر گزر بسر کر کے علوم آل محمدؐ سے اپنے آپ کو مزین کر کے اپنے اپنے ملک کو لوٹ جاتے ہیں۔

حوزہ نجف کا نصاب

حوزہ نجف میں طالب علم کو اجتہاد کے مقام تک پہنچنے کے لیے تین مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

پہلا مرحلہ: یہ مقدمات کا مرحلہ ہے۔ اس مرحلہ میں صرف ونحو، علوم بلاغت منطق اور متون فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس مرحلہ میں حسب ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

قطر الصدی، النحو الواضح، الاشمونی، شروح الفیہ ابن مالک، جواہر البلاغہ، مختصر المعانی، مطول، حمیہ، منطق مظفر، تبصرۃ المتعلم، شرائع محقق اور العروۃ الوثقیٰ جیسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات اس مرحلہ میں علم الکلام، علم الریاضیہ اور کچھ ادبی علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

طلاب کو مدرس اور کتاب کی عام اجازت ہے وہ جو کتاب جس بھی مدرس سے پڑھنا چاہے اس پر کوئی قدغن نہیں ہے اور اس کے وقت اور جگہ بھی مقرر نہیں ہیں۔

دوسرا مرحلہ: سطوح پر مشتمل ہے یعنی اسی مرحلہ میں فقہ استدلالی اور اصول فقہ کی کتابوں کے متون پڑھائے جاتے ہیں اور اس میں مختلف آرا کا پوری آزادی سے جائزہ لیا جاتا ہے۔ اسی مرحلہ کی اہم یہ ہیں:

معالم الاصول، اصول استنباط، اصول فقہ، قوانین الاصول، رسائل انصاری،

شرح لمعہ کی دونوں جلدیں، ریاض العلماء، المسالک اور مکاسب انصاری۔

بعض اوقات اس کے ساتھ علم الکلام، حکمت، فلسفہ الہیہ، تفسیر، حدیث اور اصول حدیث اور علم رجال بھی شامل کیا جاتا ہے۔ جب کوئی طالب علم ان دونوں مراحل کو خیر و خوبی سے طے کر لے تو اس میں مرتبہ اجتہاد پر قدم رکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پہلے دو مراحل کو ایک فطین و ذہین طالب علم کم از کم دس برس میں مکمل کرتا ہے۔

عمومی مشاہدہ یہ ہے کہ دوسرے مرحلہ پر زیادہ تر طلاب اکتا جاتے ہیں اور پھر پڑھنے سے رک جاتے ہیں۔

تیسرا مرحلہ: یہ مرحلہ درس خارج کا ہے۔ اس مرحلہ میں طالب علم فقہ و اصول کے نامور مجتہدین کے دروس میں شامل ہوتا ہے۔ حوزہ نجف میں تعلیم کا یہ آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ اسی مرحلہ سے ہی طالب علم مقام اجتہاد میں قدم رکھتا ہے۔ یہ مرحلہ کئی دوروں پر مشتمل ہوتا ہے جہاں بزرگ مجتہدین روزانہ کی بنیاد پر درس دیتے ہیں اور فقہ و اصول کی مکمل تشریح پیش کرتے ہیں اور فقہی اقوال کا موازنہ دیگر مذاہب اسلام کے اقوال سے کیا جاتا ہے اور آراء پر تفصیلی بحث ہوتی ہے اور ادلہ کے بعد قول راجح کو متعین کیا جاتا ہے۔

اس مرحلہ کو درس خارج اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی مخصوص کتاب نہیں پڑھائی جاتی۔ اس مرحلہ میں طالب علم اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ کتاب و سنت کے دائرہ میں رہ کر استنباط کر سکے۔

آخر میں اجتہاد کی ڈگری وہ استاد دیتا ہے جس کی زیر نگرانی طالب علم نے یہ مرحلہ طے کیا ہوتا ہے اور یہ ڈگری طالب علم کی صلاحیت اور کردار کو مد نظر رکھ کر دی جاتی ہے اور پھر یہاں کے فارغ التحصیل مجتہدین درس خارج میں اپنے اساتذہ کی جگہ درس دیتے ہیں۔

نصاب کا ناقدانہ جائزہ:

حوزہ نجف میں بنیادی طور پر سارا زور فقہ اور اصول فقہ پر دیا جاتا ہے مگر دوسرے اہم علوم پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی مثلاً تفسیر قرآن، دورہ حدیث، علم تاریخ، اخلاقیات جیسے علوم کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی جس کی وجہ سے یہاں کا فارغ التحصیل طالب علم مذکورہ علوم میں کمزور ہوتا ہے۔

ہم حوزہ علمیہ کے محترم اساتذہ سے دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ اس مسئلہ پر خصوصی توجہ فرمائیں اور ان علوم کو حوزہ میں رائج فرمائیں۔

موجودہ اجتہاد کا فکری جمود:

ع ..... خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے ..... کے تحت ہم نہایت افسوس سے لکھنے پر مجبور ہیں کہ موجودہ اجتہاد اکثر مسائل میں بانجھ دکھائی دیتا ہے جب کہ مذہب امامیہ میں اجتہاد کا دروازہ صرف اس لیے کھولا گیا تھا کہ شریعت کے احکام عصر حاضر کے مطابق رواں دواں رہیں اور عصر حاضر کی تبدیلیوں کی وجہ سے احکام میں جمود پیدا نہ ہو مگر عملی طور پر ہمارا اجتہاد جمود فکری میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے لیے احکام سفر اور نماز قصر کے احکام کو ہی دیکھ لیں آج بھی اٹھائیس میل پر نماز قصر ہو جاتی ہے اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ہمارے علمائے اعلام کثر اللہ امثالھم نے دور نبوی کے فاصلہ کو تو مد نظر رکھا لیکن اس کی ٹائمنگ کو مد نظر نہیں رکھا جب کہ عہد نبوی میں مسافت زیادہ دن کی مسافت تھی اور عصر حاضر میں جدید وسائل کی بدولت یہ سفر صرف آدھ گھنٹہ میں ممکن ہے۔ اس پر کسی فقیہ

نے نظر نہ ڈالی۔ اسی طرح سے مسئلہ زکوٰۃ پر سرسری نظر ڈالیں تو عجیب کیفیت دکھائی دیتی ہے اور عملی طور پر زکوٰۃ صرف گندم، جو، کھجور اور انگور پر ہی لاگو ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ باقی کسی جنس پر زکوٰۃ لاگو نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ سونا چاندی پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب وہ سکہ دار ہو اور عصر حاضر میں سونے چاندی کے سکے کہیں دکھائی نہیں دیتے۔

اسی طرح سے کروڑوں ڈالروں پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ مال مویشی پر صرف اس وقت زکوٰۃ عائد ہوتی ہے کہ مالک انہیں چارہ نہ کھلاتا ہو، وہ جنگلوں اور چراگاہوں میں آزادانہ طور پر پھرتے ہوں۔ اس طرح کے مویشی کسی نواب کے پاس بھی نہیں ہیں اور افسوس ناک حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بائیس من گندم پیدا کرنے والے کسان پر تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور سٹیل ملز کے مالک پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی جب کہ وہ روزانہ اپنی ملز سے لاکھوں ڈالر منافع کما رہا ہوتا ہے۔

توضیح المسائل کی بیان کردہ زکوٰۃ کسی بھی انڈسٹریل ملک میں نہیں چل سکتی۔ دنیا میں بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں گندم، جو، کھجور اور انگور کی پیداوار نہیں ہوتی مثلاً بنگلہ دیش۔ تو کیا پورا ملک زکوٰۃ سے آزاد ہو جائے گا اور اگر زکوٰۃ اتنی ہی غیر اہم تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بار بار ذکر کیوں کیا؟

اسی طرح سے شیعہ بیوگان کو شوہر کی زمین سے محروم رکھنا بھی بظاہر نص قرآن کے خلاف دکھائی دیتا ہے اور یہ قانون بیوگان کی بربادی اور حق تلفی پر بھی مبنی ہے۔

خدا جانے ہمارے علماء کب ان امور کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس سے زیادہ ہم اجتہادی دیگر نارسائیوں اور جمود پر بحث نہیں کرنا چاہتے۔

"ملک شفشقتہ ھدرت ثم قرت"

آمدم برسر مطلب:

حضرت شیخ الطائفہ کو خداوند عالم نے علم کے بلند ترین مینار پر جگہ دی۔ ان کی وفات کے بعد شیعہ علماء ڈیڑھ صدی تک ان کے افکار پر نقد و تبصرہ سے پرہیز کرتے رہے اور حالت یہ ہوگئی تھی کہ شیعوں میں اجتہاد کا دروازہ ہی بند ہونے لگا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسرے فقہی دبستانوں کی طرح سے شیخ سے بھی فقہ کا ایک دبستان ڈسٹرب ہو جاتا لیکن ایک طویل عرصہ کے بعد خود شیخ طوسی کی نسل سے تعلق رکھنے والے عظیم عالم دین ادریس حلی نے اس خاموشی کو توڑا اور اجتہاد کے بند دروازوں کو وا کیا اور پوری جرأت کے ساتھ شیخ طوسی کے افکار پر تنقید کی اور بعض اوقات ان کے قلم سے کچھ سخت الفاظ بھی جاری ہوئے۔

شیخ الطائفہ کی عظمت:

ذیل میں ہم شیخ طوسی کا دو طرح سے جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ علماء و فضلاء نے ان کے متعلق کیا گواہی دی:

۲۔ شیخ کی مؤلفات .... علماء کی گواہی

واضح رہے کہ الشیخ، شیخ الطائفہ، متکلم الشیعہ یا فقیہ الشیعہ کے الفاظ جہاں مطلقاً استعمال ہوں تو اس سے شیخ طوسی ہی کی ذات شریف مراد ہوتی ہے۔

۱۔ نجاشی لکھتے ہیں:

جلیل من اصحابنا ثقة، عین من تلامذة شیخنا ابی عبداللہ ابن المفید (۱) ....

۱۔ رجال نجاشی، ص 287

آپ ہمارے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ آپ ثقہ، اعلیٰ درجہ کے محدث تھے اور آپ ہمارے شیخ ابو عبداللہ یعنی شیخ مفید کے شاگردوں میں سے تھے۔

۲۔ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی فقیہ الشیعة، دفن فی مشہد علی (۱)

۳۔ ابوجعفر الطوسی: فقیہ الشیعة اخذ عن ابن النعمان ایضاً له مصنفات کثیرة فی الکلام علی مذهب الامامیة، جمع تفسیر القرآن واملی احادیث وحکایات فی مجلس .... (۲)

ابوجعفر طوسی: فقیہ شیعہ تھے۔ حضرت علی کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔

ابوجعفر طوسی، شیعہ فقیہ تھے۔ انھوں نے ابن نعمان شیخ مفید سے علم حاصل کیا تھا اور انھوں نے مذہب امامیہ کے علم الکلام کے مطابق بہت سے کتابیں لکھی تھیں اور قرآن کریم کی تفسیر لکھی اور احادیث و حکایات کا مجلس میں املا کرایا۔

۴۔ فی صفر هذه السنة کبست دار ابی جعفر الطوسی متکلم الشیعة .... (۳)

اس سال کے ماہ صفر میں شیعی متکلم ابوجعفر الطوسی کے گھر کو نذر آتش کیا گیا۔

۵۔ فقیہ الشیعة توفی مشهد امیر المومنین .... (۴)

شیخ طوسی شیعہ فقیہ تھے اور نجف اشرف میں ان کی وفات ہوئی۔

۶۔ فیها توفی ابوجعفر الطوسی فقیہ الامامیة الرافضة وعالمهم وهو صاحب التفسیر الکبیر وهو عشرون مجلداً وله تصانیف اخرمات بمشهد علی کان رافضیاً قوی التشیع .... (۵)

اسی سال ابوجعفر طوسی کی وفات ہوئی۔ وہ امامیہ رافضیہ کے عالم اور فقیہ تھے۔

1۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر دمشقی جلد 97/12
2۔ ابن حجر لسان المیزان جلد 135/5
4،3۔ ابن جوزی فی المنتظم جلد 179/8 252
5۔ الذہبی فی النجوم الزاہرة جلد 82/5

انھوں نے بیس جلدوں پر مشتمل تفسیر لکھی تھی۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی بہت سی تالیفات ہیں۔ وہ رافضی اور طاقت ور شیعہ تھے۔

۷۔ و فی المحرم ایضاً توفی ابوجعفر الطوسی فقیہ الامامیۃ بمشہد امیر المومنین علی بن ابی طالب"۔ (۱)

ماہ محرم میں مذہب امامیہ کے فقیہ ابوجعفر طوسی کی حرم امیر المومنینؑ میں وفات ہوئی۔

۸۔ شیخ الامیۃ ووجھھم و رئیس الطافۃ، جلیل القدر علیم المنزلۃ، لغۃ العین، صدوقی، عارف بالاخبار والرجال والفقہ والاصول والکلام ..... وی الاصول والفروع الجامع الکمالات النفس ------o (۲)

آپ رئیس الامامیہ، ان کے سربراہ، رئیس الطائفہ، جلیل القدر، عظیم المرتبت، ثقہ، عظیم محدث، راست گو، احادیث، رجال، فقہ، اصول، کلام و ادب کے ماہر تھے۔ تمام فضائل آپ سے منسوب ہیں۔ آپ نے جملہ فنون اسلام پر کتابیں لکھیں ہیں اور اصول و فروع کے عقائد کو مہذب کیا اور علم و عمل میں ایک کمالیت نفس کے جامع تھے۔

۹۔ فضلہ وجلالتہ اشہر من ان یحتاج الی البیانo (۳)

ان کی فضیلت محتاج بیان نہیں ہے۔

۱۰۔ شیخ الطائفہ المحقنہ ورئیس الملہ الحقنہ اللہ انتھت رئاستہ المذھب فی وقتہ اوذمن بفضلہ الخاص والعام والمخالف والمؤلفo

آپ ملت حق کے شیخ الطائفہ تھے اور آپ کے دور میں ریاست مذہب ان کی

1۔ ابن الاثیر فی الکامل 18 حوادث 480
2۔ العلامۃ فی الرجال 73
3۔ المجلسی فی الوجیزۃ 163

ختم ہوتی تھی اور عام و خاص، موافق اور مخالف سب آپ کی فضیلت کے قائل تھے۔ (۱)

۱۱۔ امام وقتہ و شیخ عصرہ و رئیس ھذہ الطائفہ عمدتھا بل رئیس العلما کانتہ فی وقتہ حالہ وجلالہ اوضح من ان یوضح اعترف بفضلہ و غزارۃ علمہ وعلا شانہ الخاصۃ والعامۃ" (۲)

شیخ طوسیؒ امام وقت، شیخ دوراں اور اس گروہ کے سربراہ بلکہ اپنے دور کے جملہ علماء کے رئیس تھے۔ آپ کی جلالت محتاج وضاحت نہیں ہے۔ مجلہ علمائے خاصہ و عامہ نے آپ کی فضیلت، وسعت علم اور آپ کی بلندی مرتبت کا اعتراف کیا ہے۔

۱۲۔ شیخ الطائفہ المحقنہ ورافع اعلام الشریعۃ الحۃ امام الفرقۃ بعد الائمۃ المعصومین علیھم السلام و عماد الشیعۃ الامامیہ فی کل مایتعلق بالمذھب والدین، محقق الاوصل والفروع و مھذب فنون العقول والمعموعo شیخ الطائفہ علی الاطارق ورئیسھا الذی تلوی الیہ الاعناق صنف فی جمیع علوم الاسلام وکان القدرۃ فی ذلک والامام و اماالفقہ فھو خریت ھذہ العاعقہ والملقی الیہ زمام الاتقیا دو الطلعقہ و کل من تاخر عنہ من الفقہا والاعیان فقد لفقہ علی کتب اوستفاد منہ فھاینہ اربعہ وفتھی طلبہ"

آپ مذہب حق کے بزرگ اور شریعت حق کے پرچم بلند کرنے والے اور آئمہ معصومین علیھم السلام کے بعد فرقہ امامیہ کے رہبر تھے۔ آپ مذہب و دین سے تعلق رکھنے

1۔ رجال بحر العلوم
2۔ لوئیس معلوف، المنجد فی الادب

والے تمام امور میں شیخ امامیہ کے ستون تھے۔ آپ اصول و فروع کے محقق اور منقول و معقول کو مہذب کرنے والے تھے۔ آپ شیخ الطائفہ علی الاطلاق ہیں۔ آپ رئیس مذہب تھے جن کی طرف گردنیں اٹھتی تھیں۔ آپ نے جملہ علوم اسلام پر کتابیں لکھیں تھیں۔ آپ علم فقہ کے عظیم عالم اور ماہر تھے۔ آپ کے بعد جتنے بھی علماء پیدا ہوئے وہ سب کے سب آپ کے خوانِ علمی کے خوشہ چین تھے۔

۱۳۔ الطوسی ابو جعفر کان من اعظم علماء الشیعة یلقبونه "شیخ الطائفه" (۲)

ابوجعفر طوسی مذہب شیعہ کے عظیم علماء میں سے تھے اور شیعہ انھیں شیخ الطائفہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

شیخ طوسیؒ اور شیخ الطائفہ

ایران کا صوبہ طوس مردم خیز سرزمین ہے۔ اس سرزمین میں علماء، فضلاء، سلاطین، سپہ سالاروں نے جنم لیا لیکن "طوسی" کا لفظ شیخ طوسی کے لیے مخصوص ہوگیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ طوس میں ان سے بڑھ کر کسی شخصیت نے جنم نہیں لیا تھا اسی لیے جب بھی شیخ طوسیؒ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اذہان میں فقط ایک ہی آسمان قامت شخصیت کا تصور ابھرتا ہے۔ علمائے امامیہ میں بے نظیر اور بلند قامت علماء پیدا ہوئے لیکن شیخ

الطائفہ کا لقب صرف شیخ طوسی کو ہی ملا۔ جس مذہب میں شیخ صدوق، شیخ مفیدؒ، علامہ حلی، علامہ مجلسی اور شیخ انصاری جیسے بلند پایہ علماء موجود ہوں اور اس کے باوجود شیخ الطائفہ کا لقب شیخ طوسی سے مخصوص ہونا ان کی بلندی کی دلیل ہے۔

کتب اربعہ میں شیخ طوسیؒ کی دو کتابیں شامل ہیں

جس طرح سے سنی مذہب کی بنیادی کتابیں چھ ہیں اور انھیں صحاح ستہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسی طرح سے فقہی استنباط کے لیے مذہب شیعہ کی چار کتابوں کو اہم مقام حاصل ہے اور ان کتابوں کو کتب اربعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ کی کتاب "الکافی"

۲۔ شیخ صدوق کی کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ"

۳۔ شیخ طوسیؒ کی کتابیں "تہذیب الاحکام اور استبصار"

ان چار کتابوں کو علمائے شیعہ میں وہی مقام حاصل ہے جو علمائے اہل سنت میں صحاح ستہ کو حاصل ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ چار کتابوں میں شیخ الطائفہ کی بیک وقت دو کتابیں شامل ہیں۔ یقیناً یہ اللہ کا شیخ طوسیؒ پر خصوصی احسان ہے۔

شیخ طوسیؒ کی تالیفات

ذیل میں ہم شیخ طوسی رحمۃ اللہ کی کتابوں کا سرسری تذکرہ کرتے ہیں۔ کتابوں کی علمی قدر و قیمت پر بحث نہیں کریں گے۔

۱۔ کتاب الرجال: اسے الابواب بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں اصحاب پیغمبر اور اصحاب معصومین میں سے 8900 افراد کی اسماء گرامی پائی جاتی ہے۔

۲۔ اختیار الرجال ۔۔ تہذیب رجال کشی۔

۳۔ فہرست طوسی: اس میں 900 افراد کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

۴۔ تہذیب الاحکام: کتب اربعہ میں یہ کتاب شامل ہے۔ یہ کتاب، کتاب الطہارت سے لے کر کتاب الدیات تک پھیلی ہوئی ہے۔ مجموعی طور پر اس میں 23 کتابیں ہیں۔ اس کتاب کو شیخ نے الاستبصار سے پہلے لکھا تھا۔ اس میں شیخ مفید کی کتاب المقنعہ کی شرح ہے۔ یہ کتاب دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

۵۔ الاستبصار فی ما اختلف من الاخبار: یہ کتاب اربعہ کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں شیخ نے اختلافی احادیث کو یکجا کیا پھر ان میں تطبیق ثابت کرنے کی کوشش کی یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

۶۔ الخلاف فی الاحکام: یہ کتاب تہذیب اور استبصار کے بعد لکھی گئی۔ اس میں اختلافی مسائل میں مخالفین کی تردید کی گئی۔

۷۔ الجمل والعقود فی العبادات

۸۔ النہایہ فی مجرد الفقہ والفتاویٰ۔ بحر العلوم فرماتے ہیں کہ شیخ کی پہلی کتاب النہایہ

ہے اور آخری کتاب المبسوط ہے

۹۔ المبسوط فی الفقہ: یہ کتاب آپ نے زندگی کے آخری ایام میں لکھی تھی۔

۱۰۔ الاقتصاد الهادی الی طریق الرشاد: اس میں اصول عقائد اور شرعی عبادات کا ذکر کیا گیا۔ آیت اللہ الحکیم کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۱۱۔ الایجاز فی الفرائض: قلمی نسخہ

۱۲۔ امالی: اسے مجالس طوسی بھی کہا جاتا ہے۔

۱۳۔ تفسیر تبیان: اس میں آپ نے علوم قرآن پر بحث کی اور یہ تفسیر کی مستند کتاب ہے۔ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اس سے خوب استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۴۔ المفصح فی الامامۃ: قلمی نسخہ: ملاحظہ فرمائیں۔ الذریعہ

۱۵۔ مصباح المتہجد: ادعیہ و زیارات کی بہترین کتاب ہے۔

۱۶۔ مختصر المصباح: قلمی نسخہ۔

۱۷۔ ہدایۃ المسترشد و بصیرۃ المتعبد: قلمی نسخہ بحوالہ الذریعہ۔

۱۸۔ مناسک الحج فی مجرد العمل۔

۱۹۔ مختصر اخبار المختار ثقفی۔

۲۰۔ مسائل فی تحریم الفقاع۔ خطیہ بحوالہ الذریعۃ آقائے بزرگ تہرانی

۲۱۔ مسائل فی وجوب الجزیۃ علی الیہود والمنتمین الی الجبابرۃ۔

۲۲۔ خطبہ

۲۳۔ مسائل فی العمل بخبر الواحد و بیان حجیۃ۔

۲۴۔ مسائل الطبیہ ۔۔ خطیہ

۲۵۔ مقتل الحسین ۔۔ قلمی نسخہ

۲۶۔ ۔۔۔۔۔۔ ولیلہ فی الراھن والنوافل ۔ قلمی نسخہ

۲۷۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۔ بمبئی میں شائع ہوئی۔

۲۸۔ النقض علی ابن شاذان فی مسئلۃ الغار ۔ بحر العلوم نے اپنے رجال میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۲۹۔ المسائل فی الفرق بین النبی والامام ۔ فی علم الکلام ۔۔ قلمی نسخہ

۳۰۔ ما یعلل و مالا یعلل ۔ فی علم الکلام ۔ قلمی نسخہ

۳۱۔ مالا یسع المکلف الاخلال بہ فی علم الکلام ۔۔ قلمی نسخہ

۳۲۔ شرح الشرح فی الاصول ۔۔ قلمی نسخہ

۳۳۔ مقدمۃ فی المدخل الی علم الاصول۔

۳۴۔ ریاضۃ العقول۔

۳۵۔ تمہید الاصول (شرح جمل العلم والعمل سید مرتضیٰ) قلمی نسخہ

۳۶۔ اصول العقائد ۔ فی علم الکلام ۔۔ قلمی نسخہ

۳۷۔ انس الوحید

۳۸۔ مسائل ابن البراج

۳۹۔ المسائل الالیاسیہ فی الفقہ

۴۰۔ المسائل الحائریہ فی الفقہ

۴۱۔ المسائل الجنبلائیہ فی الفقہ

۴۲۔ المسائل الحلبیہ فی الفقہ

۴۳۔ المسائل الدمشقیہ فی تفسیر القرآن

۴۴۔ المسائل الرازیہ فی الوعید ۔ یہ وہ مسائل ہیں جو کہ سید مرتضیٰ سے پوچھے گئے تھے اور شیخ طوسی نے ان کا جواب لکھا تھا۔

۴۵۔ المسائل الرجبیہ ۔ قرآن کریم کی چند آیات کی تفسیر بحوالہ الذریعہ

۴۶۔ الغیبۃ فی غیبۃ الامام المنتظر ۔ نجف سے طبع ہوئی ہے۔

نجف اشرف سے شائع شدہ نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور اس کی تصحیح و تعلیق حجۃ الاسلام علی اکبر غفاری نے کی ہے۔

۴۷۔ تلخیص الشافی ۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے امامت کے عنوان پر الشافی نامی کتاب لکھی تھی اور شیخ الطائفہ نے اپنے استاد کی کتاب کی تلخیص کی تھی۔

شیخ طوسی کے مشائخ

کتاب فقہ میں آپ کے حسب ذیل پانچ اساتذہ کا تذکرہ تفصیل سے دکھائی دیتا ہے۔

۱۔ شیخ احمد بن محمد بن موسیٰ (ابن الصلت الاہوازی) 404-317

۲۔ شیخ احمد بن عبد الواحد بزاز (ابن الحاشر) 423-330

۳۔ شیخ ابو عبد اللہ الحسین ابن الغضائری 411

۴۔ شیخ ابو الحسین علی ابن احمد بن محمد قمی 408ھ کے بعد وفات

۵۔ شیخ الامت معلم اول محمد بن نعمان (شیخ مفید) 413ھ وفات۔ ان کے علاوہ آپ کے دوسرے مشائخ بھی تھے اگرچہ آپ نے ان سے تھوڑی روایات نقل کی تھیں۔

ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

۶۔	ابو حازم نیشاپوری	۷۔	ابو الحسن الصفار
۸۔	ابو الحسین بن سوار المغربی	۹۔	شیخ ابو طالب بن عزور
۱۰۔	قاضی ابو الطیب الطبری	۱۱۔	سرورہ کا بھائی ابو عبداللہ
۱۲۔	ابو عبداللہ بن فارسی	۱۳۔	ابو علی بن شاذان متکلم شیعہ
۱۴۔	ابو منصور السکری	۱۵۔	احمد بن ابراہیم قزوینی
۱۶۔	ابو العباس نجاشی صاحب رجال	۱۷۔	ابن حمکہ قمی
۱۸۔	شریف حسن بن احمد المحمدی	۱۹۔	حسین بن ابراہیم القمی الجزاز
۲۰۔	ابو محمد بن قاسم العراقی	۲۱۔	ابو الحسین حسنش المقری
۲۲۔	ابو عبداللہ بن خیاط قمی	۲۳۔	حسین بن موسیٰ الغضائری
۲۴۔	عبدالحمید بن محمد نیشاپوری	۲۵۔	ابو عمرو عبدالواحد بن ہشام
۲۶۔	ابو الحسن علی بن احمد الحمامی	۲۷۔	علم الہدیٰ سید مرتضیٰ
۲۸۔	ابو القاسم بن علی وکیل	۲۹۔	قاضی ابو القاسم تنوخی
۳۰۔	ابو الحسن بن بشران المعدل	۳۱۔	ابو الفتح ابن ابی [illegible] رئیس الرؤساء
۳۲۔	ابو زکریا محمد بن سلیمان الحمرانی	۳۳۔	محمد بن سنان
۳۴۔	ابو عبداللہ ابن موسیٰ المصری	۳۵۔	محمد بن علی بن خشیش تمیمی
۳۶۔	ابو الحسن محمد بن مخلد بزاز	۳۷۔	سید ابو الفتح ہلال الحفار

شیخ طوسی کے تلامذہ۔

ہزاروں علماء نے آپ سے کسب فیض کیا تھا۔ مذہب شیعہ کے تین سو مجتہد آپ کے پاس پڑھتے تھے اور علمائے عامہ کی تعداد کا اندازہ نہیں ہے۔ آپ کے خوش نصیب تلامذہ میں سے ہم چند نام یہاں نقل کرتے ہیں۔

۱۔	شیخ فقیہ آدم بن یونس نسفی	۲۔	شیخ احمد بن حسین نیشاپوری
۳۔	شیخ اسحاق بن بابویہ قمی	۴۔	شیخ ابو ابراہیم اسماعیل قمی
۵۔	شیخ ابو الخیر برکۃ الاسدی	۶۔	شیخ ابو الصلاح نجم الدین حلبی
۷۔	شیخ جعفر بن علی الحسینی	۸۔	شیخ شمس الاسلام القمی
۹۔	شیخ ابو محمد صہبانی المعدل	۱۰۔	شیخ ابو علی ابن شیخ الطائفہ
۱۱۔	الشیخ الامام موفق الدین جرجانی	۱۲۔	الشیخ الامام محی الدین الہمدانی
۱۳۔	سید عماد الدین مروزی	۱۴۔	السید الفقیہ ابن علی الحسینی
۱۵۔	السید زین الدین الداعی الحسینی	۱۶۔	شیخ فقیہ سلیمان الصہرشتی
۱۷۔	شیخ محدث شہر آشوب السروی	۱۸۔	شیخ فقیہ صاعد بن ربیعہ
۱۹۔	شیخ عبدالجبار المقری	۲۰۔	شیخ فقیہ (ابن البراج)
۲۱۔	شیخ فقیہ ابو عبداللہ الحسینی	۲۲۔	شیخ فقیہ موفق الدین القمی
۲۳۔	شیخ فقیہ علی بن عبدالصمد	۲۴۔	الامیر الفقیہ غازی بن ابی منصور
۲۵۔	شیخ فقیہ بن عمر الفارسی	۲۶۔	الشیخ الامام جمال الدین طبری

۲۷۔	شیخ فقیہ محمد بن احمد خازن	۲۸۔	شیخ محمد بن حسن القتال
۲۹۔	شیخ فقیہ ابوالصلت	۳۰۔	شیخ ابوالفتح کراجکی
۳۱۔	شیخ ابوجعفر الحلبی	۳۲۔	الشیخ الفقیہ ابوعبداللہ طرابلسی
۳۳۔	سید صدر الاشراف مدرسہ سید مرتضیٰ	۳۴۔	سید فقیہ ابن ابی زید جرجانی
۳۵۔	فقیہ وزیر منصور بن حسن	۳۶۔	السید الفقیہ محدث ابوابراہیم

مؤرخین نے ہمیں شیخ کے ان تلامذہ کا تعارف کرایا ہے۔

سرسری جائزہ

ان کے علاوہ دسیوں تلامذہ ایسے بھی تھے جن کا ذکر ارباب تاریخ نے نہیں کیا، اگر ہم شیخ الطائفہ کی زندگی کو مختلف ادوار میں تقسیم کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں:

پہلا مرحلہ: 385-408ھ تک کا عرصہ ولادت ہوئی اور طوس کے مشہور علماء سے تعلیم حاصل کی۔

دوسرا مرحلہ: 408-413ھ تک کا عرصہ آپ نے اپنے دوسرے استاد علم الھدیٰ اور بغداد میں مذہب شیعہ کے ستون سید مرتضیٰ کے پاس بسر کیا۔ اس دوران آپ نے اپنے استاد محترم کی بہت سی ذمہ داریوں میں بھی ہاتھ بٹایا۔

تیسرا مرحلہ: 436-448ھ تک کا عرصہ جو کہ سید مرتضیٰ کی وفات سے شروع ہوا۔ اس عرصہ میں آپ زعامت مذہب کے فرائض سرانجام دیے۔

چوتھا مرحلہ: 448-460ھ تک کا عرصہ اس میں فتنہ بغداد کے بعد آپ نے نجف اشرف میں قیام کیا اور یہاں پہنچ کر مذہب اہل بیت کا حوزہ علمیہ قائم کیا جو خدا کے فضل سے آج تک قائم ودائم ہے۔ اس حوزہ علمیہ کی عمر ایک ہزار

سال ہو چکی ہے اور اس سے لاکھوں علماء پیدا ہوئے۔ یہ سب شیخ طوسی کے اخلاص کا ثمرہ ہے اور ان کا علمی صدقہ جاریہ ہے۔

پھر 460ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کو جوار امیر المومنین علیہ السلام میں دفن کیا گیا۔

سلام علیه یوم ولد و یوم مات و یوم یبعث حیا

واخر دعوانا ان الحمد الله رب العالمین

حرره احقر عباد اسر: محمد حسن جعفری اعاذه الله من شرور نفسه ومن حدلان زمانه

نوٹ: اس جامع مضمون کے لیے ہم نے زیادہ تر مطالب کا سید حسن آل بحرالعلوم سے استفادہ کیا ہے اور اس میں اپنے چند نظریات کو بھی شامل کیا ہے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مؤلف

الحمدللہ الذی ھدانا الحمدہ وجعلنا من اھلہ ووفقنا للتمسات بدینہ والانقیاء لسبلہ و لم یجعلنا من الجاحدین لنعمۃ المنکرین لطولہ وفضلہ ومن الذین "استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ اولائک حزب الشیطان الا ان احزب الشیطان ھم الخاسرون" (مجادلہ /19)

وصلی اللہ علی سید الانبیائہ وخاتم اصفیائہ محمد و علی آلہ السطین النجوم الزاھرۃ والاعلام الظاھرتہ٥

الذین تتمسک بولایتھم وتعلق بحری جھلھم وترجوا الفوز بالتمسک بھم وسلم تسلیما"٥

اما بعد:

شیخ جلیل (اطال اللہ بقاءہ) نے امام صاحب الزماں عجل اللہ فرجہ کے متعلق جو سوالات دریافت کیے ہیں میں ان کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ (۱)

شیخ نے مجھ سے حضرت صاحب الزمان (عج) کی غیبت کے بارے دریافت کیا ہے کہ سبب غیبت کیا ہے اور وہ کون سے علل ہیں جن کی وجہ سے امام نے غیبت کو اختیار کیا اور ان کی غیبت طویل ہوگئی اور طویل عرصے سے پس پردہ ہیں جب کہ دنیا کو ان کی سخت ضرورت ہے۔

ہر جگہ ہرج ومرج پھیلا ہوا ہے اور روئے زمین پر فساد بڑھ چکا ہے اور بحرو بر میں

۱۔ پوری گفتگو کے بعد بھی ہم اس "شیخ جلیل" کے متعلق پتہ نہ چلا سکے کہ وہ کون تھے۔

پھیل چکا ہے۔اس کے باوجود امام علیہ السلام ظاہر کیوں نہیں ہورہے اور ان کے ظہور میں کیا چیز مانع ہے اور غیبت کی ضرورت کیوں ہے؟

الغرض مذکورہ بالا سوالات اور مخالفین اور معاندین کے دوسرے تمام اعتراضات کے ہم جواب دیں گے۔

میں شیخ کے سوالات کا جواب دوں گا اور ان کے فرمان کی تعمیل کروں گا اگرچہ ہمارے پاس وقت کی تنگی ہے اور مشاغل کی کثرت اور رکاوٹوں کی بہتات ہے۔ مذکورہ سوالات کا جواب ایسے جملوں سے دیں گے جن سے شکوک کا ازالہ ہوگا اور شبہات کا خاتمہ ہوگا۔ میں تھکا دینے والی طویل گفتگو سے بھی گریز کروں گا کیوں کہ امامت کے عنوان پر ہم نے اور ہمارے شیوخ نے تفصیلی کتابیں لکھی ہیں۔ اس رسالہ میں ہم اس عنوان کے متعلق پوچھے گئے مختلف سوالات کے ہی جواب دیں گے اور اس کے ساتھ اپنے بیان کی تائید کے لیے احادیث بھی پیش کریں گے تاکہ اس سے مزید تاکید ہو سکے اور روایات سے مسلک رکھنے والوں پر حجت تمام ہو سکے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ انسانوں میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو اس مضمون سے متعلقہ کلام لطیف کو نہیں سمجھتے۔ ہم فریقین کے لیے ایک راستہ مقرر کریں گے جسے ہم نے منتخب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم امداد کے طلب گار ہیں۔

ھو حسبی ونعم الوکیل

☆☆☆

فصل: غیبت کے متعلق گفتگو

واضح رہے کہ صاحب الزماں علیہ السلام کی غیبت کے عنوان پر گفتگو کے لیے ہمارے پاس دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہم یہ کہیں۔

جب ہر حال میں امامت کا وجوب ثابت ہے اور مخلوق بجز معصوم ہے اس لیے ہر زمانہ میں ایک رئیس کا ہونا ضروری ہے اور رئیس بھی وہ ہونا چاہیے جس کی عصمت یقینی ہو۔ تو ایسا رئیس یا تو ظاہر اور معلوم ہوگا یا پھر غائب و مستور ہوگا (ہم جانتے ہیں کے جن کے لیے امامت کا دعویٰ کیا جاتا ہے) کے لیے امامت کا دعویٰ کیا جاتا ہے جس میں ان کی عصمت یقینی نہیں ہے۔ اس کے برعکس ان کے افعال وحکایات کا جائزہ لیا جائے تو ان کا غیر معصوم ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جس ذات کی عصمت یقینی ہے وہ پردہ غیبت میں ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کیسانیہ، ناووسیہ، فطحیہ اور واقفیہ وغیرہم جن شخصیات کی غیبت کا ذکر کرتے ہیں ان کی غیبت ثابت ہی نہیں ہے اور ان فرقوں کی طرف سے غیبت کا دعویٰ محض جھوٹ پر مبنی ہے۔

اس سے ہمیں حجت ابن الحسن علیہ السلام کی امامت کا یقین ہو جاتا ہے اور ان کی صحتِ غیبت اور اس کی ولایت کے درست ہونے کا قطعی علم ہو جاتا ہے اور حق اس امت سے باہر نہیں ہو سکتا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت حجت بن الحسن علیہ السلام کی غیبت ان کے اثبات امامت کی فرع ہے۔ اب ہمارے مخالفین کو چاہیے کہ پہلے وہ ان کی

امامت کا اقرار کریں پھر ہم سے ان کی غیبت کے اسباب کا سوال کریں تو ہم جواب کے پابند ہوں گے۔

اور جو شخص حضرت حجتؑ کی امامت کا معتقد ہی نہ ہو تو اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جس ذات کی امامت ہی اس کی نظر میں ثابت نہیں، وہ اس کی غیبت کے متعلق سوال کرے۔

اور جب ہم سے حضرت کی امامت کے متعلق پوچھا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ ادلہ قاہرہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر غیر معصوم تمام احوال وادوار میں احکام شریعت کا مکلف ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ امام وہ ہو سکتا ہے جس کی عصمت یقینی ہو اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حق امت سے باہر نہیں ہوگا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام کے متعلق امت میں چند اقوال پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں کہ کوئی امام نہیں ہے۔ اس کا قول وجوب امامت کے نظریہ کے تحت باطل متصور ہوگا۔ کچھ لوگ ایسے افراد کی امامت کے دعویدار ہیں جن کی عصمت غیر یقینی ہے۔ عصمت امام کے ہمارے پیش کردہ نظریہ کے تحت ان کا قول بھی باطل متصور ہوگا۔

اور اگر کوئی اپنے خود ساختہ امام کے لیے عصمت کا دعویٰ کرے تو خود اس کے امام کی زندگی کے اقوال وافعال سے عصمت کی تردید ہوتی ہے۔ اس صورت میں ان لوگوں کا قول بھی باطل قرار پائے گا۔

اور اگر کیسانیہ محمد بن حنفیہ کو امام مانتے ہیں اور ناووسیہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے قائل ہیں اور ان کی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ اسی طرح سے واقفیہ فرقہ کے افراد یہ کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم زندہ ہیں اور ان کی وفات ہی نہیں ہوئی تو ان کے نظریات

یہ چند وجوہ باطل ہیں جن کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

دونوں طریقوں سے ان فرقوں کے نظریات باطل ثابت ہوتے ہیں اس لیے وہ تین اصولوں کے اثبات کے ضرورت مند ہوں گے جن کا ہم ذکر کریں گے۔

سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ حکومت و ریاست کا قیام واجب ہے۔

امت اور امام امت وہ ہو سکتا ہے جس کی عصمت یقینی ہو کیوں کہ حق امت سے باہر نہیں ہے۔

ہم تمام اصولوں کو اختصار سے واضح کریں گے۔ ان اقوال کی تفصیل تو کہیں لکھی ہوئی میری کتابوں میں موجود ہے جب کہ۔۔۔۔ اس رسالہ کا تعلق صرف مسئلہ غیبت سے ہے۔ **واللہ الموفق و الھادی**

وجوبِ حکومت و ریاست کی دلیل

وجوبِ ریاست کی دلیل یہ ہے کہ ابحاثِ عقلیہ کے تحت قیامِ ریاست "لطف" ہے۔ (۱)

لہٰذا یہ واجب ہے اور اس کا وجوب اس معرفت کی طرح سے ضروری ہے جس سے کسی مکلف کو استثناء حاصل نہیں ہے اور کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ جب حکمران غیر معصوم ہے اور وہ جرائم کو کنٹرول نہ کر سکے اور طاقت ور کے ہاتھ کو نہ روک سکے اور کمزور کو طاقت ور کے ہاتھوں سے نہ بچا سکے تو معاشرہ میں خلل واقع ہوگا اور پوری سوسائٹی بگاڑ میں

۱۔ علم الکلام کی اصطلاح میں "لطف" اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بندہ کو اطاعت کے قریب کرے اور معصیت سے دور کرے۔

مبتلا ہو جائے گی۔

اور اگر خوش نصیبی سے کسی ملک اور معاشرہ کو معصوم حاکم میسر ہے تو معاشرے میں شر کی قوتوں کو شکست ہوگی اور خیر کی قوتیں طاقت ور ہوں گی اور معاشرے میں بہتری پیدا ہو گی۔ معاشرتی بگاڑ صفر پر آ جائے گا۔

اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور ہر دانش مند اس بات سے اتفاق کرتا ہے اور اگر کوئی احمق اور ضدی اس کا انکار کرے تو اس سے بحث ہی بے سود ہے۔ ہم نے اپنی کتاب "تلخیص الشافی" میں اس عنوان پر اٹھنے والے سوالات کا تفصیلی جواب دیا ہے اس لیے یہاں اسے دہرانا پسند نہیں کرتے۔

متاخرین میں سے میں نے ایک شخص کے اعتراضات کو دیکھا جو اس نے اپنے تئیں مسئلہ غیبت کے متعلق سید مرتضیٰ کے نظریے پر وارد کیے ہیں اور اس نے ملمع گری سے حق سے ناواقف افراد کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اس کے اعتراض وزنی ہیں لیکن ہم اس کی تردید کرتے ہیں۔

چنانچہ معترض نے کہا ہمیں تین وجوہات کی بنا پر غیبت پر اشکال ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ غیبت میں قباحت پائی جاتی ہے لہٰذا امامیہ کو چاہیے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ غیبت میں کوئی قباحت نہیں ہے اور جب غیبت میں قباحت ہے تو بذات خود غیبت بھی قبیح ہے اور اگر غیبت میں کوئی اچھی وجہ ہے کہ پھر یہ اچھی وجہ ایسی ہی ہے جیسا کہ تکلیف مالایطاق قبیح ہے مگر اس کو بھی اچھا کہا جائے۔ اس میں وجہ قباحت پائی جاتی ہے اگرچہ "لطفاً لغیرہ" کی وجہ سے اس میں اچھی وجہ موجود ہے۔

(۲) امامیہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر زمان میں امامت واجب اور ضروری ہے اور یہ کہتے

ہیں کہ ملک و معاشرہ کی اصلاح کے لیے ایک ایسے سربراہ کی ضرورت ہے جو معصوم ہو، وہ معاشرے کو کنٹرول کرے۔ اگر امام معصوم نہ ہو تو معاشرہ بگاڑ اور ہرج و مرج میں مبتلا ہو جائے گا۔

امامیہ کے اس عقیدے سے ہی ان کا عقیدہ غیبت باطل ہو جاتا ہے کیونکہ عصر حاضر میں کوئی معصوم سربراہ موجود نہیں ہے اگر کہا جائے کہ موجود ہے تو پھر غیبت کی صورت میں اس کا وجود اور عدم وجود دونوں یکساں ہیں لہٰذا غیبت کا عقیدہ باطل ہے۔

(۳) امامت کا فائدہ بقول امامیہ یہ ہے کہ امام معاشرے کو قباحت سے پاک رکھتا ہے اگر امام غائب ہو تو یہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور اس صورت میں امام ہونا یا نہ ہونا برابر قرار پائے گا۔

جب غیبت کی وجہ سے امام کا وجود بے فائدہ ہے تو پھر وجود امام پر اصرار کیوں ہے؟ امام کے پاس حق تصرف ہونا ضروری ہے اور وہ تصرف نہ رکھ سکتا ہو تو اس کا فائدہ ہی نہیں ہے۔ اور اگر غیر سے امام ہی غیبت میں ہو اور وہ تصرف سے بھی محروم ہو تو ایسے امام کا کیا فائدہ ہے؟

ناقد کے مندرجہ بالا سوالوں کا بالترتیب جواب یہ ہے:

۱۔ پہلا اعتراض یہ کیا گیا کہ ہم امامیہ سے یہ بات تسلیم کراتے ہیں کہ غیبت میں قباحت ہے لہٰذا اس سے حجت کا قیام ممکن نہیں ہے۔

معترض نے یہاں محض دعویٰ کیا ہے کہ غیبت میں قباحت ہے جب کہ اس کا حق یہ تھا کہ وہ قباحت کی وجہ بھی بیان کرتا تا کہ ہم بھی اس وجہ پر غور و فکر کرتے لیکن معترض کو اس کی وجہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔

اگر معترض پھر بھی کہے کہ آپ امامیہ کو غیبت میں وجہ قباحت کیوں دکھائی نہیں دیتی؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ قباحت کے وجوہ ہوتے ہیں اور ان وجوہات میں ظلم، بے فائدہ ہونا، جھوٹ، خرابی اور جہالت شامل ہیں جب کہ یہاں کوئی بھی ایسی خرابی موجود نہیں ہے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہاں وجوہ قبیح منتفی ہے۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ آپ حضرات یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ امام کا متصرف امور ہونا لطف ہے تا کہ لوگ اس کی سزا اس سے خوفزدہ ہو کر برائی کا ارتکاب نہ کریں پھر جب لطف مکلف ہی حاصل نہ ہو تو پھر یہ قبیح قرار پائے گی۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم وجوب ریاست کے باب میں اس امر کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ امام کا حق تصرف اور اس کی تادیب خوف کا سبب امام نہیں ہے بلکہ خود مکلفین ہی ہیں کیونکہ امت نے ہی امام کو پردہ غیبت میں جانے پر مجبور کیا ہے اور یہ تو ایسی ہی بات ہے کوئی یہ کہے جسے معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوئی تو اس کی تکلیف میں وجہ قباحت پائی جاتی ہے کیونکہ وہ معرفت الٰہی کے لطف سے محروم ہے اس کے لیے تکلیف معرفت قبیح ہے!!

جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ جو بھی کفر اختیار کرتا ہے وہ اپنی رضا و رغبت سے ہی کفر اختیار کرتا ہے اس میں خدا پر کوئی دوش نہیں ہے کیونکہ اس نے تو اپنی معرفت کے دلائل مقرر کر دیے ہیں اور مقام معرفت کی رسائی کو بھی سہل بنایا ہے۔ اگر اس کے باوجود کوئی ان دلائل پر توجہ ہی نہ دے اور نتیجے میں معرفت سے محروم رہے تو اس میں خود اس کا اپنا قصور ہے اس کے لیے تکلیف قبیح نہیں ہوگی۔

اس مثال کو بنیاد بنا کر ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر امام کی خود مختاری دکھائی نہیں دیتی تو یہ خود مکلف کا ہی کیا دھرا ہے۔ اگر مکلف امام کی حکومت کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرتا تو امام کو بھی خود اختیاری حاصل ہوتی اور نتیجہ میں لطف بھی حاصل ہوتا اسی لیے مکلف اس سے بری الذمہ نہیں ہے۔ اس چیز کی ذمہ داری مکلف پر عائد ہوتی ہے اور جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے تو وہ سراسر مغالطہ پر مبنی ہے۔ اس اعتراض میں جان بوجھ کر معترض نے مغالطے سے کام لیا ہے کیونکہ معترض ان باتوں کو سمجھتا تھا۔ (۱)

اس نے جان بوجھ کر ملمع کاری اور مغالطہ سے کام لیا اور یہ کہا کہ وجوب ریاست کی دلیل غیبت کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ امامیہ کی دلیل یہ ہے کہ ایک بارعب اور صاحب تصرف رئیس کا وجود لوگوں کو قبائح سے دور رکھتا ہے اور اس کا وجود لطف ہے اور زمانِ غیبت کی وجہ سے تکلیف کو قبیح ہونا چاہیے تھا اب جب کہ امام کی عدم موجودگی کے باوجود تکلیف میں قباحت نہیں آتی تو اس کا مقصد یہ ہے کہ دلیل موجود ہے اور مدلول موجود نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ معترض نے ملمع کاری کی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ہم یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حالتِ غیبت میں دلیل امامت قائم ہے اور عام طور پر امام موجود نہیں لہٰذا یہ نقص ہے۔ جب کہ ہم یہ نہیں کہتے۔ وجودِ امام کے وقت ہماری جو دلیل ہے وہی حالتِ غیبت میں بھی ہماری دلیل ہے۔ دونوں حالتوں میں امام کا وجود لطف ہے۔

ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ زمانہ غیبت وجوبِ رئیس سے خالی ہے۔ اس کی بجائے ہم یہ کہتے ہیں کہ رئیس موجود ہے اور اگرچہ غیر متصرف ہے تو اس کی وجہ خود مکلف ہیں۔ ایسا نہیں کہ اس کا تصرف اس کے لطف سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ لطف کا سبب بھی قائم ہے۔

۱۔ یہ معترض کون تھا اس کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

یہ اعتراض بعینہ اس اعتراض کی مانند ہے کہ کوئی یہ کہے:

معرفت خدا لطف کیسے ہو سکتی ہے جب کہ کافر اللہ کی معرفت نہیں رکھتا۔ اب اگر کافر پر تکلیف قائم ہے جب کہ معرفت غیر موجود ہے لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ معرفت کسی بھی حال میں لطف نہیں ہے۔ اگر یہ لطف ہوتی تو نقض لازم آتا۔

ہمارا بادل والا جواب ان کے جواب معرفت کی مانند ہے کہ کافر پر معرفت کا لطف قائم ہے اگر وہ معرفت سے محروم ہے تو یہ سارا اسی کا اپنا ہی کیا دھرا ہے لہٰذا اس کے لیے لطف قبیح نہیں۔

اسی طرح اب ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ ریاست و حکومت مکلف کے لیے حالتِ غیبت میں بھی لطف ہے اور اس کے لیے خدا نے جو اہتمام کرنا تھا اس نے کر دیا اب اگر امام غیر متصرف ہے اور اختیارات سے عاری ہے تو اس کی ذمہ داری مکلفین پر عائد ہوتی ہے لہٰذا دونوں باتیں یکساں قرار پائیں گی۔

اس سلسلہ کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امامت کا فائدہ یہ ہے کہ تمہارے بقول وہ قبیح سے دور ہے اور غیبت کی وجہ سے وہ مقصود حاصل ہی نہیں ہوا اور اس کے وجود اور عدم میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے اور تمہاری حاصل غیبت کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی لہٰذا غیبت امام کے مختار اور متصرف ہونے سے مانع ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حاکم کا مقرر کرنا واجب شرعی ہے کیونکہ اس کے تقرر میں لطف مضمر ہے اور امام ان ذمہ داریوں کو ادا کرتا ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے مگر اس کے باوجود اہل حل وعقد میں استحقاق امامت رکھنے والے کے چناؤ کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان صرف فرق یہی ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ عقلی تقاضا ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ یہ شرعی تقاضا ہے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ارباب بست وکشاد کو امام کے چناؤ کا اختیار نہیں ہے تو اللہ اس کے عوض اور لطف فرماتا ہے جس سے اسقاط تکلیف واجب نہیں ہوتا اور شیوخ نے یہ بھی کہا ہے کہ شریعت میں نصب امام دنیاوی مصالح کے تحت واجب ہے اور اس کے لیے لطف غیر واجب ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ دنیاوی مصالح کی خاطر امام کے تعین کا نظریہ درست نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہے تو پھر اس کی امامت واجب ہی نہ ہوگی کیونکہ دین کو دنیا سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ امام جہاد کا اعلان کرتا ہے اور حکام کا تقرر کرتا ہے اور قاضیوں کو نصب کرتا ہے اور بیت المال کا نظام قائم کرتا ہے اور حدود و دیات کو قائم کرتا ہے۔ ان امور کا تعلق دین سے ہے اور ان کا ترک بھی جائز نہیں ہے۔ اگر امام کا تقرر صرف دنیاوی مصلحت کے تحت ہوتا تو اس کا تقرر واجب ہی نہ ہوتا۔

اس سلسلہ میں یہ کہنا کہ "اللہ اس کا متبادل انتظام کردے گا" یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو کسی بھی طرح نصب امام ضروری نہ ہوتا اور اس کا تعلق باب تخییر سے قرار پاتا جیسا کہ فرض کفایہ میں ہوتا ہے لیکن تعیین امام کا وجوب اس نظریہ کی تردید کی زندہ دلیل ہے۔

بہر نوع دونوں صورتوں میں معرفت لازم ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر کافر معرفت سے محروم رہے تو پھر اللہ اس کے متبادل کچھ اور سامان کردے گا لہٰذا ہر حالت میں معرفت واجب نہیں ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ ظلم کو دیکھ کر انسانی طبیعت میں جو نفرت اور گھن پیدا ہوتی ہے تو یہ دنیاوی معاملہ ہے اس کے لیے معرفت ضروری نہیں ہے، اس سے وجوب معرفت کا اسقاط واجب ہوتی ہے۔

اور اگر اس کے باوجود یہ کہا جائے معرفت کا کوئی متبادل نہیں ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ امام کا بھی کوئی متبادل نہیں ہے۔

ہم نے تلخیص الشافی میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اگر اس مقام پر یہ کہا جائے کہ فعل قبیح سے نفرت معرفت کی موجودگی میں دینی امر ہے تو ہم بھی وجود امام کے متعلق یہی موقف اختیار کریں گے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صاحب تصرف رئیس کا وجود یا تو پورے کا پورا اللہ پر واجب ہے یا پورے کا پورا ہم یعنی امت پر واجب ہے یا پھر اللہ پر اس کی ایجاد واجب ہے اور ہمارے اوپر اسے صاحب اختیار بنانا واجب ہے۔

اب اگر آپ امامیہ حضرات یہ موقف قائم کریں کہ یہ سب خدا کے ذمہ واجب ہے تو غیبت کی وجہ سے تمہارا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اس میں صاحب اختیار امام موجود نہیں ہے۔

اگر اگر یہ کہا جائے کہ یہ سب کچھ ہم پر واجب ہے تو پھر یہ تکلیف مالا یطاق (ناقابل برداشت ذمہ داری) ہے کیونکہ اس کی ایجاد ہمارے بس سے باہر ہے۔

اور اس قضیہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ایجاد اللہ کے ذمہ اور اسے طاقت فراہم کرنا ہمارے ذمہ ہے تو سوال یہ ہے کہ تمہارے پاس اس کی دلیل کیا ہے۔ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ہم وہ فعل کریں جو دوسروں کے لیے لطف ہو۔

بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زید پر امام کو طاقت فراہم کرنا اس لیے ضروری ہو کہ عمرو کو لطف حاصل ہو۔

یہ سب نقض اصول نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ صاحب اختیار امام کا وجود جب ثابت ہو کہ ہمارے حق میں لطف ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں تو اس کی ایجاد ہمارے بس میں نہیں ہے اور ہمیں اس کی ایجاد کا مکلف بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تکلیف ما لا یطاق (ناقابل برداشت ذمہ داری) ہے البتہ امام کو تقویت فراہم کرنا اور اس کی حکومت کو مضبوط بنانا ہمارے اور خدا کے اختیار میں ہے۔ اگر خدا ایسا نہ کرے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ امر اللہ کی بجائے ہم پر واجب ہے کیونکہ امام صاحب اختیار ہو گا تو اس سے غرض تکلیف کی تکمیل ہو گی۔ ہم نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ امام کے صاحب اختیار ہونے کا معاملہ خدا کا فعل ہوتا تو مخلوق مجبور ہوتی کہ وہ امام کی مخالفت نہ کر سکتے اور قدرت خداوندی امام کو دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھتی اور اس کی مدد کے لیے فرشتے اترتے اور اس سے تکلیف کی غرض ہی ساقط ہو جاتی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو تقویت فراہم کرنا ہمارا ہی فریضہ ہے اور اگر ہم یہ نہیں کرتے تو اس کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے۔ مخالفین کا یہ اعتراض بھی درست نہیں ہے کہ کسی دوسرے کے لیے لطف کو واجب کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس پر امام کی نصرت اور اس کی حکومت کی تقویت واجب ہے تو اس میں ایسی مصلحت ہے جو اس سے مخصوص ہے اگرچہ اس میں دوسروں کے لیے بھی کئی مصلحتیں ہو سکتی ہیں۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ انبیاء پر واجب ہے کہ وہ نبوت کے بوجھ کو برداشت کریں اور مخلوق تک اس پیغام کو پہنچائیں جس میں ان کی مصلحت ہے کیونکہ اس میں ان کی مصلحت ہے اگرچہ اس میں دوسروں کی مصلحت بھی مضمر ہے۔

جہاں تک مخالفین کے اس موقف کا تعلق ہے کہ امام کا انتخاب اہل حل و عقد کی ذمہ داری ہے۔ اس موقف کا جواب یہ ہے کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ارباب بست و کشاد کا

انتخاب کا فائدہ امت کے تمام افراد کو حاصل ہو گا اور کیا سارے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان پر ایسا فعل واجب ہے جس میں دوسروں کی مصلحت ہے۔

اس مقام پر مخالفین کا جو بھی جواب ہو گا وہی ہمارا بھی جواب ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آخر تم امامیہ حضرات نے یہ گمان کیوں کر رکھا ہے کہ حالت غیبت میں بھی امام کی ایجاد واجب ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی بجائے یہ کیوں نہ مان لیا جائے کہ وہ معدوم ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے واجب کہتے ہیں کہ اس کا تصرف چونکہ ہمارے لیے لطف ہے تو وہ لطف اس کے وجود اور ایجاد کے بعد ہی ممکن ہے اور اس کا ایجاد ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس صورت میں ہم یہ کہیں گے کہ اس کا بنانا اللہ کے اختیار میں ہے ورنہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ فعل لطف سے علت زائل ہو جائے گی تو یہ اللہ کی طرف سے ہو گا اور ہماری طرف سے نہیں ہو گا۔ اب اگر اللہ امام بنائے اور ہم اس کی طاقت فراہم نہ کریں تو یہ ہمارا قصور ہو گا لہٰذا تکلیف صحیح ہو گی اور پہلی صورت میں اچھی نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ امامیہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہمیں امام کی تقویت فراہم کرنا فرض ہے تو آخر آپ اس سے کیا چاہتے ہیں؟

کیا آپ ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم جا کر امام سے ملاقات کریں مگر یہ چیز اس کے وجود کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ اس وقت درست ہو گا جب امام ظاہر ہو یا ہم سب کو یا کچھ افراد کو اس کی جگہ کا علم ہو۔ اب اگر تم یہ کہو کہ ہماری طرف سے امام کو تقویت فراہم کرنے سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ ہم ان کی اطاعت پر کمربستہ رہیں اور امام کے ہاتھوں کو

مشہور کریں اور جب وہ ہمیں اپنی امامت کی دعوت دیں اور اپنے معجزہ کے ساتھ اپنی امامت کا ثبوت دیں تو ہم ان کی امر پر مدد کریں۔

اس کے جواب میں ہم آپ سے یہ کہیں گے کہ امام کی تقویت زمانہ غیبت میں بھی ہمارے لیے ممکن ہے۔ آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وجود امام کے بغیر ان کو تقویت پہنچانا ممکن نہیں ہے۔

سید مرتضی علی الصدری نے "الذخیرہ" میں اور ہم نے تلخیص الشافی میں یہ بیان کیا ہے کہ تصرف امام اور اقتدار امام کے متعلق ہمارے لطف کی تکمیل تین امور سے ہوتی ہے۔ ایک کا تعلق تو اللہ عزوجل سے ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ امام کو خلق فرمائے۔ دوسرے امر کا تعلق خود امام سے ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ امامت کی ذمہ داریوں کو اٹھائے اور انہیں ادا کرے۔

تیسرے امر کا تعلق ہم سے ہے اور وہ ہے آپ کی نصرت کا پختہ عزم کرنا اور آپ کی اطاعت کرنا۔

امامت کی ذمہ داریوں کا اٹھانا امام کے وجود کی فرع ہے کیونکہ اگر وجود ہی نہ ہو تو پھر ذمہ داری کیسی؟

امام کے وجوب قیام کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ امام کو پیدا کرے اور امام کا امامت کے بوجھ کو اٹھانا یہ اس کی فرع ہے اور ہماری طرف سے نصرت امام یہ دوسری فرع ہے کیونکہ ہم پر امام کی اطاعت تب واجب ہوگی جب امام موجود ہو اور وہ امامت کی ذمہ داریوں کو اٹھائے تو پھر ہم پر اطاعت امام واجب ہوگی۔

اس تحقیق کی موجودگی میں یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ وہ معدوم کیوں نہیں ہو سکتا؟ اس سلسلہ کے تحت اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا حسب ذیل دونوں صورتیں یکساں ہیں:-

۱۔ امام غائب اور پوشیدہ ہو جب خدا ہماری آمادگی اطاعت کو دیکھے تو اسے ظاہر کر دے۔

۲۔ یا امام معدوم ہو اور جب خدا دیکھے کہ افراد امت امام کی مدد کے لیے پرعزم ہیں تو اسے پیدا کردے۔

اس مفروضہ کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ امر اللہ تعالی کے لیے نامناسب ہے کہ وہ ہم پر اس کی نصرت و اعانت کو واجب کرے جو خود معدوم ہے کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے اس لیے امام کے وجود کا ہونا ضروری ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب خدا دیکھے کہ ہم امام کی نصرت پر آمادہ ہیں تو اس وقت امام کو پیدا کر دے کیونکہ بقول امامیہ امام کا ظہور تب ہوگا جب خدا امت کی آمادگی کو دیکھے گا۔ آخر ان باتوں میں فرق ہی کیا ہے؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ امام کے لیے وجوب تمکین اور ان کی اطاعت پر کربستگی کا ہمارے جملہ حالات میں واجب ہے اور تمکین اطاعت سے ان کے امر کی تعمیل ہے اور یہ تمام احوال میں ممکن ہے ورنہ تکلیف درست نہ ہوتی اور یہ بات تب درست ہوتی جب ہم تمام حالات میں امام کی اطاعت اور فرماں برداری کے لیے مکلف نہ ہوتے اور ان کی اطاعت ان کے ظہور پر واجب ہوتی جب کہ ہمارے پاس معاملہ اس کے برعکس ہے۔

وہ لوگ جو امام کے پردہ غیبت کی وجہ سے ان کے عدم وجود پر استدلال کرتے ہیں ان سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ذرا یہ بتائیں کہ بھلا یہ جائز کیوں نہ ہوگا کہ اللہ معرفت کی تکلیف دے اور ہماری ہے تو بھی کو دیکھ کر اس پر دلالت قائم نہ کرے اور پھر جب وہ

دیکھے کہ ہم پوری طرح سے آمادہ ہیں تو اس وقت دلائل قائم کر دے تو اس حالت میں کیا ہم یہ کہنے کے حق دار ہوں گے کہ غیر مرئی دلائل کے وجود اور ان کے عدم میں کیا فرق ہے۔ اب اللہ ہماری آمادگی دیکھتا تو معرفت کو پیدا کر دیتا اور اگر مخالفین یہ موقف اختیار کریں کہ ادلہ کا قائم کرنا اس تمکین کا حصہ ہے جیسا کہ قدرت ادراک ہے اور اس کے بغیر تکلیف صحیح نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ امام کی وجوب اطاعت کے لیے امام کی تمکین اس کے وجود کا حصہ ہے اور اگر امام موجود ہی نہیں ہے تو ہم اس کی اطاعت پر متمکن نہ ہوں گے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ادلہ موجود نہ ہوں تو ہم ان پر توجہ کرنے پر قادر نہ ہو سکیں گے لہٰذا دونوں معاملات یکساں قرار پائیں گے۔

اس تحقیق کے بعد تمام اعتراضات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنی کتابوں بالخصوص، تلخیص الشافی میں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ تحقیق مزید کے لیے تلخیص الشافی کا مطالعہ کریں۔ اس کے لیے دو مثالیں دی گئی ہیں:

۱۔ مثلاً اگر خدا ہم پر واجب کر دے کہ ہم ایک مخصوص کنویں کے پانی سے وضو کریں لیکن وہاں ڈول اور رسی موجود نہ ہو اور ہمیں یہ حکم دیا جائے کہ اگر تم کنویں کے پاس جاؤ گے تو میں تمھارے لیے رسی اور ڈول پیدا کر دوں گا، اس سے ہمارا عذر زائل ہو جائے گا۔ اب اگر ہم کنویں کے پاس ہی نہ جائیں تو یہ ہمارا قصور ہوگا، خدا کا قصور نہ ہوگا۔

۲۔ ایک مالک اپنے غلام سے کہتا ہے کہ جو کہ اس سے دور ہوتا ہے کہ بازار سے میرے لیے گوشت لیتے آنا۔ غلام کہتا ہے کہ میں آپ کا فرمان پورا نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس گوشت کی خریداری کے لیے رقم نہیں ہے۔ مالک کہتا ہے کہ جو تم قصاب کی

دکان پر پہنچو گے تو میں تمھیں رقم دے دوں گا۔ اس سے غلام کا عذر زائل ہو جائے گا۔ اب اگر غلام قصاب کی دکان پر ہی نہ جائے تو اس میں اس کا قصور ہوگا، مالک کا کوئی دوش نہ ہوگا۔

یہی حال ہماری تقویت فراہم کرنے کا ہے امام کے حالت ظہور میں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہماری طرف سے امام کی عدم تقویت ان کے عدم ظہور کا سبب ہے، اس کا سبب امام کا معدوم ہونا نہیں ہے۔

اگر ہم نے امام کو تقویت فراہم کی ہوتی تو وہ بھی ظاہر ہو گئے ہوتے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ گفتگو اس شخص کی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ وقتِ ظہور ہم پر امام کی تقویت ونصرت واجب ہے لیکن ہر حال میں واجب نہیں ہے اور ہم اس مثال پر اکتفا کرتے ہیں جو بیان کی گئی ہے کیونکہ اگر خدا عہد حاضر میں اس کا مطالبہ کرتا تو رسی اور ڈول بھی حال حاضر میں موجود ہوتے کیونکہ اس سے عذر ختم ہو جاتا لیکن جب اس نے کہا کہ جب تم کنویں کے قریب جاؤ گے تو میں رسی اور ڈول پیدا کر دوں گا۔ اس طرح سے مخاطب کنویں کے قریب جانے کا مکلف ہے وضو کا نہیں۔ اس حالت میں کنویں کے قریب جانا ہی کافی ہے کیونکہ وہ اس سے پانی بھرنے کا مکلف نہیں ہے اور پانی بھرنے کا مکلف تب ہوگا جب خدا اس کے لیے رسی اور ڈول پیدا کر دے گا۔ اسی طرح سے ہم پر ہر حالت میں امام کی اطاعت اور اسکی تمکین واجب نہ ہوگی اور اس کا وجود بھی واجب نہ ہوگا لیکن اب اس کی اطاعت ہر حالت میں واجب ہے اور ہم اس کی شرط سے بھی آگاہ نہیں ہیں اور کوئی خاص وقت بھی مقرر نہیں ہے تو ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ذات موجود ہوتا کہ تکلیف کی علت زائل ہو۔

اور آقا غلام کی مثال کا جواب بھی یہی ہے کہ مالک نے غلام کو دکان کے قریب

جائے کا مکلف بنایا تھا گوشت خرید کرنے کا نہیں کہا تھا۔ جب غلام اس قصاب کے قریب جائے گا اور مالک اسے گوشت خریدنے کا حکم جاری کرے گا تو مالک پر رقم کی ادائیگی واجب ہوگی۔

اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے قیامت تک آنے والوں کو مکلف بنایا ہے اور یہ واجب نہیں کہ وہ فعلاً موجود ہوں تاکہ علت زائل ہو سکے کیونکہ اللہ نے اب تکلیف نہیں دی ہے پھر جب خدا ان کو وجود میں لائے گا اور قدرت اور اسباب سے عدم تکلیف کی علت کو زائل کرے گا اور ان کے لیے ادلہ قائم کرے گا تو اس وقت انھیں مکلف بنائے گا۔

اس جواب سے مغالطہ کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب امام احکام الٰہی کے قیام اور امامت کی ذمہ داریوں کے پورا کرنے کا مکلف ہے تو اسے کیسے معدوم تصور کیا جا سکتا ہے۔ کیا کوئی دانش مند تکلیفِ معدوم کو درست قرار دیتا ہے؟

اس کی تکلیف کا ہماری تقویت فراہم کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم پر اس کو تقویت فراہم کرنا اس کے وجود کی فرع ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے۔

امام زمانہؑ کے وجود پر انگلیاں اٹھانے والوں کو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین برس تک شعب ابی طالب میں محصور رہے اور یہ تمام عرصہ اہل مکہ کی نگاہوں سے اوجھل رہے کسی شخص کی ان تک رسائی نہ تھی تو یہاں بھی آپ حضرات اپنے قیاس کو دہرائیں کہ تین سال کے لیے اللہ اپنے حبیب کو موت دے دیتا اور مخلوق پر اپنی تکلیف کو بھی ازراہِ لطف باقی نہ رکھتا؟

اسی طرح سے نبی اکرمؐ غار میں بھی تین دن تک پوشیدہ رہے تھے اب اگر اس کے جواب میں ہمارے ناقد یہ کہیں کہ نبی اکرم اس وقت چھپے تھے جب کہ وہ اپنی نبوت کا اعلان کر چکے تھے اور جب انھیں خطرہ لاحق ہوا تو وہ شعب ابی طالب میں مخفی ہو گئے تھے۔

اب ان کی طرف سے ہم بھی اپنے ناقدین سے کہیں گے کہ امام نے ایسے ہی غیبت اختیار نہیں کی تھی۔ آپ سے قبل آپ کے آبائے طاہرین آپ کی خبر دے چکے تھے اور جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے محسوس کیا کہ ان کے فرزند کی زندگی خطرات میں گھر چکی ہے تو انھوں نے اپنے فرزند کو پردہ غیبت کے سپرد کر دیا۔ لہٰذا شعب ابی طالب کی غیبت اور امام زمانہ کی غیبت دونوں ہی یکساں ہیں۔

اپنے ناقدین کے لیے ہم ایک مفروضہ پیش کرتے ہیں۔ فرض کریں کہ اللہ ایک شخص کے متعلق جانتا ہے کہ اس کی مصلحت اس میں مضمر ہے کہ اس کی طرف ایک مخصوص نبی کو مبعوث کیا جائے جو اس کے مصالح سے آگاہ کرے اور اس کے ساتھ دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ خدا یہ بھی جانتا ہے کہ اگر نبی کو اس کے پاس بھیجا گیا تو وہ اس نبی کو قتل کر دے گا اور اگر اسے جبراً نبی کے قتل سے منع کیا جائے تو یہ اس کے لیے خرابی ہے یا اس کے غیر کے لیے۔

اس صورت میں یہ بتایا جائے کہ کیا اس شخص کو مکلف بنانا درست ہے اور اس کی طرف نبی بھی نہ بھیجا جائے یا پھر اسے مکلف ہی نہ بنایا جائے اگر جواب یہ دیا جائے کہ اسے مکلف ضرور بنایا جائے لیکن نبی کو اس کے پاس نہ بھیجا جائے۔

ہم کہیں گے کہ اسے مکلف بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے جب کہ اس کے لیے مقرر شدہ لطف تو منظر عام پر ہی نہیں آ رہا۔

اس کے جواب میں اگر ناقد یہ کہیں کہ اس میں اس کا اپنا قصور ہے تو ہم کہیں گے

کہ ابھی تو اس نے کچھ کیا ہی نہیں ہے صرف علم ہے کہ اللہ اسے تمکین نہ دے گا اور علم کی وجہ سے اس کی تکلیف ارتفاع لطف کے باوجود درست نہیں ہے۔ اگر یہ درست ہے تو پھر یہ بھی درست ہوگا کہ اسے اس بات کا مکلف بنایا جائے جس پر دلیل نہیں ہے جب کہ معلوم ہو جائے کہ اسے اس میں مہلت نہ دی جائے گی اور یہ باطل ہے۔

اب چار و نا چار یہ کہنا پڑے گا کہ اس کی طرف نبی کا بھیجنا ضروری ہے اور اس میں نبی کی اطاعت ضروری ہے تا کہ اس کی علت کا ازالہ ہو سکے۔ اب یا تو جو منافی تکلیف نہ ہو اس امر کو اس سے روک دیا جائے یا پھر اسے نبی کے قتل پر متمکن ہی نہ ہونے دیا جائے اور اس طرح سے عدم وصول کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہو گی اور غیبت میں امام کے ساتھ ہمارا حال بھی یہی ہے۔

اگر کہا جائے کہ یہ ضروری ہے کہ اسے یہ بتایا جائے کہ اس شخص کی بعثت میں اس کے لیے مصلحت ہے اور یہ کہ اس کی زبان سے بتایا جائے گا تا کہ معلوم ہو کہ یہ سب اس کا کیا دھرا ہے۔

ہم کہیں گے کہ اسی طرح سے اللہ نے ہمیں اپنے نبی اور آئمہ ہدیٰ (علیہم افضل الصلاۃ والسلام) کی زبان سے ہمیں اس کے مقام سے آگاہ کر دیا ہے اور ہم پر اس کی اطاعت کو واجب کیا ہے اگر ہمیں یہ سب کچھ نہ بتایا گیا ہوتا تو ہم یہ سمجھتے کہ یہ ہمارا اپنا کیا دھرا ہے لہٰذا دونوں امور یکساں ہیں۔

اصل ثانی

وہ چیز جو اصل ثانی یعنی امام کے یقینی معصوم ہونے کا مسئلہ ہو تو اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم امام کے اس لیے ضرورت مند ہیں کہ ہم غیر معصوم ہیں۔ اگر مخلوق معصوم ہوتی تو امام

معصوم کی ضرورت ہی نہ ہوتی لوگ چونکہ غیر معصوم ہیں اس لیے وہ امام معصوم کے ضرورت مند ہیں۔

اس سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ ہمارے احتیاج کی وجہ ہماری عدم عصمت ہے۔

اسکی مثال یوں سمجھے کہ ہر فعل اپنے حدوث کے لیے اپنے فاعل کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ جس کا حدوث صحیح ہو تو وہ اپنے وقوع پذیر ہونے کے لیے فاعل کا ضرورت مند ہوتا ہے اور جس کا وقوع پذیر ہونا ہی درست نہ ہو تو وہ فاعل سے مستغنی ہوتا ہے۔

اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ہر وقوع پذیر ہونے والی چیز اپنے فاعل کی محتاج ہوتی ہے۔

اس مثال کے تحت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر غیر معصوم، معصوم امام کا محتاج ہے ورنہ علت ہی ختم ہو جائے گی۔ اگر امام ہی غیر معصوم ہو تو اس صورت میں علت حاجت قائم رہے گی اور وہ غیر معصوم امام پھر کسی معصوم امام کا محتاج ہوگا اور اس طرح سے یکے بعد دیگرے لا تعداد اماموں کی ضرورت محسوس ہوگی۔ آخر کار معاملہ کسی معصوم امام پر جا کر ختم ہوگا اور یہی ہماری مراد ہے۔

اس موضوع پر ہم نے اپنی کتابوں میں تفصیلی بحث کی ہے اسی لیے زیادہ سوالات سے ہم اجتناب کر رہے ہیں اور اس بیان کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

اصل ثالث

اس سلسلہ کا تیسرا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ حق اس امت سے خارج نہیں ہے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جس پر ہمارا اور ہمارے مخالفین کا اتفاق ہے البتہ یہ علیحدہ مسئلہ ہے کہ اس کی

ملت میں اختلاف ہے۔

ہمارے مخالف اپنے مخصوص دلائل کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ اجماع حجت ہے اس لیے انحراف کی گنجائش نہیں ہے۔

جب یہ اصول ثابت ہیں تو ان سے صاحب الزمان کی امامت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جس کی عصمت یقینی ہو اور ہر شک وشبہ سے پاک ہو تو اس کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا جائے گا کہ وہ امام ہے۔

جس کی عصمت یقینی ہو تو اس کی امامت میں اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ کیسانیہ، ناووسیہ اور واقفیہ جیسے سالک قطعی العصمت کی امامت میں اختلاف کرتے ہیں لیکن ان کے نظریات کے بطلان پر دلائل قائم ہیں اور جب ان کے اقوال کے فساد کو ہم واضح کریں گے تو صاحب الزمان علیہ السلام کی امامت خود بخود ثابت ہو جائے گی۔ کیسانیہ حضرت محمد بن حنفیہ کی امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن ان کا نظریہ حسب ذیل دلائل سے باطل ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ اگر حضرت محمد بن الحنفیہ یقینی معصوم ہوتے تو ان کی امامت پر نص صریح کا ہونا واجب تھا کیونکہ نص کے بغیر کسی کی عصمت کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور لطف یہ ہے کہ کیسانیہ فرقہ نص صریح کا مدعی نہیں ہے اس کی بجائے وہ کمزور امور سے تمسک کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ شبہ میں مبتلا ہوئے ہیں لیکن ان باتوں سے نص کا اثبات نہیں ہوتا۔ مثلاً وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ جمل میں انھیں پرچم عطا کیا تھا اور ان سے یہ فرمایا تھا "انت ابنی حقا" تو واقعی میرا فرزند ہے۔ جبکہ حسنین کریمین بھی تو آپ کے ہی فرزند تھے۔ ان الفاظ سے ابن حنیفہ کی امامت کسی طور بھی ثابت نہیں ہوتی اس سے

صرف ان کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں علمائے شیعہ نے یہ روایت کی ہے کہ ابن حنیفہ اور امام علی زین العابدین علیہ السلام میں استحقاق امامت کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ دونوں نے حجر اسود کو اپنا فیصل اور حکم تسلیم کیا تھا۔ حجر اسود نے امام زین العابدینؑ کی امامت کی گواہی دی تھی یہ معجزہ دیکھ کر ابن حنیفہ نے امام زین العابدینؑ کی امامت کو تسلیم کر لیا تھا اور اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئے تھے۔

حجر اسود کا فیصلہ

۱۔ اس روایت کی تفصیل یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدینؑ سے امامت کے متعلق نزاع کیا تھا۔ (۱)

امام زین العابدین نے اپنے استحقاق امامت کو بیان کیا اور قرآن کریم کی آیت **ولوا الارحام بعضهم اولی ببعض** (انفال/۷۵) سے استدلال کیا اور فرمایا کہ اس آیت سے میری اور میری ذریت کی امامت ثابت ہوتی ہے۔

بعد ازاں امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

چچا جان! آیے ہم دونوں حجر اسود سے فیصلہ لیتے ہیں۔

محمد بن حنفیہ نے کہا کہ ایک بے جان پتھر ہمارے درمیان کیا فیصلہ کرے گا؟

آپ نے فرمایا چچا جان! چلیں وہ ضرور فیصلہ کرے گا۔

اس کے بعد دونوں بزرگوار حجر اسود کے پاس آئے، امام زین العابدینؑ نے

۱۔ اصل میں یہ نزاع نہ تھا کچھ لوگ ابن حنفیہ کو امام ماننے لگ گئے اس لیے انھوں نے چاہا کہ اس کا واضح فیصلہ ہو جائے تاکہ لوگ مغالطہ میں آ کر ان کی امامت کا عقیدہ نہ بنا لیں۔ (من المترجم عفی عنہ)

فرمایا

چچا جان! آپ آگے بڑھیں اور اس سے کلام کریں۔

ابن حنفیہ آگے بڑھے کلام کیا لیکن حجر اسود سے کوئی جواب نہ آیا۔

پھر امام زین العابدینؑ آگے بڑھے اور آپؑ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اللهم انی اسئلک باسمک المکتوب فی سرادق العظمة.

خدایا! میں تجھ سے تیرے اس نام کے ذریعہ سے سوال کرتا ہوں جو سراپردہ عظمت میں لکھا ہے کہ اس پتھر کو بولنے کی قوت عطا فرما۔

پھر آپؑ نے براہ راست حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اسئلک بالذی جعل فیک مواثیق العباد واشهادة لمن وافاک لما اخبرت لمن الامامة والوصية.

میں تجھے اس ذات کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تیرے اندر بندوں کے میثاق رکھے ہیں اور جس نے تجھے میثاق پورا کرنے والوں کا گواہ مقرر کیا ہے تو واضح کر کہ ہم میں امامت وصیت کا حقدار کون ہے؟

اس پر حجر اسود کانپنے لگا اور یوں لگا کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا، پھر اللہ نے اسے بولنے کی قوت عطا کی۔ اس نے کہا،

محمد! امامت کا عہدہ علی بن الحسین کے سپرد کر دے۔

اس گواہی کے بعد محمد بن حنفیہ اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو گئے اور امام زین العابدینؑ کی امامت کی گواہی دی۔ (۱)

۱۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے بحار الانوار کی جلد ۴۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۔ شیعہ امامیہ کے ہاں حضرت علی اور حسنین کریمین سے متواتر احادیث موجود ہیں جن میں محمد بن حنفیہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

۳۔ علمائے عامہ وخاصہ سے بارہ آئمہ کی امامت پر احادیث منقول ہیں اب جو بھی احادیث کے تحت بارہ آئمہ کی امامت کو تسلیم کرے تو اسے محمد بن حنفیہ کی وفات اور امام صاحب الزمان تک سلسلہ امامت کا اقرار کرنا پڑے گا۔

۴۔ یہ فرقہ دنیا سے مکمل طور پر مٹ چکا ہے۔ ہمارے دور میں بلکہ ہم سے پہلے دور میں بھی اس کا وجود نہیں ہے اگر یہ فرقہ سچا ہوتا تو اس کا نام ونشان یوں کبھی نہ مٹتا۔

اگر فرقہ کیسانیہ کا کوئی خیر خواہ یہ کہے کہ آپ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ یہ فرقہ مٹ چکا ہے۔ عین ممکن ہے کہ کہیں دور دراز علاقوں میں اس کے پیروکار موجود ہوں۔

اسی طرح سے یہ بھی ممکن ہے کہ حسن بصری کے اس نظریہ کے ماننے والے بھی دنیا میں کہیں نہ کہیں موجود ہوں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب منافق ہے اس لیے اس فرقہ کے مٹ جانے کا دعویٰ درست نہیں ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اس طرح کے شاذ نظریات کسی زمانہ میں بھی ابھرے تھے لیکن بعد میں وہ نابود ہو گئے تھے۔ مثلاً ابو طلحہ انصاری کا یہ نظریہ تھا کہ اولے کھانے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔

اور حذیفہ اور اعمش کا نظریہ تھا کہ طلوع آفتاب تک روزہ دار کے لیے کھانا پینا جائز ہے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ نظریات مٹ گئے۔

اسی طرح سے ایک زمانہ میں ابن حنفیہ کی امامت کا نظریہ سامنے آیا تھا لیکن اب یہ عقیدہ تاریخ کے بوسیدہ اوراق میں ہی دکھائی دیتا ہے۔

اسی طرح سے وفات پیغمبرؐ پر انصار نے اپنے لیے خلافت کا دعویٰ کیا تھا لیکن مہاجرین کے سامنے ان کی ایک نہ چلی تھی اور انصار اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اب طویل عرصہ کے بعد کوئی شخص یہ نظریہ پیش کرے کہ امامت انصار کا حق ہے اور ہمیں ممکن ہے کہ روئے زمین پر کوئی شخص یہ نظریہ بھی رکھتا ہو تو کیا اس نظریہ کی پذیرائی کی جائے گی؟

اب جو اس کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے نظریہ میں اجماع اس لیے حجت ہے کہ اس میں امام معصوم شامل ہوتا ہے۔ آپ حضرات یہ واضح کریں کہ آپ کو کیسے پتا چلے گا اقوال امت میں قول امام بھی شامل ہے۔ اس امر کا امکان بھی موجود ہے کہ قول امام سب سے منفرد ہو پھر آپ اجماع کو حجت کیوں مانتے ہیں۔

ہم کہیں گے کہ امام علمائے امت میں شامل ہوتا ہے اسی لیے ضروری ہے کہ اس کا قول (یا اس کی رضا) اقوال علماء میں موجود ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ امام اپنی انفرادی رائے کا اظہار کرے اس لیے ہم خود بخود سمجھ جائیں گے کہ امام کا قول اقوال علماء میں موجود ہے البتہ علماء میں اختلاف ہو پھر حجیت اجماع قائم نہ ہوگی۔

جب ہم امت اسلامیہ کے علماء کے اقوال کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ایک عالم ایسا دکھائی نہیں دیتا جو کیسانیہ یا واقفیہ جیسے مذاہب کی تائید کرتا ہو۔

ناووسیہ بھی ایک گمراہ فرقہ تھا جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آپ زندہ ہیں۔ آپ کی وفات نہیں ہوئی اور آپ ہی مہدی ہیں۔ ان لوگوں کا نظریہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ ہم سب جانتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی اور ان سے ان کے آباؤ اجداد کی بھی وفات ہوئی تھی اور اس سے پہلے

امیر المومنین بھی شہید ہوئے تھے اس سے پہلے حبیب خدا کی بھی ہوئی تھی۔

اگر اس کے باوجود امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات بھی یقینی نہیں ہے تو پھر دنیا میں کسی کی وفات بھی یقینی نہیں ہے۔

البتہ کچھ غلاۃ اور مفوضہ ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے حضرت علی اور حضرت امام حسین (علیہما افضل الصلوات والسلام) کی شہادت کا انکار کیا تھا۔ یقیناً یہ نظریات سفسطہ پر مبنی ہیں۔

مناسب مقام پر ہم اس پر تفصیلی بحث کریں گے۔

فرقہ واقفیہ کے متعلق گفتگو

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی المناک شہادت کے بعد آپ کے ہی چند خائن وکلاء نے مال امام کھانے کی غرض سے یہ موقف اپنایا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی اور وہ زندہ ہیں اور امت اسلامیہ کے وہی مہدی ہیں۔ ان لوگوں نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا انکار کیا تھا۔

یہ مذہب سراسر باطل ہے کیونکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ان کے آباؤ اجداد کی طرح سے انتہائی مشہور و معروف ہے۔ اگر واقفیہ سچے ہیں تو پھر کیسانیہ، ناووسیہ ---------- بھی سچے ہیں۔ حالانکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت اتنی مشہور ہے کہ آپ کے آباء کی شہادت بھی اتنی مشہور نہیں ہیں کیونکہ آپ کی شہادت کے بعد قاضیوں اور گواہوں کو لایا گیا اور بغداد کے پل پر یہ صدا دی گئی کہ لوگو! یہ اس کا جنازہ ہے جسے روافض اپنا امام مانتے ہیں، دیکھ لو یہ طبعی موت مرے ہیں۔

چنانچہ معززین شہر کو آپ کا جنازہ دکھایا گیا تھا۔ اتنی بڑی شہرت کے بعد آپ کی

موت کو مشکوک بنانا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔

یونس بن عبدالرحمن راوی ہیں کہ حسین بن علی علیہ السلام والی حضرت ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) کے جنازہ میں شامل ہوئے۔ اس کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام کے جنازہ کو پل کے کنارے رکھا گیا تو اس وقت سندی بن شاہک کا ایک قاصد آیا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ امام کے جنازہ کا چہرہ کھول کر لوگوں کو دکھائیں تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ پہنچے ہیں ان پر کوئی تشدد نہیں کیا گیا، امام علیہ السلام کے چہرے سے کپڑا اٹھایا گیا۔ میں نے اپنے مولا علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا اور اچھی طرح سے پہچانا۔ پھر چہرہ ڈھانپ دیا گیا اور آپ کو قبر میں داخل کیا گیا۔

محمد بن عیسیٰ بن عبدالعبیدی راوی ہیں کہ مجھ سے علی بن یقطین کی کنیز رحیم خاتون نے بیان کیا۔ وہ ایک فاضلہ خاتون تھیں۔ انھوں نے بیس سے زیادہ حج کیے تھے اور اس خاتون نے ابوالحسن علیہ السلام کے غلام سعید سے بیان کیا۔ وہ زندان میں امام علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کے ضروری کام سرانجام دیتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی موت کے وقت میں ان کے پاس موجود تھا اور ان کی ایسے ہی وفات ہوئی جیسا کہ اور لوگوں کی موت واقع ہوتی ہے یعنی قوت سے ضعف پیدا ہوا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

محمد بن خالد البرقی نے محمد بن غیاث مہلبی سے روایت کی ہے کہ جب ہارون الرشید نے ابو ابراہیم حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کیا اور آپ نے زندان میں دلائل و معجزات دکھائے تو رشید حیران رہ گیا۔ اس نے یحییٰ بن خالد برمکی کو بلایا اور اس سے کہا۔

ابو علی! کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم ان عجائب سے کس قدر دوچار ہوئے ہیں۔ تم اس شخص

کے لیے ایسی تدبیر کرو کہ ہم اس کی فکر سے آزاد ہو جائیں۔

یحییٰ بن خالد برمکی نے کہا کہ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ قیدی پر احسان کریں اور اس کی رشتہ داری کا خیال رکھیں۔ یحییٰ نے یہ مشورہ اس لیے دیا تھا کہ وہ امام سے محبت کرتا تھا اور ہارون کو اس کا علم نہ تھا۔

ہارون نے کہا کہ اچھا تم ان کے پاس جاؤ اور ان کی بیڑیاں کھول دو اور میری طرف سے انھیں سلام پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ آپ کے ابن عم کا آپ کے لیے پیغام ہے کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ آپ کو اس وقت تک رہائی نہ دوں گا جب تک آپ میرے سامنے یہ اقرار نہ کریں گے کہ میں نے ہارون سے برائی کی ہے اور اب اس سے معافی چاہتا ہوں۔

یحییٰ! ان سے جا کر یہ کہو کہ اس اقرار سے آپ کی شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یحییٰ! ان سے کہو کہ وہ یہ اقرار میری بجائے تیرے سامنے ہی کر دے۔

اگر موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنی غلطی کا اعتراف کر لے تو میری قسم پوری ہو جائے گی اور میں انھیں آزاد کر دوں گا۔ محمد بن غیاث کہتے ہیں کہ یحییٰ بن خالد کے بیٹے موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب یحییٰ امام علیہ السلام کے پاس یہ پیغام لے کر گیا تو امام علیہ السلام نے یحییٰ سے فرمایا:

ابو علی! میں مرنے والا ہوں۔ میری موت میں ایک ہفتہ باقی رہ گیا ہے۔ اس خبر کو پوشیدہ رکھنا اور جمعہ کے روز زوال کے وقت میرے پاس آنا اور تم اور میرے دوست میری جنازہ کی نماز پڑھیں اور دیکھو جب یہ طاغوت (ہارون) رقہ جائے (۱) اور وہاں سے جب یہ عراق واپس آئے گا تو یہ تجھے نہ دیکھ پائے گا تو بھی اسے نہیں دیکھ سکے گا۔ میں نے تمھارے اور تمھاری اولاد اور ہارون کے ستاروں کا جائزہ لیا ہے اور مجھے دکھائی دیتا ہے

(۱) رقہ ایک شہر ہے جو کہ موجودہ وطن شام میں ہے اور ترکی کے بارڈر کے قریب ہے۔

کہ تم پر حملہ کرے گا اس سے بچتے رہنا۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ابو علی! میری طرف سے اسے یہ پیغام پہنچانا اور اس سے کہنا کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کہتا تھا کہ جمعہ کے دن میرا قاصد تیرے پاس آئے گا اور تجھے ان باتوں کی خبر دے گا جنہیں تو دیکھے گا۔

کل تجھے معلوم ہوگا جب میں اور تو خدا کے حضور پیش ہوں گے اس وقت تجھے پتہ چلے گا کہ ہم میں سے ظالم کون ہے اور دوسرے پر زیادتی کرنے والا کون ہے! والسلام

یحییٰ! آپ کے پاس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور چلتا ہوا ہارون کے پاس آیا اور امام کی گفتگو سے اسے آگاہ کیا۔

ہارون نے استہزائیہ انداز میں کہا کہ اگر چند روز تک یہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے تو خیر سمجھو۔

جب جمعہ کا روز ہوا تو حضرت موسیٰ کاظمؑ کی وفات ہوگئی اور اس سے پہلے ہارون مدائن کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ امام کا لاشہ لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا سب لوگوں نے امام کے چہرے کو دیکھا پھر آپ کو دفن کیا گیا اور لوگ واپس چلے گئے اور ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ امام کی وفات ہو چکی ہے اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ ان وفات نہیں ہوئی۔

احمد بن عبدون راوی ہیں کہ مجھ سے ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے احمد بن عبید اللہ بن عمار نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے علی بن محمد نوفلی نے بیان کیا۔ اس نے اپنے والد سے روایت کی۔

اصفہانی نے کہا کہ مجھ سے احمد بن محمد بن سعید نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسن علوی نے بیان کیا۔ ان دو کے علاوہ امام کے قصہ کے کچھ حصہ کو اور لوگوں نے بھی بیان کیا۔ ان تمام ٹکڑوں کو جمع کر کے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کی وجہ اور شہادت:

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کی وجہ یہ تھی کہ ہارون نے اپنے بیٹے محمد بن زبیدہ یعنی ابن الرشید کی تعلیم کے لیے جعفر بن محمد بن اشعث کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ (۱)

اس پر یحییٰ بن خالد برمکی کو حسد ہوا اور اس نے کہا کہ اگر خلافت امین کو منتقل ہو گئی تو میری اور میری اولاد کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس نے جعفر بن محمد کے خلاف سازش تیار کی جب کہ جعفر امام موسیٰ کاظم کی امامت کا عقیدہ رکھتا تھا۔ (۲)

چنانچہ یحییٰ نے جعفر بن محمد سے دوستی قائم کی اور اس کے گھر آنے جانے لگا اور یوں اس کے عقائد سے آگاہی حاصل کر کے رشید کو خبر دینے لگا اور کچھ باتیں خود اپنی طرف سے گھڑ کر اس سے منسوب کرتا تھا۔

پھر اس نے ایک دن اپنے ایک باوثوق شخص سے کہا کہ میرے لیے آل ابو طالب سے کسی شخص کو تلاش کرو جو مفلس ہو اور میرے انعام کے لالچ میں آ کر موسیٰ کاظمؑ کے خلاف باتیں کرے۔

۱۔ یہ شخص اصبان بن اوس خزاعی صحابی کی نسل میں سے تھا جنہیں مکلم الذئب یعنی بھیڑیے سے باتیں کرنے والا کہا جاتا ہے۔

۲۔ جعفر بن محمد امامت کا قائل کیوں ہوا اس کی تفصیل بحار جلد 74/47 میں بصائر الدرجات کے حوالے سے مذکور ہے۔

یحیٰ کو بتایا گیا کہ اس کام کے لیے علی بن اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام انتہائی موزوں ہے۔ یحیٰ بن خالد نے اس کے پاس کچھ رقم روانہ کی۔ حضرت موسیٰ کاظم اپنے اس بھتیجے سے پیار کرتے تھے اور اس سے مالی تعاون کرتے تھے۔ بعض دفعہ اس کو اپنے رازوں سے آگاہ کرتے تھے۔

یحیٰ برمکی نے علی بن اسماعیل کو خط لکھا کہ آپ ہمارے پاس بغداد آئیں۔ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو علم ہوا تو آپ نے بھتیجے سے فرمایا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا میں بغداد جا رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: بغداد جا کر کیا کرو گے؟

اس نے کہا کہ میں مقروض ہوں اور مفلس ہوں۔

تب آپؑ نے فرمایا کہ تمھارا قرض میں ادا کروں گا اور تمھاری ضروریات پوری کروں گا لیکن اس نے آپ کی بات نہ مانی۔

امام نے فرمایا: اچھا اگر تمھیں جانا ہی ہے تو میرے بچوں کو یتیم نہ کرنا۔

امامؑ نے اس کے لیے تین سو دینار اور چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب وہ جانے کے لیے اٹھا تو امام علیہ السلام نے قریب بیٹھے ہوئے افراد سے کہا کہ یہ شخص میرے خون میں ہاتھ رنگے گا اور میری اولاد کو یتیم کرے گا۔ حاضرین نے کہا کہ اگر آپ اس کی حقیقت سے واقف ہیں تو پھر اس پر یہ سب کرم کیوں کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی، انھوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول اکرمؐ کی یہ حدیث بیان کی۔ رسول خداؐ نے فرمایا:

جب رشتہ دار سے صلہ رحمی کی جائے اور وہ صلہ رحمی کے بعد قطع رحمی کرے تو اس

رشتہ کو خدا کاٹ دیتا ہے۔

الغرض علی بن اسماعیل مدینہ سے روانہ ہو کر بغداد گیا اور یحیٰ بن خالد کے پاس گیا۔ اس نے اس سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات دریافت کیے اور رشید کو ان سے آگاہ کیا۔ بعد ازاں یحیٰ اسے ہارون رشید کے پاس لے گیا۔ اس نے رشید سے کہا کہ مشرق و مغرب سے دولت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس جمع ہو رہی ہے اور انھوں نے دولت کے لیے بہت سے مکانات بنائے ہوئے ہیں جہاں وہ دولت جمع کرتے ہیں۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے تیس ہزار دینار کی جائیداد خریدی اور اس کا نام یسیرہ رکھا ہے اور اس کی نقد ادائیگی کی۔

ہارون نے اس کے لیے دو لاکھ درہموں کا حکم دیا۔

علی بن اسماعیل نے کہا کہ مجھے یہ رقم نقد ادا کریں۔

الغرض جب اس کے لیے نقد دولت جمع کر کے اس کے پاس لائی گئی تو اس وقت وہ خونی پیچش میں مبتلا تھا اور زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اسے کہا گیا کہ تمھاری رقم تیار ہے۔

اس نے کہا کہ اب یہ رقم لے کر کیا کروں گا اب تو مر رہا ہوں۔ الغرض وہ مر گیا۔

اس سال رشید نے حج کیا وہ پیغمبر اکرمؐ کی قبر مطہر پر آیا اور کہا:

یا رسول اللہ! میں ایک کام کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ میں موسیٰؑ بن جعفرؑ کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ آپ کی امت میں اختلاف پیدا کرنا چاہتا ہے اور امت میں خونریزی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے امام علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دیا۔

امام کو مسجد سے گرفتار کیا گیا۔ مدینہ سے دو محمل تیار ہوئے ایک کوفہ کو روانہ کیا گیا اور دوسرا محمل بصرہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس حرکت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ امام کو کہاں رکھا گیا ہے۔ امام علیہ السلام کو بصرہ لایا گیا اور بصرہ کے حاکم عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے حوالے کیا گیا جہاں امام نے پورا سال قید میں بسر کیا۔ پھر عیسیٰ بن جعفر نے ہارون کو خط لکھا کہ اپنا قیدی مجھ سے سنبھال لو اور جس کی تحویل میں دینا چاہو دے دو۔ اگر تم نے قیدی واپس نہ لیا تو میں اسے رہا کر دوں گا۔ میں نے پوری کوشش کی کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت تلاش کر سکوں لیکن مجھے کوئی ثبوت نہیں ملا۔ میں سمجھتا تھا کہ قیدی مجھے یا تجھے بددعا دیتا ہوگا لیکن قیدی نے کبھی بددعا نہیں کی۔ وہ ہمیشہ خدا سے رحمت و مغفرت کا سوال کرتا رہتا ہے۔ (۱)

الغرض ہارون نے عیسیٰ سے امام کو واپس لیا اور بغداد میں فضل بن ربیع کی قید میں دے دیا۔ آپ طویل عرصہ تک فضل کی قید میں رہے۔ ہارون نے فضل بن ربیع سے کہا کہ وہ قیدی کا کام تمام کر دے لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

ہارون نے امام علیہ السلام کو فضل بن یحییٰ کی قید میں دے دیا اور اس سے بھی یہی کہا کہ امام کی زندگی کا چراغ گل کر دے لیکن اس نے بھی ہارون کا حکم نہ مانا۔

ہارون کو علم ہوا کہ فضل بن یحییٰ نے امام کو اپنے ہاں پورے عزت و احترام سے ٹھہرایا ہوا ہے اور انھیں ہر طرح کی سہولت فراہم کی ہوئی ہے۔ اس وقت ہارون رقّہ میں تھا۔ یہ سن کر ہارون کو سخت غصہ آیا اور اس نے اپنے خصوصی معتمد مسرور خاں کو واقعات کی تحقیقات کے لیے بغداد بھیجا اور اس نے عباس بن محمد اور سندی بن شاہک کے نام بھی خطوط

۱۔ اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ ہارون نے عیسیٰ کو لکھا کہ قیدی کو قتل کر دو لیکن عیسیٰ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہارون نے اپنا آدمی بھیج کر قیدی کو بغداد طلب کیا۔

روانہ کیے۔

مسرور بغداد آیا اور سیدھا فضل بن یحییٰ کے پاس گیا جہاں امام قید تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہاں امام کو ہر طرح کی آسائش حاصل ہے۔ پھر اس نے عباس بن محمد اور سندی بن شاہک کو ہارون کے خطوط دیے۔ اس کے بعد اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو فضل کی نگرانی سے نکالا اور سندی بن شاہک کے سپرد کیا۔

امام کے ساتھ نیک سلوک روا رکھنے پر فضل بن یحییٰ کو ایک سو کوڑے مارے گئے۔ مسرور نے سارے حالات ہارون کو لکھ بھیجے۔ ہارون نے دربار میں کہا کہ لوگو! فضل بن یحییٰ نے میری نافرمانی کی ہے۔ میں اس پر لعنت کرتا ہوں تم بھی اس پر لعنت کرو۔ پورے دربار سے لعنت لعنت کی صدائیں بلند ہوئیں۔

فضل کے باپ یحییٰ بن خالد کو حالات کا علم ہوا تو وہ عقبی دروازہ کو عبور کر کے ہارون کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ہارون کو علم نہ ہوا کہ یحییٰ اس کے عقب میں آ کر کھڑا ہے۔ اس نے ہارون سے کہا: امیر المومنینؑ! آپ میری طرف توجہ فرمائیں۔

ہارون نے گھبرا کر دیکھا۔ یحییٰ نے کہا کہ فضل نوجوان ہے آپ کے ارادوں کی تکمیل میں کروں گا۔ یہ سنا تو ہارون کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ فضل نے میری نافرمانی کی۔ میں نے اس پر لعنت کی اب وہ توبہ کر چکا ہے۔ میں نے اسے معاف کر دیا ہے اب اس سے دوستی کا اظہار کرو۔

حاضرین کی صدائیں بلند ہوئے کہ ہم آپ کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔

پھر یحییٰ بن خالد نے سندی کو بلایا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اس کی تحویل میں

دیا۔ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہونے لگی تو آپ نے سندی سے فرمایا کہ عباس بن محمد کے پاس میرا ایک غلام رہتا ہے اسے یہاں بلاؤ۔

اسے بلایا گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میری وفات کے بعد مجھے غسل دینا۔ سندی نے کہا کہ ہم آپ کو کفن پہنائیں گے۔

امام نے فرمایا کہ مجھے تمہارے کفن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری عورتوں کا حق مہر اور ہمارے حج کے اخراجات اور ہمارے مُردوں کے کفن ہمارے پاکیزہ مال سے دیے جاتے ہیں۔ میرے پاس میرا کفن موجود ہے۔

جب امام علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو سندی اس وقت کے علماء، فقہاء اور معززین شہر کو لے آیا۔ ان میں ہیثم بن عدی بھی شامل تھا۔ سب نے امام کی لاش کو دیکھا اس پر تشدد کے نشانات موجود نہیں تھے۔ سب نے اس کی گواہی دی۔ آپ کے جنازہ کو زندان سے نکال کر پل بغداد پر رکھا گیا اور منادی نے یہ ندا دی:۔ (۱)

لوگو! یہ موسیٰ بن جعفر کی لاش ہے۔ یہ مر چکا ہے۔ اسے اچھی طرح سے دیکھو۔

لوگ آ کر آپ کا چہرہ دیکھتے تھے۔

ایک طالبی نے مجھے خبر دی کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جنازہ پر یہ اعلان کیا گیا۔

لوگو! یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا جنازہ ہے جس کے متعلق روافض یہ گمان کرتے تھے کہ یہ نہیں مریں گے۔ آؤ آ کر اسے دیکھو۔ لوگ آئے اور آپ کے جنازہ کو دیکھا۔

پھر آپ کا جنازہ واقع کر مقابر قریش (موجودہ کاظمین) میں لایا گیا۔ آپ کی قبر

۱۔ ہیثم بن عدی بن عبد الرحمٰن الطائی ہے۔ یہ مؤرخ اور ادیب اور انساب کا عالم تھا۔ یہ منصور، مہدی، ہادی اور رشید کا درباری تھا۔ [illegible]

بنی نوفل کی قبروں کے پاس دفنائی گئی۔

محمد بن یعقوب نے علی بن ابراہیم، محمد بن عیسیٰ بن عبید، ابن محمد بشار سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے بنی ہاشم کے ایک شیخ نے بیان کیا جس کا تعلق اہل قطیعہ الربیع سے تھا اور وہ شخص با وثوق تھا۔ اس نے بیان کیا کہ تم شیعہ خاندان نبوت کے جن لوگوں سے عقیدت کا دم بھرتے ہو میں نے اس خاندان کے ایک شخص سے زیادہ صاحب فضیلت فرد نہیں دیکھا۔

(میں راوی) نے پوچھا کہ تم کس کی بات کرتے ہو اور تم نے اسے کب دیکھا تھا؟ اس شخص نے بیان کیا کہ سندی بن شاہک (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا آخری زندان بان) نے اسی افراد کو جمع کیا جو کہ معززین شہر شمار ہوتے تھے۔ ان میں میں بھی شامل تھا۔ وہ ہمیں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس لے گیا اور کہا۔

آپ حضرات اپنی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ لیں۔ کیا اس پر کوئی تشدد کیا گیا ہے؟ امیر المومنین اس سے برا سلوک نہیں کرنا چاہتے انھوں نے اسے اس لیے روکا ہے کہ وہ ان سے بحث و مباحثہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ بالکل ٹھیک اور تندرست ہے اور جملہ امور میں آزاد ہے۔ تم خود اس سے پوچھ لو۔ اس کے جواب میں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے کہا جہاں تک کھلے زندان کی بات ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے بتایا ہے لیکن میں تم سب لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے سات کھجوروں میں زہر دی گئی۔ کل میرا بدن سبز پڑ جائے گا اور پرسوں میری وفات ہو جائے گی۔

اس وقت میں نے سندی بن شاہک کو دیکھا وہ بید مجنوں کی طرح سے لرز رہا تھا۔ اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ امام موسیٰ کاظم کی موت کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔

پورے بغداد کے فقہا، معززین اور اعلام نے اس کی گواہی دی ہے اگر اس کے باوجود بھی آپ کی موت ثابت نہیں تو پھر دنیا میں کسی کی بھی موت ثابت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے فرزند علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا وصی مقرر کیا اور فرمایا کہ میری موت کے بعد میرے باقی معاملات سرانجام دینا۔ اگر آپ کے مقدر میں موت ہی نہ ہوتی تو اپنے فرزند کو اپنا وصی مقرر ہی کیوں کرتے؟

امام علی رضا علیہ السلام پر نص

اس عنوان کی بہت سی احادیث وارد ہیں۔ چند احادیث یہ ہیں۔

۱۔ محمد بن یعقوب کلینی، محمد بن حسن (۱) سہیل بن زیاد، محمد بن علی بن عبداللہ المرزبان (۲)، ابن سنان سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی عراق سے آمد سے ایک سال قبل میں ابوالحسن موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ کے فرزند علی (رضا علیہ السلام) آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، آپؑ نے مجھے دیکھا اور فرمایا:

محمد! اس سال ایک واقعہ پیش آئے گا اس پر پریشان نہ ہونا۔

میں نے عرض کیا مولا میں تو سن کر پریشان ہو گیا ہوں آخر کیا واقعہ پیش آئے گا۔

آپؑ نے فرمایا کہ مجھے اس احمق ظالم کے پاس لے جایا جائے گا۔

اس کے بعد خدا جو چاہے گا وہی کچھ ہوگا اور پھر فرمایا:

محمد! یاد رکھنا جو میرے اس فرزند پر ظلم کرے اور اس کی امامت کا انکار کرے تو گویا اس نے علی ابن ابی طالبؑ پر ظلم کیا اور ان کے بعد رسول حق کا انکار کیا۔

میں نے عرض کیا مولا! میں وعدہ کرتا ہوں اگر میں زندہ رہا تو اس کے حق کا اقرار

---

(۱) اس سے عطار مراد ہے۔ (۲) الکافی میں محمد بن علی اور عبداللہ بن مرزبان لکھا ہے۔

کروں گا اور ان کی امامت کا اقرار کروں گا اور ان کی نسل کی امامت کو تسلیم کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا:

محمد! تو نے سچ کہا، اللہ تیری عمر دراز کرے گا۔ تم اس کے حق کا اقرار کرنا اور اس کی امامت تسلیم کرنا اور اس کے بعد اس کے فرزند محمد (تقی علیہ السلام) کی امامت کا اقرار کرنا۔

۲۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، محمد بن سنان، اسماعیل بن عباد القصری، داؤد رقی سے منقول ہے کہ میں نے ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظمؑ) علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، آپ میرا بازو پکڑ کر دوزخ سے بچائیں آپؑ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟

آپ نے اپنے فرزند ابوالحسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا میرے بعد یہ تمہارا امام ہے۔

۳۔ حسین بن محمد، معلی بن محمد، احمد بن محمد بن عبداللہ، حسن، ابن ابی عمیر، محمد بن اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے ابوالحسن اول (امام موسیٰ کاظمؑ) علیہ السلام سے عرض کیا:

کیا آپ میری رہنمائی نہ کریں گے کہ میں اپنا دین کس سے حاصل کروں؟

آپ نے فرمایا کہ میرا بیٹا علی تمہارا امام ہے۔ میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قبر رسولؐ پر لے گئے اور فرمایا تھا کہ فرزند اللہ نے فرمایا "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" (البقرۃ/۳۰) اور جب خدا کوئی بات کہتا ہے تو اسے ضرور پورا کرتا ہے۔

۴۔ محمد بن یحییٰ، احمد بن محمد (بن عیسیٰ) حسن بن محبوب، حسین بن نعیم صحاف کا بیان ہے کہ میں اور ہشام بن الحکم اور علی بن یقطین بغداد میں تھے۔ اس محفل میں علی بن

یقطین نے کہا کہ میں عبد صالح (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ نے مجھے فرمایا

علی بن یقطین! یہ علی میری اولاد کا سردار ہے۔ میں نے اسے اپنی کنیت عطا کی ہے۔

ہشام نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا پھر کہا: افسوس! تو نے یہ بات کیسے کہہ دی ہے؟

علی بن یقطین نے کہا خدا کی قسم! میں نے ان سے یہ بات سنی تھی۔

ہشام نے کہا میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد امامت علی رضا علیہ السلام کی ہے۔

۵۔ ہمارے چند اصحاب، احمد بن محمد (بن عیسیٰ)، معاویہ بن حکیم، نعیم قابوسی بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

میرا فرزند علی میرا بڑا فرزند ہے اور میرا سب سے زیادہ فرماں بردار ہے اور تمام اولاد سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ میرے ساتھ جفر کا مطالعہ کرتا ہے اور جفر کا مطالعہ یا تو نبی کرتا ہے یا پھر نبی کا وصی کرتا ہے۔

۶۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، محمد بن سنان، علی بن الحکم، حسین بن مختار سے منقول ہے کہ حضرت ابوالحسن (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام جب زندان میں تھے تو ان کی طرف سے ہمارے پاس الواح پہنچی تھیں (جن میں لکھا تھا) میرا عہد میرے بڑے فرزند کے نام ہے کہ وہ فلاں فلاں کام کرے گا اور یہ سب میری موت کے بعد ہوگا۔

۷۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، زیاد بن مروان القندی کا بیان ہے کہ میں ابو ابراہیم کے پاس گیا ان کے پاس ان کا فرزند ابوالحسن (علی رضا) علیہ السلام موجود تھا۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا

میرے اس فرزند کی تحریر میری تحریر ہے، اس کا کلام میرا کلام ہے، اس کا قاصد میرا قاصد ہے، اس کی ہر بات حرف آخر ہے۔

۸۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، محمد بن الفضل (۱)، مخزومی، اس کی والدہ جعفر بن ابی طالب کی نسل سے تھا، اس کا بیان ہے، ہمارے پاک امام ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہمارے پاس پیغام بھیجا، ہم جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا

جانتے ہو کہ میں نے تمھیں کیوں اکٹھا کیا ہے؟

ہم نے نفی میں جواب دیا۔

آپ نے فرمایا: گواہ رہنا میرا یہ فرزند میرا وصی، میرا قائم مقام اور میرے بعد میرا جانشین ہے۔ جس نے مجھ سے قرض لینا ہو تو میرا یہ بیٹا میرا قرض اسے ادا کرے گا اور جس کے ساتھ میرا وعدہ ہو تو میرا بیٹا اس وعدہ کو پورا کرے گا۔ جس نے مجھ سے لازمی طور پر ملنا ہو تو وہ میرے بیٹے کی تحریر کے ساتھ ملاقات کرے۔

۹۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، ابو علی خزاز، داؤد بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی واقعہ پیش نہ آجائے اور میں آپ سے ملاقات نہ کر سکوں تو بتائیے آپ کے بعد امام کون ہوگا؟

فرمایا: میرا فلاں بیٹا، یعنی ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام۔

۱۰۔ ابن مہران، محمد بن علی، سعید بن ابی الجہم، نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ میں نے ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے والد ماجد سے پوچھا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا تو انھوں نے مجھے آپ کے متعلق فرمایا

۱۔ الکافی اور رجال میں "محمد بن الفضیل" لکھا ہے۔

تھا۔ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تو لوگ دائیں بائیں بکھر گئے لیکن میں نے اور میرے ساتھیوں نے آپؑ کی امامت کا عقیدہ رکھا تھا، اب آپ بیان کریں کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپ نے فرمایا میرا بیٹا فلاں۔ (۱)

۱۱۔ احمد، محمد بن علی، ضحاک ابن الاشعث، داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں کچھ مال لے کر گیا۔ آپؑ نے کچھ مال لیا اور کچھ چھوڑ دیا۔

میں نے کہا آپ نے یہ مال کیوں چھوڑا ہے؟

فرمایا کہ میرا جانشین مجھ سے اس کا مطالبہ کرے گا۔

الغرض امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ہوگئی پھر ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے مجھ سے اس مال کا مطالبہ کیا، میں نے ان کے سپرد کر دیا۔

۱۲۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، علی بن الحکم، عبداللہ بن ابراہیم بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، یزید بن سلیط سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی وفات کے سال فرمایا تھا:

اس سال مجھے گرفتار کیا جائے گا پھر معاملات میرے فرزند علیؑ کے سپرد ہوں گے۔ یہ حضرت علیؑ اور امام سجادؑ کا ہمنام ہے۔ پہلا علی، علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ دوسرا علی امام زین العابدین علیہ السلام ہے۔ میرے فرزند کو پہلے علیؑ سے فہم، علم، نصرت، محبت، ذمہ داری اور ان کا امتحان میراث میں ملا ہے اور دوسرے علیؑ سے

۱۔ عیون اور رجال کشی میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرا بیٹا علی۔

آزمائش اور صبر میراث میں ملا ہے۔

۱۳۔ ابوالحسین محمد بن جعفر اسدی، سعد بن عبداللہ، اصحاب کی ایک جماعت جن میں محمد بن حسین بن ابی الخطاب، حسن بن موسیٰ الخشاب، محمد بن عیسیٰ بن عبید، محمد بن سنان شامل ہیں انھوں نے حسن بن حسن سے روایت کی ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ تم اپنے امامؑ سے دریافت کرو۔

میں نے کہا کہ میرے امامؑ تو آپ ہی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ میرا فرزند علیؑ تمہارا امام ہے، میں نے اسے اپنی کنیت عطا کی ہے۔

میں نے کہا مولا! مجھے دوزخ سے نکالیں، مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ موسیٰ تمہارا امام ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ کیا میں قائم نہ تھا؟

پھر فرمایا حسن! یاد رکھو! ہر امام اپنے مقام پر قائم ہوتا ہے اور اس کی رحلت کے بعد اس کا جانشین قائم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ان سے غائب ہو جائے۔ ہم میں سے ہر امام اپنے مقام پر قائم ہے، تم جو معاملات مجھ سے کیا کرتے تھے وہی میرے فرزند کے ساتھ کیا کرو۔ اللہ کی قسم! میں نے اسے اپنی طرف سے امام نہیں بنایا بلکہ خدا نے اسے یہ منصب عطا کیا ہے۔

۱۴۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان نیشاپوری، محمد بن سنان، صفوان بن یحییٰ، عثمان بن عیسیٰ، موسیٰ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ ابوابراہیم (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ نے فرمایا (میرے والد) جعفر علیہ السلام فرماتے تھے۔

"وہ شخص خوش نصیب ہے جو اپنے جانشین کو خود دیکھ لے۔"

پھر آپ نے اپنے فرزند علی (رضا) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اللہ نے مجھے میرا جانشین عطا کیا ہے۔

۱۵۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن عیسیٰ بن عبید، علی بن الحکم، اور علی بن حسن بن نافع، ہارون بن خارجہ کا بیان ہے جو مجھ سے ہارون بن سعد العجلی نے بیان کیا:

اسماعیل کی تو وفات ہوگئی ہے جس کی طرف تمہاری نگاہیں اٹھتی تھیں جب کہ جعفر صادق علیہ السلام بوڑھے ہیں چند دنوں تک ان کی وفات ہو جائے گی اور تم لوگ امام کے بغیر رہ جاؤ گے۔ میں نہ جانتا تھا کہ اسے کیا جواب دیا جائے۔

میں نے یہ بات امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

ہیہات ایسا نہیں ہو سکتا، اللہ اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اس سلسلہ کو ختم نہ کرے گا جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں۔

جب تمہاری اس سے ملاقات ہو تو اس سے کہنا کہ یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اب بڑا ہو رہا ہے۔ ہم اس کی شادی کریں گے اس سے اولاد ہوگی وہ میرا جانشین بنے گا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں فرمایا:

ہمارا صاحب اس کی صلب سے ظاہر ہوگا پھر آپ نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ وہ ظلم و جور سے بھری زمین کو عدل و انصاف

سے بھر دے گا اور دنیا اس کے لیے صاف ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۶۔ ایوب بن نوح، حسن بن فضال کا بیان ہے کہ میں نے علی بن جعفر سے سنا انھوں نے کہا کہ میں اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس تھا۔ وہ میرے والد کے بعد زمین پر حجت تھے اتنے میں ان کے فرزند علی (رضا) تشریف لائے تو آپ نے مجھے فرمایا:

میرے بعد یہ تمہارا امام ہے اور اسے وہی مقام ہے جو مجھے میرے والد کے ہاں حاصل تھا، اللہ تمھیں اس کے دین پر ثابت قدم رکھے۔

یہ سن کر میں رونے لگا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ امام مجھے اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں۔

پھر آپ نے مجھ سے فرمایا علی! اللہ کی تقدیر نے ضرور پورا ہونا ہے۔ مجھ سے پہلے رسول خدا، علی المرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسنین کریمین علیہم افضل الصلوات والسلام بھی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور وہ میرے لیے قابل تقلید نمونہ ہیں۔

یہ اس وقت کی گفتگو ہے جب کہ ہارون نے دوسری بار آپ کو قید نہ کیا تھا۔ یہ آپ کو دوبارہ گرفتاری سے تین دن پہلے کی بات ہے۔ الغرض اس مفہوم کی لاتعداد روایات کتب امامیہ میں موجود ہیں۔ ہر طالب تحقیق ان روایات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

یہاں اتنی ہی روایات پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

اعتراض: اشکال:

اگر یہ کہا جائے کہ آپ صرف ان روایات پر انحصار کیوں کرتے ہیں اور ان

روایات کی وجہ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا یقین کیسے کر لیتے ہیں جب کہ اس کے برعکس فرقہ واقفیہ سے تعلق رکھنے والے افراد ایسی روایات بھی بیان کرتے ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی اور انھیں قائم قرار دیا گیا ہے۔

یہ روایات واقفیہ کے علاوہ خود آپ کے محدثین کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔

آخر آپ ان روایات کی تطبیق کیسے کریں گے اور ان روایات کی موجودگی میں آپ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا اقرار کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ روایات بعنوان استظہار بیان کی ہیں۔ ہمیں امام علیہ السلام کی موت کے عقیدہ کے لیے ان روایات کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں آپ کی موت پر شک ہی کبھی لاحق نہیں ہوا جس طرح سے آپ کے آباء و اجداد دنیا سے رخصت ہوئے تھے اسی طرح سے آپ بھی اس جہان سے رخصت ہو چکے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی موت پر شک کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا ان کے آبائے طاہرین علیہم السلام کی موت پر شک کرنے والا ہو۔

واقفیہ کی روایات:

واقفیہ افراد نے جو روایات نقل کی ہیں وہ سب کی سب احاد ہیں جن کی وجہ سے کوئی حجت قائم نہیں ہوتی اور ان روایات کے تحت ان کے مفہوم کو صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ ان روایات کے تمام راوی مطعون ہیں اور ان کی روایت اور ان کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

واقفیہ کی بیان کردہ چند روایات ملاحظہ فرمائیں:۔

ا۔ عبداللہ بن سلیمان نے بیان کیا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ بن عمران کے سامنے قائم

آل محمدؐ کی سیرت بیان کی تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا:

خدایا! اسے بنی اسرائیل میں سے قرار دے۔ خدا نے فرمایا: نہیں ایسا نہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا: خدایا! اسے میرا ہم نام بنا۔

خدا نے فرمایا کہ میں نے تیری یہ دعا قبول کی ہے۔ وہ تیرا ہی ہم نام ہوگا۔ اس روایت پر ہمیں دو اعتراض ہیں۔

پہلا اعتراض: آپ کی یہ روایت کسی امام سے منقول نہیں ہے۔

راوی نے صرف یہ کہا کہ "مجھے حدیث سے یہ بات پہنچی ہے"۔ ہر پہنچنے والی بات کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک لفظ "قائم" کا تعلق ہے تو ہم پہلے ہی یہ حدیث نقل کر چکے ہیں کہ ہر امام اپنے زمانے کا قائم ہوتا ہے۔

۲۔ زید الشحام سے بھی سابقہ روایت منقول ہے۔ اس کا جواب ہم ابھی دے چکے ہیں۔ طحان، محمد بن مروان نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں

۳۔ امیر المومنین علیہ السلام نے منبر کوفہ پر فرمایا تھا:

لو لم يبق من الدنيا الا يوم لطول الله ذلک اليوم حتىٰ يبعث الله رجلاً مني يملأها قسطاً و عدلا كما ملئت ظلمًا و جورا٥

اگر دنیا کے خاتمہ سے صرف ایک دن باقی ہو تو اللہ اس دن کو لمبا کر دے گا یہاں تک کہ اللہ میری نسل سے ایک مرد کو بھیجے گا جو ظلم و جور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

تو کیا آپ وہی ہیں جن کی پیش گوئی امیر المومنین نے فرمائی تھی۔

آپ نے فرمایا: نہیں، میں وہ نہیں ہوں۔ وہ سمندر کا شگافتہ کرنے والے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

ثانیاً احتمال ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ کے ہم نام کو وسائل میسر آ جائیں تو وہ بھی زمین وجود سے بھری زمین کو عدل و انصاف سے بھرنے کی صلاحیت سے مالامال ہوگا۔

۴۔ ابو محمد صیرفی، حسین بن سلیمان، قریس الکناسی، ابو خالد کابلی کا بیان ہے کہ میں نے امام علی زین العابدین علیہ السلام سے سنا ہے کہ قارون سرخ لباس پہنتا تھا اور فرعون سیاہ لباس پہنتا تھا اور اس نے لمبے بال رکھے ہوئے تھے۔ اللہ نے ان پر حضرت موسیٰ کو بھیجا تھا جو کہ بنی فلاں (بنی عباس) سیاہ لباس پہنیں گے اور لمبے بال چھوڑیں گے انھیں حضرت موسیٰ کے ہم نام سے تباہ کرے گا۔

۵۔ انھی اسناد سے منقول ہے کہ ہم نے امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے قائم کا ذکر کیا تو فرمایا: اس کا نام حجام کے ایک آلہ کا ہوگا یعنی حجام کے پاس اُسترا ہوتا ہے اور استرے کو عربی میں موسیٰ کہا جاتا ہے۔

مقصد یہ تھا کہ قائم کا نام "موسیٰ" ہوگا۔

یہ روایت اولاً تو خبر واحد ہے اور بفرض تسلیم اس کا یہ مفہوم ہوگا کہ قائم اسماعیل کی نسل کی بجائے موسیٰ کی نسل سے ہوگا۔

مثلاً حدیث میں آیا ہے: ''الامامة فی قریش''

اس سے مراد اولاد قریش ہے اور اولاد در اولاد ہے۔

۶۔ جعفر بن سماعہ، محمد بن حسن، حسن بن ہارون کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرا یہ فرزند ابوالحسن قائم ہوگا اور یہ حتمی امر ہے اور یہ ظلم و جبر سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس کی بھی وہی تاویل ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے۔

عبداللہ بن سلام، عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا:

یہ بات حتمی ہے کہ میرا یہ بیٹا اس امت کا قائم ہے اور وہ صاحب السیف ہوگا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند حسنؑ کی طرف اشارہ کیا۔

بفرض تسلیم اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کی نسل سے قائم ہوگا۔

۷۔ علی بن رزق اللہ، ابوالولید طرائفی کا بیان ہے کہ ایک رات میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔ آپ نے اپنے غلام کو آواز دے کر کہا کہ جاؤ اور میری اولاد کے سردار کو بلاؤ۔ غلام نے کہا وہ کون ہے؟ فرمایا کہ وہ ابوالحسنؑ ہے۔

اس کے چند لمحات بعد پھر امامؑ نے میرے بازو کو تھپتھپایا اور فرمایا:

ابوالولید! میں دیکھ رہا ہوں کہ سیاہ پرچم ان مجالس میں لہرا رہے ہوں گے اس کے پاس ایسے ساتھی ہوں گے جو کہ پہاڑوں کو گرا دیں گے، وہ جہاں سے گزریں گے تو اسے گرا دیں گے۔

میں نے کہا کیا یہ ہوگا؟

فرمایا: ابوالولید! یہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ وہ اہل قبلہ کے ساتھ حضرت علیؑ جیسی سیرت اختیار کرے گا۔ وہ اللہ کے دشمنوں کو

قتل کرے گا یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے گا۔ میں (راوی) نے کہا کیا سب کچھ اسی کے ہاتھ سے ہوگا؟ فرمایا: جی ہاں۔

امام نے مجھے فرمایا: اس کی پیروی کرنا، اطاعت کرنا اور اس کی تصدیق کرنا، تو عنقریب انھیں دیکھ لے گا۔ غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے فرزند کے پرچم لہرائے جائیں گے۔

۸۔ عبداللہ، جمیل بن صالح، ابی سعید القماط کا بیان ہے کہ عبداللہ بن غالب نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ عقیدہ پڑھا۔

فان تک انت المرتجیٰ اللذی نری

فتلک التی من ذی العلی فیک نطلب

اگر آپ ہی ہماری امیدوں کا مرکز ہیں تو ہم بلند و برتر سے آپ کے لیے ہی کچھ طلب کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اس صفت کا مالک نہیں ہوں۔ اس کا مالک یہ ہے۔ پھر آپ نے اپنے فرزند ابوالحسن کی طرف اشارہ کیا۔

۹۔ ابوعبداللہ لذاذ، صارم بن علوان الجوخی کا بیان ہے کہ میں اور مفضل یونس بن ظبیان، فیض بن مختار اور قاسم ـــ شریک مفضل ـــ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت اسماعیل وہاں بیٹھے تھے۔ فیض نے کہا کہ وہاں ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا اور اسماعیل ناراض ہو کر محفل سے نکل گئے۔

فیض کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: مولا! یہ کیا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ فرزند آپ کا جانشین ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں، یہ میرا جانشین نہیں ہوگا اور میرا جانشین وہ ہے جو اس وقت سویا ہوا ہے۔ پھر آپ نے سوئے ہوئے فرزند موسیٰ کاظم کو اٹھا کر اپنے سینے پر لٹایا اور فرمایا کہ یہ میرا جانشین ہے اور یہ دنیا سے اس وقت تک نہ جائے گا جب تک ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے نہ بھر دے۔

بفرض تسلیم اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کا تعلق امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد سے ہوگا۔

۱۰۔ حنان بن سدیر، اسماعیل بزاز کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس معاملہ کا مالک وصیت کو بیس برس کی عمر میں یہ منصب اٹھانا ہوگا۔

اسماعیل نے کہا کہ ان سے کم سن فرد آج تک اس منصب پر فائز نہیں ہوا۔

اس روایت میں یہ تشریح کی گئی ہے کہ اس امر کے عمل چلانے والے کی عمر کیا ہوگی اور وہ شخصیت کون ہوگی، اس کی کوئی وضاحت موجود نہیں ہے اور راوی کی رائے کو چنداں اہمیت حاصل نہیں ہے۔

۱۱۔ ابراہیم بن محمد بن حمران، یحییٰ بن القاسم الحذاء (۱)

جمیل بن صالح، داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے زندان سے مجھے پیغام بھجوایا کہ تم اس شخص یعنی یحییٰ بن خالد برمکی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم سے ابوفلاں کہہ رہا ہے کہ تمھیں کس چیز نے اس سلوک پر آمادہ کیا جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔ تُو نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور میرے اور میرے

ا۔ اس سے ابا بصیر الاسدی مراد ہیں۔

خاندان کے درمیان جدائی ڈالی۔

میں اس کے پاس گیا اور اسے امام کا پیغام پہنچایا مگر یحیٰی نے کوئی مثبت جواب نہ دیا۔ امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ دوبارہ جاؤ اور اس سے کہو کہ تم مجھے رہا کرتے ہو یا میں خود ہی اس زندان سے نکل جاؤں۔

اس روایت کو دوبارہ پڑھیں اور دیکھیں کہ اس میں ایسی کیا بات ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت موسیٰ کاظم ہی قائم ہیں۔

۱۲۔ ابراہیم بن محمد بن حمران، اسماعیل بن منصور زبالی کا بیان ہے کہ مقام باذرعات میں بندہ نے ایک بزرگ سے سنا جس کی عمر ایک سو بیس برس سے زیادہ تھی۔ اس بزرگ نے کہا کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا آپ نے منبر کوفہ پر فرمایا:

گویا میں حمیدہ کے فرزند کو دیکھ رہا ہوں کہ اس نے ظلم و جور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیا ہے۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا:

امیرالمومنینؑ! وہ آپ کی نسل سے ہوگا یا کسی اور کی نسل سے ہوگا؟

فرمایا کہ وہ میری نسل سے ہوگا۔

اس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قائم آل محمدؐ کا تعلق بی بی حمیدہ کی نسل سے ہوگا۔ واضح رہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ کا نام حمیدہ تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کے لیے یہ کہا جائے کہ وہ ابن فاطمہ ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ حضرت فاطمہؑ کا سگا بیٹا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص نسل فاطمہؑ سے ہے۔ اسی طرح سے فرزند حمیدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ حمیدہ خاتون کی نسل سے ہے۔

۱۳۔ حسین بن علی بن معمر، اپنے والد، عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا جب کہ آپ کے پاس خدا کی بداء کا ذکر کیا گیا تو فرمایا:

اللہ نے جو علم ملائکہ کے سپرد کیا اور ملائکہ نے رسولوں کے سپرد کیا اور رسولوں نے انسانوں کے حوالے کیا تو اس میں بداء کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ حتمی بات ہے کہ میرا یہ فرزند قائم ہے۔

اس روایت میں امام علیہ السلام نے یہ واضح کیا کہ میرا یہ بیٹا قائم ہوگا۔ ہم احادیث کے ذریعہ سے پہلے ہی یہ واضح کر چکے ہیں کہ ہر امام اپنے زمانہ کا قائم ہوتا ہے لہٰذا اگر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قائم کہا گیا تو بالکل درست ہے۔

۱۴۔ الفقافہ۔۔۔حسین صیرفی کا بھائی۔۔۔کا بیان ہے کہ الاصطخری نے مجھ سے بیان کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ حمیدہ کا فرزند منبر پر بیٹھا ہوا ہے کہ زمین کا شرق و غرب اس کا مطیع ہو چکا ہے۔

اس روایت کا یہی مقصود ہے کہ قائمؑ آل محمدؐ نسل حمیدہ سے ہوں گے۔

۱۵۔ محمد بن عطا ضرغامہ، جلاد اللؤلؤی، سعید مکی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاں اس کا مقام تھا۔ اس سے امام علیہ السلام نے فرمایا:

سعید! جب بارہ میں سے چھ چلے جائیں ساتویں کو خدا فتح دے گا۔ ہم اہل بیت کے پانچ افراد حکومت کریں گے۔ چھٹے کے ہاتھ پر سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام بارہ ہوں گے اس کے بعد جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس سے مذہب اسماعیلیہ کے نظریات کا استحکام ہوتا ہے۔

۱۶۔ عبداللہ بن جبلہ، مسلمہ بن جناح، حازم بن حبیب کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

میرے والدین مرگئے ہیں۔ اللہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے خدا نے مجھے وسیع رزق دیا ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں اور حج کرسکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! پھر آپؑ نے فرمایا:

ابو حازم! اگر کوئی شخص تجھے آکر یہ خبر دے کہ یہ مرگیا ہے اور اسے غسل وکفن دیا گیا ہے تو اس کی بات کی تصدیق نہ کرنا۔

روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ قائم بالامر اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ اس امر کو قائم نہ کرلے۔ اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ کون ہوگا۔

اس روایت میں دراصل یہ بیان کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ صاحب الامر کی موت واقع ہوجائے گی اور ان کی تجہیز وتکفین بھی کردی جائے گی۔ پھر ایک عرصہ بعد خدا انھیں زندہ کرے گا اور وہ قیام کریں گے۔

حدیث کے ان الفاظ سے لوگوں کے اس نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔

۱۷۔ ابو محمد صیرفی، عبدالکریم بن عمرو، ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا:

میں گویا یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ میرے فرزند ابوالحسن کو بنی فلاں (بنی عباس) گرفتار کریں گے۔ وہ ایک عرصہ تک ان کے پاس قید رہیں گے پھر ان کے ہاتھوں سے رہا ہوجائیں گے اور اپنے ایک بیٹے کے ہاتھ کو پکڑ کر "رضویٰ" نامی پہاڑ میں چلے جائیں گے۔ (۱)

۱۔ رضویٰ --- مدینہ منورہ کا ایک پہاڑ ہے۔

اگر اس روایت کو ظاہری الفاظ پر محمول کیا جائے تو یہ سراسر جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ آپ جب پہلی بار قید سے رہا ہوئے تھے تو کوہ رضویٰ میں نہیں گئے تھے اور پھر جب آپ دوبارہ قید ہوئے تو اس میں ہی نہیں دے پائی تھی۔

روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ وہ رضویٰ میں جا کر غائب ہوجائے گے پھر وہاں سے قیام کر کے دنیا میں آئیں گے لہٰذا اس سے واقفیہ کے دعویٰ کا اثبات نہیں ہوتا۔

۱۸۔ جعفر بن سلیمان، داؤد صرمی، علی بن ابی حمزہ نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی تجھ سے آکر یہ کہے کہ میرا فرزند بیمار ہے اور اس کا علاج ہوا لیکن وہ زندہ نہ رہا اسے غسل وکفن دے کر لحد میں اتار دیا گیا ہے تو پھر بھی اس کی بات کی تصدیق نہ کرنا۔

یہ روایت ابن ابی حمزہ سے منقول ہے وہ خود واقفی المذہب تھا۔ ہم آئندہ صفحات میں اس کے واقفی ہونے کے سبب کو بھی بیان کریں گے۔

بفرض تسلیم امام نے یہ بتایا ہے کہ میرا یہ بیٹا بیماری سے بھی موت نہیں مرے گا بلکہ زندان میں اس کی وفات ہوگی۔

۱۹۔ سلیمان بن ابی داؤد، علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام بیمار ہوا اس کا علاج کیا گیا پھر اس کی موت واقع ہوگئی اور اسے دفن کردیا گیا تو اس کی تصدیق نہ کرنا۔

اس کا موجب وہی ہے جو ہم نے روایت نمبر 18 کا دیا ہے۔

۲۰۔ امین بن عبدالرحمن بن امین کا بیان ہے کہ جس سال امام کاظم علیہ السلام قید ہوئے تو اسی سال یہ مجھے عبداللہ بن بکیر نے عبداللہ کاہلی کے پاس بھیجا۔ یہ مہدی عباسی کا

دور تھا، اور کہا کہ تم جا کر انھیں میرا اسلام کہو اور یہ کہو کہ مجھے ابوالعیذار نے آج سے تیس برس پہلے تمھاری مسجد میں یہ کہا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب الامر دو بار عراق جائے گا۔ پہلی بار جلد رہا ہو جائے گا اور بادشاہ سے انعام پائے گا۔

پھر دوسری بار قید ہوگا اور طویل عرصہ تک زندان میں رہے گا پھر زبردستی وہ ان کی زندان سے نکل جائے گا۔

یہ روایت خبر واحد ہے اور احتمال یہ ہے کہ وہ زبردستی ان کی قید سے نکل جائے گا۔ پہلے شاید نامراد ہو کر موسیٰ کاظم علیہ السلام ان کے زندان سے نکل کر خدا کی بارگاہ میں چلے جائیں گے۔

۴۱۔ ابراہیم بن محمد بن قران اور حمران، ہیثم بن واقد جزری، عبداللہ رجانی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں عبداللہ صالح (موسیٰ کاظم علیہ السلام) تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا عبداللہ! اس امر کے صاحب کو گرفتار کیا جائے گا۔ طویل عرصہ تک قید رہے گا پھر حکمران ان کے قتل کا ارادہ کریں گے تو وہ اسم اعظم کے ساتھ خدا سے دعا کرے گا اور وہ اس کے ہاتھوں سے آزاد ہو جائے گا۔

بغرض تسلیم احتمال یہ ہے کہ آپ کی وفات ہو جائے گی۔

۴۲۔ بعض اصحاب، ابو محمد بزاز، عمرو بن منہال القماط، حدید ساباطی راوی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ابوالحسن کی دو غیبتیں ہوں گی۔ ایک چھوٹی ہوگی دوسری طویل ہوگی یہاں تک کہ وہ

ہمارے پاس آئے گا۔

کوئی یہ سمجھتا ہو کہ یہ مر گیا اور ان پر جنازہ پڑھا گیا اور دفن کیا گیا اور ان کی قبر پر مٹی ڈالی گئی ہے تو وہ جھوٹا ہوگا۔ اس وقت تک اس کی موت واقع نہیں ہوتی جب تک وہ دوسرے وصی کو مقرر نہ کرے، وصی کا جانشین وصی ہوتا ہے۔

اس روایت میں اس شخص کی تکذیب کی گئی ہے جو یہ کہتا ہو کہ امام وصی مقرر کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو گیا۔

۴۳۔ عبداللہ بن سلام، ابو ہریرہ زرعہ، مفضل کا بیان ہے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابوالحسن اور محمد آئے ان کے ساتھ عناق تھا۔ ابوالحسن میرے ساتھ بیٹھے میں نے انھیں بوسہ دیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

یہ تمھارا صاحب ہے۔ بنی عباس اسے گرفتار کریں گے پھر وہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا پھر لوگوں پر اس کا معاملہ لوگوں پر مخفی ہو جائے گا۔ اس کے لیے جاسوس مقرر کیے جائیں گے اور دل یوں پریشان ہوں گے جیسا کہ سمندر میں کشتی ڈانواں ڈول ہوتی ہے۔ پھر اس کے ہاتھوں پر دین و دنیا کی کشائش کا اظہار ہوگا۔

اس روایت کا یہی مقصد ہے کہ موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے امام قائم ظہور کریں گے۔

۴۴۔ حنان، ابی عبدالرحمن مسعودی، منہال بن عمرو، ابی عبداللہ نعمان سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب العصر ایک عرصہ تک قید رہے گا اور مر جائے گا اور ایک عرصہ کے لیے بھاگ جائے گا۔

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ وہ ایک عرصہ کے لیے مر جائے گا۔ یہ بات واقفیہ

کے نظریات کے خلاف ہے اور پھر یہ کہا گیا ہے کہ وہ بھاگ جائے گا جب کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے زندان سے کبھی فرار نہ کیا تھا۔ اس بات سے تو کوئی بھی اتفاق نہیں کرتا لہٰذا "یموت حیا" کے جملے کی یہ تاویل ممکن ہے کہ اس کا ذکر مر جائے گا۔

۲۵۔ بحر بن زیاد، عبداللہ الکاہلی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
اگر کوئی شخص تمہیں آ کر یہ خبر دے کہ میرا یہ بیٹا مریض ہے اور اس کی وفات ہوئی ہے اور اسے غسل وکفن دے کر اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا ہے، تو اس کی تصدیق نہ کرنا۔
اور لازم ہے کہ وہ ایسا ہو۔
جب عبداللہ کاہلی نے مکہ میں یہ روایت بیان کی تو محمد بن زیاد التیمی نے اس سے کہا۔
ابو یحیٰ! یہ تو عظیم فتنہ ہے۔
کاہلی نے کہا کہ اس کا حصہ بھی تو بہت بڑا ہے۔ بڑھاپے میں غیبت اختیار کرے گا اور جوان بن کر واپس آئے گا۔ اس میں یونس کی صفت موجود ہوگی۔
بفرض تسلیم روایت کا یہ مفہوم ہے کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام بیماری سے طبعی موت نہیں مریں گے اور یہ بات درست ہے۔

۲۶۔ احمد بن حارث نے اپنے اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ جب قائم قیام کرے گا تو لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کی تو ہڈیاں تک گل سڑ چکی ہیں۔
بفرض تسلیم روایت میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جن کا یہ عقیدہ ہوگا کہ صاحب الامر مر جائیں گے پھر اللہ انہیں زندہ کر کے دنیا میں بھیجے گا۔

۲۷۔ سلیمان بن داؤد، علی بن ابی حمزہ، ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ صاحب الامرؑ میں چار انبیاء کی سنتیں ہوں گی۔
اس میں ایک سنت موسیٰؑ کی ہوگی، ایک سنت عیسیٰؑ کی ہوگی، ایک سنت یوسفؑ کی ہوگی، ایک سنت حضرت محمد مصطفیٰ صلی علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی۔
موسیٰؑ کی طرح سے وہ خائف ہو کر چھپ جائے گا۔ یوسف کی طرح سے زندان میں جائے گا۔ اور اس میں عیسیٰ کی یہ سنت ہوگی کہ کہا جائے گا کہ وہ مر گیا ہے جب کہ وہ مرا نہیں ہوگا۔
اور محمد مصطفیٰؐ کی صفت یہ ہوگی کہ وہ تلوار لے کر ظالموں سے جہاد کرے گا۔
اس روایت پر ہمیں اعتراض نہیں ہے کیونکہ یہ صفات صاحب الزمانؑ میں موجود ہیں۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ جسے صاحب الزمانؑ مانتے ہیں وہ تو زندان میں نہیں گئے۔ (۱)

(۱۔ زندان کا مطلب ہے کہ ان سے کوئی خصوصی ملاقات کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور خصوصیت کے ساتھ کوئی انہیں شکل وصورت سے پہچانتا نہیں۔ "موضح: سید علی جواد الحسن نقوی")

ہم کہیں گے کہ ظاہری طور پر تو زندان میں نہیں گئے اور یہ ترغیبات نہیں کہ وہ عینیت میں ہیں کوئی ان سے مل نہیں پایا۔

۲۸۔ علی بن عبداللہ، زرعہ بن محمد، مفضل بیان کرتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ بنی عباس میرے اس بیٹے کو تنگ کریں گے لیکن وہ ان تک رسائی حاصل نہ کر پائیں گے۔ پھر فرمایا کہ کوئی چیخنے والی نہیں چیخے گی اور کوئی میراث تقسیم نہ کی جائے گی اور کوئی کنیز فروخت نہ کی جائے گی۔

۲۹۔ احمد بن علی، محمد بن حسین بن اسماعیل، عبدالرحمن بن حجاج کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے تھے

بنی فلاں (بنی عباس) مجھے پکڑ کر زندان میں ڈالیں گے اگرچہ زندان کا عرصہ طویل ہوگا لیکن مجھے سلامتی ملے گی۔

بغرض تسلیم۔۔۔ پہلی روایت کا مقصد یہ ہے کہ بنی عباس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دین اور ان کی امامت کے ابطال تک رسائی حاصل نہ کر سکیں گے۔

اس کا مقصد نہیں ہے کہ وہ آپ کو زندان میں نہیں ڈالیں گے کیونکہ آپ کا زندان میں جانا تو مسلمہ حقیقت ہے اور دوسری روایت میں جس سلامتی کی بات کی گئی ہے تو اس سے آپ کے دین کی سلامتی مراد ہے۔

۳۰۔ ابراہیم بن مستنیر، مفضل کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس امر کے صاحب کی دو غیبتیں ہوں گی: ایک طویل ہوگی یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ وہ مر چکا ہے اور کچھ کہیں گے کہ قتل ہو چکا ہے۔ اس کے امر پر اس کے تھوڑے سے اصحاب ہی باقی رہیں گے۔ کوئی بھی اس کی جگہ اور اس کے امر سے واقف نہ ہوگا بس اس کا ایک غلام سب کچھ جانتا ہوگا جو اُن کا خدمت گار ہوگا۔

یہ روایت ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صاحب الزمان کی دو غیبتیں ہیں۔ پہلی غیبت میں آپ کے حالات کا علم سفراء اربعہ کی وساطت سے ہوتا تھا اور پھر جب غیبت کبریٰ شروع ہوتی تو وہ روابط منقطع ہو گئے۔ یہ حالت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو میسر نہیں ہوئی تھی۔

۳۱۔ علی بن معاذ کا بیان ہے کہ میں نے صفوان بن یحییٰ سے کہا کہ تو نے علی (رضا) کے

متعلق یہ عقیدہ کیوں قائم کر لیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے نمازیں پڑھیں، اللہ سے دعائیں مانگیں اور استخارہ کیا اس سے مجھے یقین ہو گیا۔

اس روایت میں واقفیہ نے امام علی رضا علیہ السلام کے ایک جاننے والے پر یہ طعن کیا ہے کہ اس نے استخارہ کی مدد سے علی رضا علیہ السلام کی امامت کو مان لیا تھا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ایک فاضل شخص عقیدہ امامت کے لیے استخارہ کرنے کا ذکر نہیں کر سکتا۔ اس طرح سے واقفیہ نے امام علی رضا علیہ السلام کے ماننے والوں کو اپنے تئیں احمق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور عقائد میں اس طرح کی طفلانہ روایات کی گنجائش نہیں ہوتی۔

۳۲۔ ابن قبابہ کا بیان ہے کہ میں نے صفوان بن یحییٰ، ابن جندب اور ان کے مشائخ کی جماعت سے پوچھا کہ تم نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا فیصلہ کیسے کر لیا؟ آخر اس کی کیا وجہ بنی؟

سب نے کہا اور تو کوئی بات نہیں ہے کہ ہم سے یہ بات البیز نطی (۱) نے کہی ہے۔

میں نے کہا کہ تم پر تباہی ہو تم اپنے آپ کو مشائخ شیعہ کہلاتے ہو اور حالت یہ ہے کہ تم مجھے ایک کذاب مرد کے پاس بھیج رہے ہو کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اس کی بات کو قبول کر لوں۔

اس روایت کا بھی یہی جواب ہے جو ہم نے سابقہ روایت کا دیا ہے۔

۳۳۔ ہمارے بعض اصحاب سے پوچھا گیا کہ علی بن رباط سے پوچھا گیا کہ کیا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے علی رضا علیہ السلام کے متعلق یہ کہا تھا۔

۱۔ یعنی علی ابن ابی حمزہ (مصحح)

علی میرا فرزند ہے، میرا وصی ہے اور میرے بعد امام ہے اور میرا جانشین ہے یا اس طرح کے کوئی الفاظ کہے تھے؟

علی بن رباط نے کہا: نہیں۔

بفرض تسلیم اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن رباط نے یہ بات نہیں سنی تھی لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اوروں نے بھی نہیں سنی تھی جب کہ ہم نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی نصوص پیش کر چکے ہیں لہٰذا یہ اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔

۳۴۔ ابو بکر ارمنی نے عبداللہ بن مغیرہ سے پوچھا کہ تو نے علی رضا علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ کیسے قائم کیا؟

اس نے جواب دیا کہ مجھ سے سلمی نے بیان کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نظر میں علی رضا علیہ السلام کو جو مقام حاصل تھا وہ کسی اور فرزند کو حاصل نہ تھا۔ اس کا جواب بھی وہی ہے جو سابقہ روایات کا ہے۔

طرفہ یہ ہے کہ دین، تقویٰ میں ممتاز افراد پر غیر معروف لوگوں کی حکایات سے طعن وتشنیع کی گئی ہے۔ پھر اس پر قناعت نہیں کی گئی ان مجہول روایات کو ابطال مذہب کا ذریعہ بنایا گیا۔

یہ واضح عصبیت اور تجاہل عارفانہ کی بدترین مثال ہے۔ اکثر ہمارے مخالفین میں سے کوئی مشہور مرد بھی ایسی روایات نقل کرتا تو وہ ہمارے لیے حجت نہ ہوتیں اور ہم یہ کہہ کر رد کردیتے کہ یہ روایات ضعیف ہیں ان کو غیر ثقہ افراد نے بیان کیا ہے لیکن یہاں روایات میں بے حد اضطراب پایا جاتا ہے اور بعض روایات ایسی بھی ہیں جن

میں خود راوی کو شک تھا اور اگر وہ خود شک میں مبتلا نہ ہوتا تو وہ اس طرح کی شروعات سے پرہیز کرتا۔

فرقہ واقفیہ کیوں کر وجود میں آیا؟

ثقات بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا انکار کرنے والے ابتدا میں یہ افراد تھے

۱۔ علی بن ابی حمزہ بطائنی

۲۔ زیاد بن مروان القندی

۳۔ عثمان بن ابن عیسیٰ الرواسی

یہ لوگ طالب دنیا تھے۔ انھوں نے امام علیہ السلام کے اموال کو ہضم کرنے کے لیے یہ تدبیر کی اور چند لوگوں حمزہ بن بزیع، ابن المکاری، کرام الخثعمی جیسے لوگوں کو خاصی رقم دے کر اپنے ساتھ ملایا اور یہ اعلان کردیا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی وہ تو زندہ ہیں اور زمانے کے آخر میں ظاہر ہوں گے۔

اس طرح سے ان کے پاس امام علیہ السلام کا جو مال تھا انھوں نے وہ سارا مال ڈکار لیا اور امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا انکار کردیا۔

اگر وہ امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا اقرار کرتے تو انھیں وہ دولت امام کو واپس کرنا پڑتی لیکن ان دنیا طلب افراد نے نیا مذہب ایجاد کرلیا اور اس طرح سے اموال امام پر قابض ہو گئے۔

اس سلسلہ میں چند روایات سطور ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ محمد بن یعقوب، محمد بن یحییٰ عطار، محمد بن احمد، محمد بن جمہور، احمد بن مفضل، یونس بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ کے جملہ وکلاء کے پاس بہت زیادہ مال تھا اور یہی چیز ان کے عقیدہ وقف اور امام کی وفات کے انکار کا سبب بنی۔

زیاد بن مروان القندی کے پاس ستر ہزار دینار تھے اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے۔

جب میں نے ان لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو میں نے حق کا اعلان کیا اور امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ رکھا اور میں نے لوگوں کو امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ اپنانے کی دعوت دی تو زیاد بن مروان اور علی بن ابی حمزہ نے مجھے پیغام بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ اگر تمھیں رقم کی ضرورت ہے تو ہم تمھیں مالا مال کر دیں گے اور کہلا بھیجا کہ ہم تمھیں دس ہزار دینار دینے کو تیار ہیں۔

لیکن میں نے ان کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ آئمہ صادقین سے منقول ہے:

" اذا ظهرت البدع فعلى العالم ان يظهر علمه فان لم يفعل سلب نور الايمان "

جب بدعات ظاہر ہو جائیں تو عالم کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے اگر ایسا نہ کرے گا تو اس سے نور ایمان سلب ہو جائے گا۔

میں کسی بھی قیمت پر جہاد نہیں چھوڑوں گا۔

اس وجہ سے ان دونوں نے مجھ سے دشمنی کا اعلان کر دیا۔

۲۔ محمد بن الحسن آلولید، صفار، سعد بن عبداللہ الاشعری، یعقوب بن یزید انباری، بعض اصحاب سے منقول ہے:

جب حضرت ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام نے وفات پائی تو اس وقت زیاد قندی کے پاس ستر ہزار دینار تھے اور عثمان بن عیسیٰ الرواسی کے پاس تیس ہزار دینار تھے اور پانچ کنیزیں تھیں اور وہ مصر میں رہائش پذیر تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ تمھارے پاس جو میرے والد کا مال اثاثہ موجود ہے وہ سارا مال لے کر میرے پاس آ جاؤ۔ میں اپنے والد کا وارث اور ان کا قائم مقام ہوں، ہم نے والد کی خیرات کو تقسیم کرنا ہے اور اس حالت میں تمھیں مال رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ابن ابی حمزہ نے صاف انکار کر دیا اور کسی بھی چیز کا اعتراف نہ کیا اور یہی کچھ قندی نے کیا۔

عثمان بن عیسیٰ نے آپ کو خط لکھا کہ آپ کے والد صلوات اللہ علیہ کی وفات ہی نہیں ہوئی اور وہ زندہ اور قائم ہیں اور جو ان کی موت کی بات کرے وہ باطل پر ہے۔ آپ کے والد نے مجھے کوئی حکم نہ دیا تھا کہ میں ان کا مال آپ کو واپس کروں اور جہاں تک کنیزوں کا تعلق ہے تو میں نے انھیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی ہے۔

۳۔ احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ، محمد بن احمد بن نصر الخثعمی نے کہا کہ میں نے حرب بن حسن الطحان سے سنا، اس نے یحییٰ بن حسن علوی سے روایت کی ہے۔ یحییٰ بن ساور نے کہا:

شیعوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی ان میں علی بن ابی حمزہ بھی شامل تھا۔ اس نے کہا کہ علی بن یقطین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس گئے اور ان سے چند مسائل دریافت کیے۔ امام نے سب مسائل کے جواب دیے۔

پھر امام نے فرمایا:

علی! تیرا حاکم مجھے قتل کرے گا۔

یہ سن کر علی بن یقطین رونے لگے اور کہنے لگے، مولا! کیا میں بھی اس گناہ میں شریک ہوں گا؟

فرمایا: علی! نہیں، تو اس جرم میں شریک نہ ہوگا اور میرے قتل کے وقت تو موجود نہ ہوگا۔

علی بن یقطین نے عرض کیا، مولا! آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟

فرمایا میرا یہ فرزند علی تمھارا امام ہے جنھیں میں چھوڑ کر مر جاؤں گا یہ ان سب سے افضل ہوگا۔ اسے میرے ہاں وہی مقام حاصل ہے جو میرے والد کی نظر میں میرا مقام تھا۔ میرے شیعوں کو جن چیزوں کی احتیاج ہوگی ان تمام باتوں کا علم اس کے پاس ہے۔ یہ دنیا اور آخرت میں سردار ہے اور یہ مقربین میں سے ہے۔

یحییٰ بن حسن نے حرب سے کہا کہ پھر کیا بات ہوئی کہ علی بن حمزہ نے امام علی رضا علیہ السلام کی مخالفت کیوں کی؟

اس نے کہا کہ میں نے یہی بات یحییٰ بن ساور سے پوچھی تھی۔ اس نے جواب دیا تھا کہ اس کے پاس امام کا مال تھا، اس نے مال ہضم کرنے کے لیے یہ حرکت کی تھی اور اس طرح سے اس نے دنیا و آخرت کی شفاعت قطع کر لی ہے۔

۳۔ علی بن حبش بن قونی، حسین بن احمد بن حسن بن علی بن فضال کا بیان ہے کہ میرے چچا علی بن حسن بن فضال کے پاس بغداد کا ایک بزرگ آیا کرتا تھا اور وہ میرے چچا سے ہنسی مزاح بھی کیا کرتا تھا، ایک دن اس نے کہا:

اے گروہ شیعہ: روئے زمین پر تم سے زیادہ بدتر اور کوئی نہیں ہے۔

میرے چچا نے کہا کہ اس کی وجہ بھی بیان کرو۔

اس نے کہا کہ میں احمد بن ابی بشر السراج کا داماد ہوں۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے بارہ ہزار دینار امانت ہیں۔

اب میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی خدا کے لیے مجھے دوزخ سے بچاؤ اور یہ رقم علی رضا علیہ السلام کے حوالے کرو لیکن ہم نے ایک درہم بھی واپس نہیں کیا۔

مجھے یقین ہے کہ میرا سسر دوزخ میں جل رہا ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ جس مذہب کے بانی اس طرح کے ہوں تو ان کی روایات پر کیسے بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟

مذہب واقفیہ کے رُواۃ سب کے سب مطعون ہیں۔

ان پر علماء نے تنقید کی ہے اور ہماری کتابیں ان کی مذمت سے بھری ہوئی ہیں۔

چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ محمد بن احمد بن یحییٰ اشعری، عبداللہ بن محمد، خشاب، ابوداؤد کا قول ہے کہ میں اور عینیہ بیاع القصب علی بن ابی حمزہ بطائنی (جو کہ واقفیہ کا رئیس تھا) کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم نے اس سے یہ سنا کہ مجھ سے ابوابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا، علی! تو اور

تیرے اصحاب گدھوں کی مانند ہوں۔

مجھ سے عیینہ نے کہا کہ کیا تو نے سنا ہے؟

میں نے کہا جی ہاں خدا کی قسم! میں نے سنا ہے۔ اب زندگی بھر اس کی طرف میرا قدم نہیں اُٹھے گا۔

۲۔ ابن عقدہ، علی بن حسن بن فضال، محمد بن عمر بن یزید، علی بن اسباط نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عیسیٰ الرواسی نے کہا کہ مجھ سے زیاد القندی اور ابن مسکان نے کہا:

ہم ابوابراہیمؑ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا:

اس وقت تمہارے پاس وہ آئے گا جو اہل ارض سے بہتر ہے، اتنے میں ابوالحسن الرضا علیہ السلام داخل ہوئے وہ اس وقت بچے تھے۔

ہم نے کہا کہ یہ تمام اہل ارض سے بہتر ہے؟

امام نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے انھیں قریب کر کے سینہ سے لگایا اور بوسہ دیا اور فرمایا:

فرزند! یہ دونوں کیا کہہ رہے ہیں؟

فرمایا، جی ہاں میرے آقا! یہ دونوں مجھ میں شک کرتے ہیں۔

علی بن اسباط نے کہا کہ میں نے یہ حدیث حسن ابن محبوب کے سامنے بیان کیا، اس نے کہا کہ اس نے حدیث ادھوری پڑھی جب کے مجھ سے علی بن رباب نے بیان کیا کہ ابوابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا تھا:

اگر تم دونوں نے اس کے حق کا انکار کیا یا ان سے خیانت کی تو تم دونوں پر اللہ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔

زیاد! تُو اور تیرے اصحاب کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔

علی بن رباب نے کہا کہ میں نے زیاد قندی سے ملاقات کی۔ میں نے اس سے کہا کہ ابوابراہیم علیہ السلام نے تجھے یہ بات کہی تھی۔ کہا کہ میرا خیال ہے کہ تُو پاگل ہو چکا ہے۔ یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر میں نے اس سے کلام نہ کی اور نہ ہی وہاں اس کے پاس گیا۔

حسن بن محبوب نے کہا کہ ہمیں انتظار تھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بدعا زیاد پر ضرور اثر کرے گا۔ پھر کچھ عرصہ گزرا تو امام علی رضا علیہ السلام کے دور میں اس نے ان کی امامت کا انکار کیا اور یوں زندیق ہو کر مر گیا۔

۳۔ احمد بن محمد بن یحییٰ، اپنے والد سے، محمد بن حسین بن ابی الخطاب، صفوان بن یحییٰ، ابراہیم بن یحییٰ ابی البلاد نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ بد بخت حمزہ بن بذیع کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ وہ ابھی آیا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا والد اب بھی زندہ ہے۔ یہ میرے والد کی موت پر شک کرتے ہیں۔ یہ لوگ زندیق ہو کر مریں گے۔ کچھ عرصہ گزرا کہ ہمیں ایک شخص کے متعلق یہ بیان کیا کہ اس نے مرتے وقت یہ الفاظ کہے کہ میں موت کے رب کا انکار کرتا ہوں یعنی میں اس خدا کو نہیں مانتا جس نے موسیٰ کاظم کو موت دی۔

صفوان نے کہا کہ اس سے حضرت کی تصدیق ہوگئی۔

۴۔ ابوعلی محمد بن ہمام، علی بن رباح کا بیان ہے کہ میں نے قاسم بن اسماعیل محمد القرشی سے کہا (وہ عطور اتھا) کہ تو نے محمد بن ابوحمزہ سے کیا سنا تھا؟ (۱)

۱۔ عطور اُبارش سے بھیگی ہوئی اشیا کو کہا جاتا ہے۔ معصومین واقفیہ کو اس نام سے یاد کرتے تھے۔

اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے صرف ایک حدیث سنی تھی جبکہ ... نے اس کی زبانی بہت سی احادیث بیان کی تھیں۔ ابن رباح نے کہا کہ میں ... قاسم سے پوچھا کہ تو نے حنان سے کتنی احادیث سنی ہیں؟

اس نے کہا کہ چار یا پانچ لیکن بعد میں اس نے بہت سی احادیث نقل کی تھیں۔

۵۔ احمد بن محمد بن موسیٰ، سعد بن عبداللہ، احمد بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا آپ ابن ابی حمزہ کے متعلق فرماتے تھے

کیا یہ وہی نہیں جو روایت کرتا تھا کہ مہدی کا سر عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس بھیجا جائے ... پر بھیجا جائے گا اور وہ سفیانی کا ساتھی ہوگا اور اس نے کہا تھا کہ ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام آٹھ ماہ کے بعد واپس آجائیں گے۔ کیا ابھی تک ان لوگوں کے سامنے اس کا جھوٹ واضح نہیں ہوا؟

۶۔ محمد بن احمد بن یحییٰ، ہمارے بعض اصحاب سے محمد بن عیسیٰ بن عبید، محمد بن راوی کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے سامنے علی بن ابی حمزہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اس پر لعنت کی پھر فرمایا:

علی بن حمزہ نہیں چاہتا کہ آسمان و زمین میں اللہ کی عبادت کی جائے جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ مشرکین کو وہ گوارا ہی کیوں نہ ہو، اگرچہ وہ مشرک تمہیں ناپسند ہی کیوں نہ کرے۔ میں (راوی) نے کہا کہ وہ مشرک ہے؟

فرمایا: جی ہاں! خدا کی قسم اگرچہ اس کی ناک ہی کیوں نہ رگڑی جائے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

"یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم" (توبہ/32)

"وہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں"۔

یہ آیت ایسے ہی افراد کے لیے نازل ہوئی۔

بہر نوع اس گروہ کے متعلق بہت زیادہ مطاعن منقول ہیں۔ ان کا مزید ذکر کر کے ہم کتاب کا حجم بڑھانا نہیں چاہتے۔

ہم کس طرح سے ان لوگوں کی روایات کو تسلیم کریں جب کہ ان کے حالات بہت ناگفتہ بہ تھے اور سلف صالح نے جن کی شدید مذمت کی تھی۔ ہم ان کی خود ساختہ روایات کے دام میں گرفتار ہونے پر آمادہ نہیں ہیں کیونکہ ہمارے پاس امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی نصوص موجود ہیں جو ان کے اقوال کو باطل ثابت کرتی ہیں۔

علاوہ ازیں امام علی رضا علیہ السلام کے معجزات بھی آپ کی امامت کی گواہی دیتے ہیں اور حضرت کے معجزات کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہی سبب تھا کہ عبدالرحمن بن الحجاج، رفاعہ بن موسیٰ، یونس بن یعقوب، جمیل بن دراج اور حماد بن عیسیٰ نے مذہب واقفیہ سے توبہ کر لی تھی۔ یہ لوگ ابتدا میں منحرف ہوئے تھے اور امام رضا علیہ السلام کی امامت میں شک کیا تھا پھر انھوں نے رجوع کر لیا تھا۔

ان کی طرح سے احمد بن محمد بن ابی نصر اور حسن بن علی الوشاء نے مذہب واقفیہ کا عقیدہ اختیار کر لیا تھا پھر بعد میں امام علی رضا علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر سابقہ عقیدے سے توبہ کی تھی اور آپ کی امامت کا اقرار کیا تھا۔

امامتِ رضویہ کی چند روایات اور آپ کے معجزات:

چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ جعفر بن محمد بن مالک، محمد بن حسین بن ابی الخطاب، محمد بن ابی عمیر، احمد بن محمد بن ابی نصر (اس کا تعلق آل مہران سے تھا) یہ سب لوگ عقیدہ وقف رکھتے تھے۔

احمد بن محمد بن ابی نصر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں کچھ پیچیدہ مسائل کے متعلق دریافت کیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں ان سے تین آیات:

(۱) افانت تسمع الصم او تهدی العمی ((زخرف /40)

(۲) فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام (انعام/125)

(۳) انک لاتهدی من احببت و لکن الله یهدی من یشآء

(القصص /56)

کا مفہوم و مقصد دریافت کروں گا۔

الغرض حضرت نے میرے خط کا جواب دیا اور تمام مسائل کا جواب لکھا اور خط کے آخر میں مذکورہ بالا آیات لکھ کر خط مجھے روانہ کر دیا۔

۲۔ اور حسن بن علی الوشاء کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اس نے اپنے متعلق خود بیان کیا کہ میں تجارت کی غرض سے خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ ایک دن میں وہاں موجود تھا کہ امام علی رضا علیہ السلام کا غلام یہ پیغام لایا کہ مولاؑ تجھ سے "حبرہ" (ایک خصوصی قسم کی چادر) طلب کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ چادر میرے مال میں موجود تھی لیکن میں اسے بھول چکا تھا اس لیے میں نے کہا کہ میرے پاس "حبرہ" نہیں ہے۔ غلام دوبارہ آیا اور کہا کہ میرے مولاؑ فرما رہے ہیں کہ وہ تمہارے سامان کے فلاں حصہ میں ہے۔ اس حصہ کو کھولو گے تو وہ تمہیں مل جائے گی۔

میں نے اس حصہ کو کھولا تو وہ موجود تھی۔

میں امامؑ سے ملاقات کر کے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا تھا لیکن جب میں ان کے دروازے پر گیا تو غلام نے مجھے ایک کاغذ تھمایا جس میں میرے تمام سوالات کے جواب تھے۔

جب میں نے حضرت کا یہ اعجاز دیکھا تو آپ کی امامت کو تسلیم کر لیا۔

۳۔ احمد بن محمد بن ابی نصر نے کہا ہے، ابن نجاشی نے مجھ سے کہا: تمہارے صاحب کے بعد تمہارا امام کون ہے؟ (اس وقت تک امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت نہیں ہوئی تھی) میں امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا بیٹا میرا جانشین ہوگا۔ پھر فرمایا:

کیا کوئی شخص یہ جرأت کر سکتا ہے کہ اس کے ہاں بیٹا نہ ہو اور پھر کہے کہ میرا بیٹا میرا حق دار بنے گا۔

۴۔ عبداللہ بن جعفر الحمیدی، عمر بن عیسیٰ یقطینی کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام کی امامت میں اختلاف کیا تو میں نے ان کی آزمائش کے لیے بہت سے مسائل جمع کیے۔ آپ نے ان کے جواب دیے۔ آپ نے پندرہ ہزار مسائل کے جواب دیے۔

۵۔ محمد بن عبداللہ بن افطس کا بیان ہے کہ میں مامون عباسی کے پاس گیا۔ اس نے مجھے ایک طرف بٹھایا اور کچھ تحفے تحائف دیے پھر اس نے کہا: رضا پر اللہ کی رحمت ہو وہ بہت بڑے عالم تھے۔ جب ان کی بیعت ہو چکی تھی تو ایک رات میں نے ان سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ عراق چلے جائیں گے اور میں خراسان میں آپ

کا خلیفہ بن کر نظام حکومت چلاتا رہوں گا۔ اس پر رضا مسکرائے اور فرمایا ہمیں یہاں خراسان ہی میں رہنا ہے۔ مجھے اس سرزمین پر موت آئے گی اور میں یہاں سے ہی مشہور ہوں گا۔

میں (مامون) نے کہا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟

فرمایا کہ جس طرح سے تو میرے سامنے موجود ہے اور مجھے تیری موجودگی کا یقین ہے اسی طرح سے مجھے اس بات پر بھی یقین ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ آپ کی اصلاح کرے تو میں کہاں ہوں گا؟

فرمایا کہ تیرے اور میرے درمیان جدائی آجائے گی۔ میری موت مشرق اور تیری موت مغرب میں واقع ہوگی۔

الغرض میں نے رضا کو خلافت پر آمادہ کرنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن وہ رضا مند ہی نہ ہوئے۔

۶۔ محمد بن عبداللہ بن حسن افطس راوی ہیں کہ میں ایک دن مامون کے پاس تھا۔ وہاں شراب نوشی کا دور چلا۔ جب مامون اچھی طرح سے شراب سے عقل وخرد سے بیگانہ ہوا تو اس نے اپنے تمام ندیموں کو نکال دیا اور مجھے اپنے ساتھ بٹھائے رکھا۔ پھر اس نے اپنی گانے والی کنیزوں کو بلایا۔ انھوں نے گانا بجانا شروع کیا۔ مامون نے ایک کنیز سے کہا کہ تو نے طوس میں جو مرثیہ پڑھا تھا اب وہی مرثیہ سناؤ۔ کنیز نے یہ مرثیہ پڑھا۔

سقیا لطوس و من اضحیٰ بھا قطنا

من عترۃ المصطفیٰ ابقی لنا حزنا

اعنی ابا حسن ان لہ

حقا علی کل من اضحیٰ بھا شجنا

سرزمین اس پر رحمت کی بارش ہو اور جو وہاں مقیم ہوا ہے اس پر خدا کی رحمت ہو، جس کا تعلق آل مصطفیٰ سے ہے۔ وہ ہمیں غمگین کر کے چلا گیا۔

میری مراد ابوالحسنؑ ہے اس نے ہر ایک کو مغموم کر دیا ہے۔

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مامون اتنا رویا کہ میں بھی رونے لگ گیا۔ پھر اس نے کہا: محمد! اگر ابوالحسن دنیا سے جلد رخصت نہ ہوتے تو میں انھیں اپنے تخت پر بٹھاتا۔ خدا حسن کے بیٹوں عبداللہ اور حمزہ پر لعنت کرے انھوں نے اسے قتل کیا ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمھیں ایک عجیب بات سناتا ہوں اسے اپنے دل میں محفوظ رکھو۔

میں نے کہا کہ وہ کیا بات ہے؟

مامون نے کہا کہ میری کنیز زاہدیہ بدر سے حاملہ ہوئی تو میں علی رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ کے بزرگ پرندوں کو دیکھ کر فال نکالتے تھے اور ان کی فال بالکل درست ہوتی۔ آپ بھی ان کے وارث ہیں۔ میری کنیز زاہریہ حاملہ ہے اور مجھے اس سے بڑا پیار ہے۔ وہ کئی بار حاملہ ہوئی لیکن ہر بار اس کا حمل گر گیا۔ اب وہ پھر حاملہ ہے تو کیا وہ بچہ جن پائے گی؟

علی رضا نے کہا کہ اسقاط کا خوف نہ کریں وہ صحیح سالم اور تندرست بچے کو جنم دے گی جس کی شکل وصورت اس کی ماں سے ملتی ہوگی۔ اس کے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی زیادہ ہوگی اور دائیں پاؤں کی بھی ایک انگلی زائد ہوگی۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اب مجھے اچھا موقع ملا ہے اگر رضا کی بات درست ثابت ہوئی تو انھیں خلعتیں بخشوں گا اور اگر ان کی خبر غلط ثابت ہوئی تو میں انھیں ولی عہدی سے معزول کر دوں گا۔ الغرض دن گزرے اسے درد زہ لاحق ہوا۔ میں نے دایہ سے کہا کہ جیسے ہی بچہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لے آنا۔

الغرض بچہ پیدا ہوا۔ دایہ اسے میرے پاس لائی تو واقعی اس کی چھ انگلیاں تھیں اور بچہ روشن ستارے کی طرح سے خوبصورت تھا۔ اس وقت میں نے چاہا کہ میں خلافت چھوڑ کر ان کے سپرد کروں لیکن میرے دل نے اس کی اجازت نہ دی البتہ میں نے اپنی مہر ان کے سپرد کر دی اور میں نے ان سے کہا۔

آپ معاملات کی تدبیر کریں۔ میں آپ سے کبھی اختلاف نہیں کروں گا۔

۹۔ امام علی رضا علیہ السلام اور جنابہ والبیہ کا واقعہ مشہور ہے۔ اس خاتون کے پاس ایک پتھر تھا جس پر امیر المومنین" نے اپنی مہر کندہ کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ میرے بعد جو بھی امامت کا دعوے دار ہو تو یہ پتھر لے جانا۔ اگر وہ اس پر اپنی مہر کندہ کر دے تو سمجھ لینا کہ وہ برحق امام ہے۔

چنانچہ یہ خاتون امام حسن علیہ السلام سے لے کر امام علی رضا علیہ السلام تک ہر امام کے پاس گئی۔ امام علی رضا علیہ السلام نے اس کے پتھر پر مہر لگا دی۔

اس کے چند روز بعد جنابہ والبیہ کی وفات ہوگئی۔

اسی طرح سے ایک خاتون ام غانم کے پاس بھی ایک پتھر تھا اس پر امیر المومنین علیہ السلام نے مہر ثبت کی تھی۔ پھر امام حسن سے لے کر امام حسن عسکری علیہم السلام کے گیارہ آئمہ نے اپنی اپنی مہریں ثبت کی تھیں۔

اس پتھر پر امام علی رضا علیہ السلام نے بھی مہر ثبت کی تھی اور یہ آپ کی امامت کی دلیل ہے۔

ہم نے یہ کہا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات اتنی ہی مسلم اور مشہور ہے جتنا کہ آپ کے آبائے طاہرین کی وفات مسلم ہے۔ ہماری اس دلیل کے مخالفین نے یہ کہا ہے کہ اگر شہرت ہی دلیل ہے تو پھر اس دلیل کے تحت صاحب الزمان کی ولادت ہی مشکوک قرار پائے گی کیونکہ ان کی ولادت اس قدر مشہور نہیں ہے لہٰذا ولادت کی عدم شہرت کو عدم وجود کی دلیل ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ولادت اور وفات کی شہرت میں بڑا فرق ہے۔ ہر شخص کی وفات مشہور ہوتی ہے جب کہ ولادت مشہور نہیں ہوتی۔ ہر شخص کی موت پر اس کے تمام احباب اور رشتہ دار موجود ہوتے ہیں جب کہ ولادت کے وقت تمام رشتہ دار موجود نہیں ہوتے۔

الغرض اس طرح کی خرافات صرف ایسا انسان ہی کہہ سکتا ہے جس کے پاس حجت نہ ہو اور دلیل علم سے بے بہرہ ہو۔

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی موت کا مشاہدہ بہت سے لوگوں نے کیا تھا اور اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ ایک شخص کو غائب کر دے اور دوسرے شخص کو اس کے مشابہ بنا دیا جائے لہٰذا ممکن ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی جگہ دوسرے شخص کی موت کو پیش کیا جائے اور خدا نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو محفوظ رکھا ہو۔

اگر اس طرح کی خرافات کو مان لیا جائے تو پھر ہمیں غلاۃ اور مفوضہ کی بات بھی

مانی پڑے گی کہ امیر المومنین اور امام حسین بھی شہید نہیں ہوئے تھے۔

اصول یہ ہے کہ کسی بھی نومولود کی ولادت کا اثبات اس کی دایہ کے بیان سے ہی ہو جاتا ہے۔ جب ایک دایہ کے بیان پر کسی کی ولادت کو مان لیا جائے تو جس کی ولادت کی گواہی ثقات نے دی ہو بھلا اس کی موت میں شک کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ امام علی تقیؑ کے فرزند محمدؒ کی امامت کا عقیدہ رکھا گیا اور غلطیہ گروہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کی امامت کا عقیدہ رکھتا ہے اور ایک مرتبہ یہ کہتا ہے کہ امام صاحب الزمان ابھی پیدا نہیں ہوا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صاحب الزمانؑ پیدا ہوئے تھے پھر ان کی وفات ہو گئی تھی اور قرب قیامت کے وقت دوبارہ زندہ ہوں گے۔

یہ سب غلط نظریات ہیں۔ ان نظریات کے حامل فرقے دنیا سے مٹ چکے ہیں۔ اگر یہ مذاہب حق ہوتے تو کبھی نہ مٹتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات مسلم ہے اور صاحب الزمانؑ کی ولادت غیر یقینی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ زمین حجت کے بغیر قائم ہے۔ جب کہ ایسا ناممکن ہے کیونکہ معصومینؑ سے بالتواتر یہ بات ثابت ہے کہ حجت کے بغیر زمین قائم نہیں رہ سکتی۔

اور عبداللہ بن جعفر اور جعفر بن علی کی امامت کے نظریات درست نہیں ہیں کیونکہ امام کے لیے عصمت ضروری ہے اور یہ دونوں بزرگوار معصوم نہیں تھے۔ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ دونوں بھائی امام تھے۔ ان کے بعد سلسلہ امامت میں کبھی دو بھائی امام نہیں بنے لہٰذا جو لوگ جعفر (کذاب) کی روایت کے قائل ہیں

وہ غلطی پر ہیں کیونکہ ان کے بھائی حسن عسکری علیہ السلام امام تھے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ صاحب الزمانؑ کی غیبت میں کیا مصلحت ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ امامت کے ہر فعل میں مصلحت ہے خواہ ہم اس سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں۔

یہی بات ہم امام صاحب الزمانؑ کی غیبت کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں خدا کی مصلحت ہے۔

اگر مخالفین یہ کہیں کہ آپ کے پاس غیبت کی کوئی اچھی توجیہہ موجود نہیں ہے لہٰذا آپ کا نظریہ غیبت درست نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ ملحد یہ کہتے ہیں کہ کائنات کے معاملات دیکھ کر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کا خالق صاحب کتب نہیں ہے۔ اگر اس کے افعال میں حکمت ہوتی تو ہمیں ضرور معلوم ہوتی۔ اب اس کا جو جواب مخالفین دیں گے وہی جواب ہم غیبت کے متعلق دیں گے۔

اب جب صاحب الزمانؑ کی امامت ثابت ہے تو اور وہ ہماری نگاہوں سے غائب ہیں تو ہمیں یقین رکھنا چاہیے تا کہ اس میں کوئی نہ کوئی مصلحتِ الٰہی پائی جاتی ہے، البتہ اس مصلحت کا جاننا ہمارے لیے ضروری نہیں ہے۔ خدا کے بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کی عقلی توجیہہ ہمارے لیے ممکن نہیں لیکن ہم اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ حکیم ہے اور اس کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے اور امام صاحب الزمانؑ کی غیبت کی مصلحت کے متعلق بھی ہم بعینہٖ یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اب اگر کوئی مخالف یہ کہے کہ جب آپ کے پاس صاحب الزمانؑ کی غیبت کی کوئی معقول مصلحت نہیں ہے تو پھر ان کی امامت کا انکار کیوں نہیں کرتے؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس طرح کا اشتباہ ملاحدہ وپیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم مسلمانوں کے پاس خدا کے افعال کی مکمل مصلحت ہی موجود نہیں ہے تو پھر تم خدا کے ماننے پر کیوں اصرار کرتے ہو؟

اب اس کا جو بھی جواب آپ ملحدہ کو دیں گے وہی جواب ہم آپ کو صاحب الزمان کی غیبت کے متعلق دیں گے۔

اگر یہ کہا جائے کیا سائل کو یہ اختیار ہے کہ وہ ابن الحسن کی امامت کے صحیح یا غلط ہونے پر بحث کرے یا سبب غیبت پر بحث کرے؟

ہم کہیں گے کہ اس میں کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ جسے حضرت ابن الحسن کی امامت پر شک ہے تو اس کے سامنے آپ کی امامت کے نصوص کیسے پیش کیے جائیں گے اور اگر کسی کو امام کی امامت میں شک ہے تو اس سے غیبت امام کے مسئلہ پر بحث نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ حضرت کی امامت اصل ہے اور غیبت اس کی فرع ہے اور جب تک اصل ثابت نہ ہو تب تک فرع پر بحث نہیں کی جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے صاحب الزمان کی امامت پر گفتگو کو ترجیح دی اور غیبت کے مسئلہ کو ہم نے مؤخر رکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی امامت ایسے عقلی امور پر مبنی ہے جن میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جب تک غیبت کے علل واسباب متشابہ ہیں اس لیے محکم کلام کو ہم نے متشابہ کلام پر مقدم رکھا ہے۔

اور اگر اس کے باوجود مخالفین یہ اعتراض کریں کے غیبت میں ایک طرح کی قباحت پائی جاتی ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ قباحت کی چند وجوہ ہیں مثلاً ظلم، جھوٹ،

جہالت یا فساد کا پھیلاؤ اس کی وجوہ ہوتی ہیں۔ یہ کہ غیبت میں اس طرح کی کوئی بھی وجہ موجود نہیں ہے لہٰذا قباحت کا دعویٰ غلط ہے۔

اگر مخالف یہ کہیں کہ آخر غیبت کی سزا موت ہی کیوں پڑی۔ اللہ کے پاس ہر طرح کی قدرت موجود ہے اور امام اس کا نمائندہ ہے کیا اللہ کے پاس یہ طاقت نہیں ہے کہ مخلوق کو یہ ہمت ہی نہ دے کہ وہ امامؑ کو اذیت دے سکیں اور امام اپنی ذمہ داریاں ادا کریں تاکہ ہمارے لیے لطف الٰہی شامل حال ہو۔ آخر اللہ نے اپنے نبی کو بھی تو دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا یہاں تک کہ آپ نے پیغام الٰہی پہنچایا تھا۔ آخر خدا نے امام کے لیے وہ اہتمام کیوں نہ کیا؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ رکاوٹ کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جو تکلیف کے منافی نہیں ہے اور وہ ایسی رکاوٹ ہے کہ ترک قبیح کی ضرورت نہ پڑے۔

اور دوسری رکاوٹ وہ ہے کہ جو ترک قبیح کا منکر ہو۔ پہلی قسم کی رکاوٹ تو قدرت کی طرف سے واقع ہوئی ہے۔ اللہ نے لوگوں کو امام پر ظلم کرنے سے منع کیا ہے اور لوگوں کو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کی ترغیب دی ہے اور مخلوق کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ امام کی حکومت کو مضبوط بنائیں۔

یہ وہ امور ہے جو کہ تکلیف کے منافی نہیں ہیں اب اگر اس کے باوجود مخلوق نے حکم الٰہی کی پرواہ نہ کی اور جواب میں اللہ نے ہادی کو پردہ غیبت میں بھیج دیا تو اس کی ذمہ داری خالق کی بجائے مخلوق پر عائد ہوتی ہے۔

اور رکاوٹ کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ مخلوق کو جبراً امام پر ظلم سے اور اس کی نافرمانی سے دور رکھے۔

یہ چیز انسانی خود مختاری اور تکلیف کے خلاف ہے اسی لیے قدرت کی طرف سے ایسی رکاوٹ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

جہاں تک نبی اکرم کی حفاظت کا سوال ہے تو وہاں معاملہ اور تھا۔ اور نبی کی حفاظت اس لیے ضروری تھی کہ اس کے علاوہ شریعت پہنچائی بھی نہ جا سکتی تھی اسی لیے نبی کی حفاظت ضروری تھی لیکن امام کا یہ مسئلہ نہیں ہے کیونکہ شریعت پہلے سے لوگوں کے پاس پہنچ چکی ہے اور لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہے۔ اگر یہ کیفیت نہ ہوتی تو اللہ ہر حال میں امام کو ظاہر رکھتا اور اسے پردہ غیبت میں نہ بھیجتا۔

اس مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی ہے وہ یہ ہے کہ جب رسول اکرمؐ دین کی تبلیغ کر چکے اور مکلفین پر حجت تمام ہو گئی تو اس کے بعد لوگوں نے آنحضرتؐ پر حملے بھی شروع کیے۔ ان سے جنگیں بھی کیں لیکن خدا نے جبراً کسی کو اس فعل سے نہیں روکا تھا۔

اگر مخالف یہ کہیں کہ غیبت کی واضح ترین وجہ بیان کرو تا کہ حجت و برہان کامل ہو جائے؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ غیبت امام کا واضح سبب یہ ہے کہ ظالموں کی طرف سے انھیں اپنی جان کا خوف تھا اور بلحاظ امام جو تدبیر، امور اور تصرف ان کے ذمہ تھا ظالمین نے ان سے یہ حق چھین لیا تھا۔

جب امام کی ذمہ داریوں میں ہی رکاوٹ کھڑی کر دی گئی تو تبلیغ کا فریضہ ان سے ساقط ہو گیا اور جب آپ کو اپنی جان کا خوف محسوس ہوا تو آپ کی غیبت واجب ہو گئی اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس سے قبل جب حبیب خدا نے شعب ابی طالب میں اور پھر غار میں غیبت اختیار کی تھی۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ نبی کی غیبت اور امام کی غیبت میں دو بنیادی فرق ہیں لہذا دونوں معاملات کو ایک ساتھ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پہلا فرق تو یہ ہے کہ رسول خدا شعب ابی طالب میں اس وقت پوشیدہ ہوئے تھے جب وہ اپنا پیغام پہنچا چکے تھے جب کہ امام نے تو ابھی اپنا پیغام ہی نہیں پہنچایا تھا۔

دوسرا رسول اکرمؐ نے پوشیدگی اختیار کی لیکن وہ محدود مدت کی تھی جب کہ آپ کے امام کی غیبت کو تو صدیاں گزر گئی ہیں لہذا ان دونوں کا تقابل درست نہیں ہے۔

اس کے بعد یہ کہ معاملہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو بیان کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی علیہ وآلہ وسلم نے شعب ابی طالب اور غار میں جو پوشیدگی اختیار کی تھی اس کا تعلق مکی زندگی سے ہے اور اس وقت تک پوری شریعت کی تبلیغ نہیں ہوئی تھی۔ قرآن کے اکثر اجتماعی احکام مدینہ میں نازل ہوئے تھے۔

باقی رہا یہ معاملہ کہ غیبت کی مقدار کی کمی یا زیادتی تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے یہ تو حالات و واقعات پر منحصر ہے کہ غیبت کا عرصہ کم ہونا چاہیے یا زیادہ ہونا چاہیے۔

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صاحب الزمانؑ کو دشمنوں کا خوف لاحق تھا اور وہ تقیہ میں تھے تو ان کے آبائے کرام کو بھی دشمنوں کا سامنا تھا یہ تو غائب نہیں ہوئے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب الزمانؑ اور ان کے آبائے طاہرینؑ میں بنیادی فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ صاحب الزمانؑ کے آباء کی ذمہ داری میں حکومت کا قیام شامل نہ تھا جب کہ صاحب الزمانؑ کو خدا نے صاحب الامر بنایا ہے اس لیے جتنا خطرہ صاحب الزمانؑ کو تھا اتنا خطرہ ان کے آبائے طاہرینؑ میں سے کسی کو بھی لاحق نہ تھا۔

حضرت صاحب الزمانؑ اور ان کے آبائے طاہرینؑ میں ایک اور زاویہ کا بھی

فرق ہے اور وہ یہ ہے سابقہ آئمہ میں سے جو بھی شہادت کا مرتبہ حاصل کرتا تو اس کے جانشین کے لیے اس کا فرزند موجود ہوتا تھا جو امامت کی ذمہ داریوں کو پورا کرتا تھا۔ جب کہ حضرت صاحب الزمان آخری امام ہیں ان کا کوئی بھی جانشین نہیں ہے۔

معترض اگر یہ کہے کہ امام زمین پر موجود ہو اور اس تک کسی کی رسائی نہ ہو اگر امام آسمان میں ہو تو دونوں حالتیں یکساں ہیں۔

ہم جواب میں یہ کہیں گے بالفرض اگر امام آسمان پر ہو اور زمین کے تمام حالات سے اسے آگاہی ہو تو اس کے لیے آسمان بھی زمین جیسا ہی ہوگا لیکن امام کا تعلق زمین سے ہے اسی لیے وہ آسمان میں نہیں ہے۔

اس مفروضہ کا الزامی جواب یہ ہے کہ جب نبی اکرمؐ عام نگاہوں سے غائب تھے اور آپ تک کسی کی رسائی نہ تھی تو اس وقت اگر نبیؐ زمین پر ہوتا یا آسمان پر دونوں حالتیں برابر ہوتیں۔ ایام غیبت میں اللہ نے اپنے نبیؐ کو آسمان پر کیوں نہ اٹھایا۔

لہٰذا اس سلسلہ میں معترض جو جواب دیں گے وہی ہمارا جواب ہوگا۔ اگر اس جواب پر معترض یہ اعتراض اٹھائے کہ یہ تو سچ ہے کہ نبیؐ کچھ عرصہ غیبت میں رہے۔ ان کی غیبت دشمنوں سے تھی ہر ایک سے نہ تھی جب کہ آپ کا امام تو سب کی نظروں سے پوشیدہ ہے!!

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ہم بالیقین یہ نہیں کہہ سکتے کہ صاحب الزمان اپنے تمام چاہنے والوں سے پوشیدہ ہیں لیکن نبی اکرم کی زندگی میں ایک اور مثال بھی ملتی ہے وہ یہ ہے کہ جب آپؐ غار میں تھے تو تمام دوستوں اور دشمنوں سے پوشیدہ تھے۔ غار میں حضرت ابوبکر کے علاوہ اور کوئی نہ تھا لہٰذا اگر امام الزمان دوستوں اور دشمنوں سے

مستور ہوں اور آپ کا صرف خادم خاص ہی آپ کے پاس ہو تو اسے بھی سنت نبوی پر محمول کرنا چاہیے۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ زمانہ غیبت میں شرعی حدود کا حکم کیا ہے؟ جن مجرموں کے لیے شریعت نے مخصوص سزا مقرر کی ہے انہیں وہ سزا تو غیبت کی وجہ سے نہیں مل سکتی کیا اس غیبت کی وجہ سے شریعت منسوخ ہو جائے گی اور اگر شریعت باقی ہے اور یقیناً باقی ہے تو پھر حدود شریعت کون جاری کرے گا؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ حدود باقی ہیں اور اگر امام ظاہر ہو اور مجرم بھی موجود ہوں تو امام ثبوت جرم یا اقرار جرم کے بعد ان پر حدود نافذ کریں گے۔ اب اگر عصر حاضر میں حدود قائم نہیں ہو رہے تو اس کا گناہ ان لوگوں کی گردن پر ہے جنھوں نے امام کو خوف زدہ کر کے اسے غیبت پر مجبور کیا ہے۔

اس سے حدود الٰہی کی منسوخی لازم نہیں آتی البتہ حدود کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ امام ان کے اجرا پر قدرت رکھتا ہو اور اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اگر کوئی رکاوٹ آ جائے تو حدود قائم نہ ہوں گی۔ حدود منسوخ تو تب ہوتیں کہ امام ظاہر ہوتے، ان کے پاس قدرت ہوتی، اور اقامہ حدود میں کوئی رکاوٹ نہ ہوتی اس کے باوجود بھی اگر امام حدود قائم نہ کرتے تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ شریعت منسوخ ہو گئی ہے۔ (العیاذ باللہ)

ان معترضین سے ہم مزید یہ کہیں گے کہ اگر کسی زمانہ میں ارباب بست وکشاد امام کا چناؤ نہ کر سکیں تو اس وقت حدود کا کیا حکم ہوگا؟

اگر چہ اس میں معترض یہ کہیں کہ اس صورت میں حدود ساقط ہوں گی تو ہم آپ پر یہ الزام تھوپ سکتے ہیں کہ آپ لوگ نسخ شریعت کے قائل ہیں۔

اس کے لیے آپ جو جواب دیں گے وہی جواب ہم دیں گے۔ ابوعلی کا قول ہے کہ اگر کسی دور میں اہل حل وعقد امام کا چناؤ نہ کر سکیں تو اللہ اقامہ حدود کے لیے خود بخود متبادل طریقہ لے آئے گا اور علت مکلف زائل ہو جائے گی اور ابو ہاشم کا قول ہے کہ اقامہ حدود دنیاوی ہے اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ابوعلی نے کہا ہے اگر وہی کچھ ہم کہیں تو اس سے ہمیں کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ امام کا تقرر صرف اقامہ حدود کے لیے نہیں ہوتا اور اگر حدود کا قیام نہ ہو سکے تو امام کی امامت باطل نہ ہوگی بلکہ وہ شریعت کے تابع ہے۔ جب امام کے پاس اختیارات نہ ہوں تو اقامہ حدود کے ساقط ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

البتہ ہم ابو ہاشم کے اس قول کی تائید نہیں کر سکتے کہ حدود دنیاوی ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر حدود صرف دنیاوی ہی ہوتیں تو خدا انھیں واجب قرار نہ دیتا۔ حدود دنیا میں سزا اور عذاب کا ایک حصہ ہیں۔ خدا نے صرف دنیا میں انھیں فرض کیا ہے تا کہ معاشرے میں سکون رہے لہٰذا ابو ہاشم کا قول درست نہیں کہ یہ دنیاوی ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ غیبت امام میں حق تک رسائی کا ذریعہ کیا ہے؟

اس کے جواب میں اگر امامیہ یہ کہتے ہیں کہ اس تک رسائی کا زمانہ غیبت میں کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر امامیہ نے تمام مخلوق کو حیرت، گمراہی اور شک میں ڈالا ہے اور اگر امامیہ یہ کہیں کہ دلائل و براہان سے حق تک رسائی ممکن ہے تو ان کا یہ جواب اس بات کی دلیل ہوگا کہ امت کو امام کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ حق دو طرح کا ہے:۔

۱۔ عقلی ۲۔ سمعی

حق عقلی دلائل اور براہین سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اور حق سمعی پر اقوال پیغمبرؐ اور آپ کی نصوص کے دلائل قائم ہیں اور رسول اللہؐ کے لیے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے اقوال موجود ہیں۔

ہم اس طرح کے اعتراضات کے تفصیلی جواب تلخیص لاشافی میں دے چکے ہیں۔ اس سلسلے کے متعلق اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ کچھ راویوں نے شریعت کے ایک حصہ کو چھپا دیا ہو اور اس کے لیے بیان امام کی ضرورت ہو اور امام کے بغیر حق واضح نہ ہو سکتا ہو اور ادھر امام کو قتل کا خوف بھی موجود ہو تو کیا کیا جائے گا؟

اگر شیعہ امامیہ یہ جواب دیں کہ امام خطرہ قتل کے باوجود ظاہر ہو کر حق کو واضح کرے گا۔

امامیہ کے اس جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ خوف قتل غیبت کا سبب نہیں بن سکتا۔

اگر امامیہ یہ کہیں کہ امام ظاہر نہ ہوگا اور جو دین امت سے راویوں نے پوشیدہ رکھا ہے اس کی تکلیف ہی ساقط ہو جائے گی۔ اگر آئمہ یہ جواب دیں تو وہ اجماع سے خارج ہوں گے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ جس بھی چیز کو نبی نے واضح کیا ہے وہ قیامت تک امت کے لیے ضروری ہے۔

اور اگر امامیہ یہ موقف اختیار کریں کہ تکلیف ساقط نہ ہوگی تو یہ سراسر تکلیف مالا یطاق ہے اور جس عمل کا علم ہی نہیں ہے اسے واجب کرنے کے برابر ہے۔

جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ یہ اعتراض محض زبانی لفاظی پر مبنی ہے۔ یہ چیز دین

کی حقانیت کے پیش نظر ناممکن ہے کہ دین کا ایک حصہ راویوں نے چھپا لیا ہو اور ان کواس کے بیان کے لیے ظاہر ہونے کی ضرورت ہو۔

حضرت صاحب الزمانؑ بارھویں امام ہیں۔ ان سے پہلے گیارہ آئمہ گزرے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسی بات ہوتی تو وہ اسے بیان کر گئے ہوتے۔

ہمارے علماء میں سے ایک یہ کہتے تھے کہ امامؑ اپنے دوستوں سے اس لیے غائب اور مستور ہیں کہ کہیں وہ آپ کی خبر کو عام نہ کر دیں اور اس کی وجہ سے اعداء کا خوف لاحق ہو۔

ہماری نظر میں یہ سبب درست نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا امامؑ کے پاس اجتماع خود ان کے لیے اور امامؑ کے لیے نامناسب ہے لہٰذا پوری جماعت سے اس امر کی توقع نہیں ہے۔

ہمارے علماء میں سے کچھ یہ کہتے ہیں کہ صاحب الزمانؑ اگر اپنے چاہنے والوں سے غائب ہیں تو اس کا سبب آپؑ کے دشمن ہیں کیونکہ آپؑ کے ظہور کو پورے طور پر ثمرآور قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ آپ مکمل خود مختار ہوں اور پوری طرح سے متصرف ہوں جب کہ دشمنوں نے رکاوٹ ڈالی ہے اور آپ کے پاس اختیارات باقی نہیں رہے اور دشمنوں کی اس نالائقی سے دوست بھی آپ کی زیارت سے محروم ہو گئے ہیں۔

سید مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ مخالف اگر یہ سوال کرے کہ امامؑ اپنے ماننے والوں کے سامنے ظاہر کیوں نہیں ہوتے؟

ہم کہتے ہیں کہ سوال بے موقع ہے کیونکہ اگر سائل کا مقصود یہ ہے کہ زمانہ غیبت میں امامؑ کے چاہنے والے لطف سے محروم ہیں لہٰذا ان کے چاہنے والوں کے ذمہ امامؑ کے

لیے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تکلیف امامؑ کی فرماں برداری ہے اس لیے یہ سوال درست نہیں کیونکہ لطف شیعوں کے متعلق حاصل ہے کیونکہ جب شیعہ یہ جانتے ہیں کہ ان کا امامؑ پردۂ غیبت میں ہے اور کسی بھی وقت اس کا ظہور ہو سکتا ہے اس لیے ہر شیعہ ہر وقت امامؑ کے اختیارات کا قائل ہے اور اسے امامؑ کی تادیب کا بھی اندیشہ رہتا ہے اور امامؑ کے تصور کی وجہ سے وہ برائی سے اجتناب کرتا ہے اور وہ بہت سے واجبات کو سرانجام دیتا ہے لہٰذا اس کی نظر میں غیبتِ امامؑ کی یہی حیثیت ہے کہ وہ ایک شہر میں ہے اور امامؑ دوسرے شہر میں ہے۔ اس طرح سے لطف حاصل ہے۔ یہ سب وجود امامؑ کا اس کے اور زمانہ غیبت میں توجہ زیادہ ہے کیونکہ دورِ غیبت میں ہر وقت یہ احتمال موجود ہے کہ امامؑ کسی بھی وقت ظہور کر سکتے ہیں اور وہ یوں تصور کرتا ہے کہ امامؑ ہر وقت اس کے ساتھ اس کے شہر میں ہیں اور گویا وہ امام زمانؑ کو دیکھ رہا ہے اور شاید وہ اسے نہیں پہچانتا اور اسے امامؑ کی اطلاع نہیں ہے۔ اس عقیدہ کے تحت وہ برائیوں سے نفرت محسوس کرتا ہے اور جب لطف قائم ہے تو امامؑ کی پردہ پوشی جائز ہو گی۔ جب یہ ثابت ہو جائے تو ان کے لیے لطف حاصل ہے تو اس کے باوجود یہ کہنے کی کیا تُک ہے کہ امامؑ ان کے لیے ظاہر کیوں نہیں ہوتا۔

ہم کہیں گے کہ یہ بات کسی بھی حال میں واجب نہیں ہے لہٰذا اس بیان سے سوال ہی سرے سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ انھیں تو ایک طرح سے لطف حاصل ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ امامؑ کی وجہ سے تمام شرائع کے پہنچنے کا یقین رکھتے ہیں اور اگر انھیں اس کا وثوق نہ ہوتا اور وہ یہ جائز کہتے کہ ان کے لیے بہت سے احکام شریعت کا مخفی ہونا درست ہے تو بات اور تھی لیکن جب وہ وجود امامؑ کو مانتے ہیں تو اس کی وجہ سے تمام احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرح سے ان کے لیے لطف حاصل ہے اور یہ چیز ہرگز خارق عادت نہیں ہے۔

"صاحب الزمان کی ولادت کا اخفا کوئی نئی بات نہیں ہے"۔

اس سے قبل ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ کی ولادت غیر عادی (خلاف عادت) نہیں ہے۔

ایرانی علماء نے جو کہ فارس کے حکمرانوں کے واقعات بیان کیے ہیں ان واقعات میں خسرو کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ اس کی والدہ نے اپنے بیٹے کے حمل اور ولادت کو مخفی رکھا تھا۔ خسرو کی والدہ ترک بادشاہ افراسیاب کی نواسی تھا جب کہ خسرو کا دادا چاہتا تھا کہ وہ افراسیاب کی نسل کو قتل کر دے اس لیے خسرو کی والدہ نے اپنے فرزند کی ولادت کو مخفی رکھا تھا۔ اس کا قصہ کتب تاریخ میں مشہور ہے اور مورخ طبری نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ موجود ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ نے انھیں چھپ کر جنم دیا تھا اور ایک غار میں چھپا دیا تھا یہاں تک کہ آپ بالغ ہو کر غار سے باہر آئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل خدا نے مخفی رکھا تھا اور پیدائش کے بعد ان کی والدہ نے فرعون کے ڈر سے انھیں صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہی حال حضرت صاحب الزمانؑ کا ہے لہٰذا اس پر تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی آپ کی ولادت "انہونی" چیز ہے۔

روزمرہ کے واقعات میں بھی ہمیں اس طرح کی مثالیں دکھائی دیتی ہیں کہ کسی شخص نے اپنی زوجہ سے چھپ کر کسی کنیز سے شادی کر رکھی ہوتی ہے اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ طویل عرصہ تک اپنی بیوی سے اس خبر کو چھپاتا ہے لیکن جب قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کا اظہار کر دیتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے بچوں کو رشتہ داروں سے چھپاتے ہیں کہ کہیں رشتہ دار اس کی میراث پر قبضہ کے لیے اس کے بچوں کو قتل نہ کر دیں۔

اس طرح کے واقعات سے دنیا بھری پڑی ہے اس لیے حضرت صاحب الزمانؑ کی ولادت پر ہرگز تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس ایسی بھی کئی مثالیں ہیں کہ باپ کی موت کے لیے کچھ عرصہ بعد ان کی ولدیت اس وقت ثابت ہوئی جب دو عادل مسلمانوں نے اس کی حدیث کی گواہی دی اور انھوں نے یہ بتایا کہ اس کے والد نے ہمیں اس کا گواہ بنایا تھا لیکن وہ اپنے خاندان کی وجہ سے ان کے سامنے اظہار نہیں کر سکا تھا۔

حضرت صاحب الزمانؑ کی ولادت بہت سی جہات سے ثابت ہے۔ ہم عنقریب ان جہات کا تذکرہ کریں گے۔

البتہ یہ درست ہے کہ صاحب الزمانؑ کے چچا جعفر نے اپنے بھائی حسن عسکری علیہ السلام کے صاحب اولاد ہونے کا انکار کیا اس طرح سے اس نے اپنے بھائی امام حسن عسکری علیہ السلام کی میراث اور ترکہ پر ہاتھ صاف کیے تھے اور اس وقت کے خلیفہ سے کہا تھا کہ میرے بھائی کی کنیزوں کو زندان میں کچھ عرصہ کے لیے ڈال دیں تا کہ یقین ہو جائے کہ ان میں سے کوئی بھی حاملہ نہیں ہے۔

جعفر یہ چاہتا تھا کہ ہر بار میں امامؑ کے عقیدہ کی وجہ سے شیعوں کا قتل عام کروائے کیونکہ شیعہ امام عسکری علیہ السلام کے فرزند کا عقیدہ رکھتے تھے اس سے جعفر کی امامت کی نفی ہوتی تھی۔

مخالف کہتے ہیں کہ اگر صاحب الزمانؑ پیدا ہو چکے تھے تو ان کے سگے چچا نے یہ دعویٰ کیوں کیا کہ میرا بھائی لاولد دنیا سے رخصت ہوا ہے؟

اس اشکال کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جعفر غیر معصوم تھا جب کہ قرآن نے یہ گواہی دی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام پر ظلم کیا تھا جب کہ کچھ لوگ ان کے نبی ہونے کے بھی دعوے دار ہیں۔ جب نبی کے بیٹے ظلم کر سکتے ہیں اور اپنے معصوم و نبی بھائی پر ظلم کے پہاڑ توڑ سکتے ہیں تو امام حسن عسکری علیہ السلام کا بیٹا یہ ظلم کیوں نہیں کر سکتا؟

اشکال:

اگر امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاں کسی بیٹے نے جنم لیا ہوتا تو اس کی کیا وجہ ہے کہ امام حسن عسکری نے اپنی وصیت میں اپنی تمام جائیداد اور صدقات کو اپنی زوجہ ام الحسن کے نام کیوں لکھا۔ اگر ان کے ہاں کوئی فرزند موجود تھا تو انھوں نے اپنے وصیت نامے میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا تھا؟

جواب:

اس اشکال کا واضح جواب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا کہ آپ اپنے فرزند کی زندگی کی حفاظت چاہتے تھے۔ اگر اپنی وصیت میں اپنے فرزند کا ذکر کرتے تو صاحب الزمانؑ کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔

اس سے قبل امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی یہی کیا تھا۔ انھوں نے پانچ افراد کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ ان میں پہلا نام سلطان وقت منصور دوانیقی کا تھا۔ آپ نے وصیت نامہ صرف اپنے فرزند موسیٰ کاظم کے لیے نہیں لکھا تھا۔

آپ نے اپنے وصیت نامہ پر ربیع، قاضی وقت اور اپنی ام ولد کنیز حمیدہ بربریہ کو گواہ مقرر کیا تھا اور آپ نے اپنے وصیت نامہ کے آخر میں اپنے فرزند موسیٰ کاظم علیہ السلام کا نام لکھا تھا۔ اگر آپ یہ تدبیر نہ کرتے تو حاکم وقت آپ کے فرزند کی زندگی کو خطرات میں ڈال دیتا۔ اسی وصیت نامہ کو بنیاد بنا کر امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی وصیت مرتب کی تھی۔

اشکال:

آپ امامیہ پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ امام زمان کی غیبت کو ایک طویل عرصہ گزرا ہے اور آج تک کسی کو بھی ان کے مقام کی خبر نہیں ہوئی جب کہ یہ عقیدہ اور نظریہ خلاف عادت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ظالم حکومت سے چھپ جائے تو عین ممکن ہے کہ حکومتی جاسوس کو اس کے مقام کی خبر نہ ہو لیکن اس کے باوثوق دوستوں کو اس کے چھپنے کے مقام کا علم ہوتا ہے۔

اس کے برعکس صدیوں سے صاحب الزمانؑ غائب ہیں اور آج تک کسی کو بھی ان کے مقام کی کوئی خبر نہیں ہے۔ یقیناً یہ چیز قابل تعجب اور ناقابل یقین ہے!!

جواب:

معترض کا یہ اعتراض درست نہیں ہے کیونکہ امامیہ یہ کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے کچھ اصحاب نے حضرت عسکریؑ کی زندگی میں صاحب الزمانؑ کی زیارت کی تھی اور حضرت عسکریؑ کی وفات کے بعد یہ لوگ ان کے اصحاب اور خواص تھے اور وہ امامؑ اور شیعوں کے درمیان واسطہ کا کام دیتے تھے۔ ان بزرگوں کا ہم بعد میں تعارف کرائیں گے۔

اور وہ ثقہ افراد امامؑ سے علم دین لے کر آپ کے شیعوں تک پہنچاتے تھے اور مسائل کے جوابات امامؑ سے حاصل کر کے سائلین تک پہنچاتے تھے اور لوگوں سے امامؑ کے حقوق وصول کرتے تھے۔ ان لوگوں کا انتخاب امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کیا تھا اور ان لوگوں کو اپنا امین مقرر کیا تھا اور یہ امامؑ کے جملہ امور کو سرانجام دیتے تھے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ان کے نام مع ولدیت وقبائل بیان کیے تھے۔ ان میں عروہ بن عثمان بن سعید سمان اور ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید شامل تھے ان کے علاوہ کچھ اور معتمد بھی تھے جن کا ہم ذکر کریں گے۔ عقل وامانت، فہم وولایت میں ممتاز تھے ہر شخص ان کی صداقت کا اعتراف کرتا ہے، حد یہ ہے کہ سلطانِ وقت بھی ان کے کردار سے متاثر تھا اور اگر کوئی مخالف ان کا شکوہ کرتا تو سلطان وقت ان کا دفاع کرتا تھا۔ ہمارے اس بیان سے مخالفین کا اعتراض زائل ہو جاتا ہے۔

آئمہ ہدیٰ علیہم السلام سے روایت منقول ہے:

کہ حضرت قائمؑ کی دو غیبتیں ہوں گی، دوسری غیبت پہلی غیبت سے طویل ہوگی۔ پہلی غیبت میں امامؑ کے حالات معلوم ہوتے رہیں گے، دوسری غیبت میں ان کے حالات کا علم نہ ہو سکے گا۔

آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی یہ پیشن گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس پر مخالفین زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہونا خلاف عادت ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بھی درست نہیں ہے کیونکہ اگر خدا چاہے کہ کسی شخص کے لیے اس عادت کو توڑ بھی دیتا ہے اور وہ مرد موجود ہوتے ہوئے مفقود الخبر رہتا ہے۔

اس کی واضح مثال حضرت خضرؑ ہیں وہ زمانہ موسیٰؑ میں موجود تھے اور امت کا

اجماع ہے کہ وہ اس وقت بھی زندہ ہیں لیکن ان کے ٹھکانے کا کسی کو علم نہیں ہے اور ان کے اصحاب کو بھی کوئی نہیں جانتا، ہمارے پاس ان کے متعلق بس اتنا ہی علم ہے جتنا کہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے اس سے زیادہ کسی کے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے۔

البتہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں خضرؑ کی زیارت ہوئی لیکن ہم انھیں پہچان نہیں سکے ہم یہ سمجھتے رہے کہ یہ بزرگ کوئی عابد و زاہد قسم کا انسان ہے لیکن ان کے جانے کے بعد علم ہوا کہ وہ تو حضرت خضرؑ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خوف سے مصر چھوڑ کر مدائن چلے گئے تھے جہاں انھوں نے طویل عرصہ بسر کیا اور شادی کی اس پورے عرصہ میں اہل مصر کو معلوم نہ تھا کہ موسیٰ کہاں ہیں پھر جب مدائن سے واپسی پر خدا نے انھیں نبوت عطا کی اور آپ نے دین کی دعوت دی تو سب کو علم ہوا کہ آپ موسیٰؑ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے نام پر قرآن کریم کی ایک صورت ہے، جس میں آپ کی سرگزشت کو بیان کیا گیا ہے۔ طویل مصائب سہنے کے بعد آپ تخت حکومت پر فائز ہوئے۔ اس دوران آپ کے بھائی گندم لینے کے لیے آپؑ کے پاس پہنچے۔ آپ نے انھیں پہچان لیا جب کہ بھائی نہ پہچان سکے پھر جب معصوم نے چاہا کہ یہ مجھے پہچانیں تو پہچان کے اسباب پیدا ہوئے اور بھائیوں نے پہچان لیا۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت یونسؑ بن متی کے ساتھ پیش آیا جب ان کی قوم نے ان کی بے توقیری کی تو آپ انھیں چھوڑ کر غائب ہو گئے اور ان کی امت میں سے کسی کو بھی ان کا ٹھکانا معلوم نہ ہو سکا۔ اللہ نے انھیں اپنی مچھلی کے شکم میں غائب کر دیا تھا اور

شکم ماہی میں انھیں زندہ بھی رکھا، انھوں نے تسبیح کی تو انھیں اس سے نجات ملی۔ (۱)

اصحاب کہف کا قصہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے، انھوں نے اپنی قوم اور شہر کو چھوڑ کر ایک غار میں پناہ لی تھی اور تین صدیوں سے کچھ اوپر کا عرصہ وہ اہلِ زمین کی نظروں سے غائب رہے کسی کو ان کے ٹھکانے کا علم نہ تھا۔

پھر اللہ نے انھیں زندہ کیا تب کہیں جا کر لوگوں کو ان کی موجودگی کا علم ہوا۔

اللہ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو شاید اس لیے بیان کیا کہ کل کلاں امام کائنات غیبت میں چلے جائیں تو لوگوں کو اس پر تعجب نہ ہو۔

قرآن کریم میں اس بزرگ کا واقعہ بھی موجود ہے جو گدھے پر سوار ہو کر اپنا کھانا اور پانی لیے ایسے قریہ سے گزرے جو تباہ اور اُلٹا پڑا تھا۔ تعجب سے کہا کہ خدا انھیں کیسے زندہ کرے گا، خدا نے انھیں سو سال کے لیے موت دے دی تھی۔

مشہور یہ ہے کہ یہ عزیز نبی تھے۔ جب ایک سو سال کے بعد زندہ ہوئے تو کھانا گرم تھا اور پانی تازہ تھا۔

اس سے خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ کھانا جلد خراب ہو جاتا ہے اور پانی کا ذائقہ جلد بدل جاتا ہے لیکن اللہ نے اپنی جلد خراب ہونے والی اشیاء کو ان کی حالت پر محفوظ رکھا۔

۱۔ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا: فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون۔
اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو ہم ان کو مچھلی کے شکم میں قیامت تک رکھتے۔
اس پورے عرصہ میں مچھلی بھی زندہ رہی اور اس کا قیدی بھی زندہ رہا۔ جو خدا قیامت تک مچھلی اور اس کے قیدی کو زندہ رکھ سکتا ہے تو کیا وہ اپنے دین کے ہادی کو طویل عرصہ تک غیبت میں زندہ نہیں رکھ سکتا۔

(اضافۃ من المترجم)

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر خدا چاہے تو جلد خراب ہونے والی چیز کو سو سال تک محفوظ رکھ سکتا ہے تو اگر وہی قادر و قیوم خدا اپنے دین کے آخری ہادی کو پردہ غیبت میں محفوظ رکھے تو اس میں حیرت اور تعجب کیا ہے؟

مذکورہ بالا واقعات غیبت امام زمانہ کا مبین ترین ثبوت ہیں۔ ان واقعات کا انکار کوئی مسلم نہیں کرتا البتہ کوئی بے دین اور دہریہ اس کا انکار کرے تو اس کو اختیار ہے لیکن جب کسی دہریہ سے ہمارا مباحثہ ہوا تو ہم غیبت کے عنوان پر اس سے بحث نہیں کریں گے اس کی بجائے ہم مسئلہ توحید اور وجود خداوندی پر بحث کریں گے۔

اور امام زمانہ کی غیبت کی بحث صرف ان لوگوں سے کی جائے گی جو اسلام کے قائل ہیں اور اللہ کی قدرت کو تسلیم کرتے ہیں۔

غیبت کی دنیا میں بہت سی مثالیں موجود ہیں چنانچہ شاہان فارس میں سے ارباب تاریخ نے کچھ ایسے شاہوں کا ذکر کیا ہے جو ایک عرصہ تک روپوش ہو گئے تھے اور کسی کو ان کے ٹھکانے کی خبر تک نہ تھی پھر جب حالات سازگار ہوئے تو وہ واپس لوٹ آئے تھے۔

یہ واقعات اگرچہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہیں البتہ اس قسم کے واقعات کتب تاریخ میں پائے جاتے ہیں۔

اس طرح کے واقعات حکمائے روم اور حکمائے ہند کے متعلق بھی بیان کیے جاتے ہیں لیکن ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ہمارے مخالف اس طرح کے واقعات نہیں مانیں گے، اسی لیے ہم اس طرح کے واقعات کو بیان نہیں کریں گے۔

دوسرے کرگسوں سے طویل ہوگئی اور اس سے اس محاورے نے جنم لیا "طال الامد علی لبد" اس کی عمر تو "لبد" سے بھی بڑھ گئی۔ عرب کے مشہور شاعر اعشیٰ نے کہا تھا۔

لنفسک اذ تختار سبعة انسر	اذا مضی نسر خلوت الی نسر
فعمّر حتی خال ان نسوره	خلود هل یبقی النفوس علی الدهر
وقال لادناهن اذ حل ریشه	هلکت واهلکت ابن عاد و ما تدر

جب تو اپنے لیے سات گدھوں کا انتخاب کرے جب ایک گدھ مر جائے تو دوسرے گدھ کے ساتھ تو جاوداں رہے گا یہاں تک کہ اس نے عمر بسر کی جب تک نہ سنا تھا کہ گدھ جاودانہ رہیں گے۔

کیا زمانے کے چکر سے جانیں محفوظ رہ سکتی ہیں اور جب آخری گدھ کے پر گر گئے تو وہ بھی ہلاک ہو گیا اور ابن عاد بھی ہلاک ہو گیا۔

۳۔ **ربیع بن ضبع بن وہب بن بغیض بن مالک:**

مرنے کے وقت اس کی عمر تین سو چالیس برس کی تھی۔ اس نے نبی اکرمؐ کا زمانہ پایا تھا لیکن اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ عبدالملک بن مروان کے دور حکومت تک زندہ رہا تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ اس وقت تیری عمر کیا ہے تو اس نے بتایا کہ میں نے فترت عیسیٰ دو سو سال بسر کیے اور دور جاہلیت میں ایک سو بیس سال بسر کیے اور ساٹھ سال اسلام کے دور میں بسر کیے۔ عبدالملک نے اس سے کہا کہ تیرے مقدر نے یاوری کی ہے۔

اس کے حالات مشہور ہیں۔ جب اس کی عمر تین صدیوں تک پہنچی تو اس نے کہا کہ آج جوانی مجھ سے جدا ہو گئی ہے۔ خیر کیا ہوا اگر آج مجھ سے جوانی جدا ہوئی ہے تو

طویل عرصہ تک میرے ساتھ بھی رہی ہے۔ اس کے اشعار بڑے معروف ہیں۔ اس نے یہ کہا تھا:

اذا کان الشتاء فادفئونی	فان الشیخ یهدمه الشتاء
فاما حین یذهب کل قر	فسربال خفیف او رداء
اذا عاش الفتی مائتین عاماً	فقد اودی المسرة والفتاء

سردیوں میں مجھے گرم کیا کرو۔ سردی بوڑھے آدمی کو تباہ کر دیتی ہے لیکن جب سردی رخصت ہوتی ہے تو پھر ہلکی شلوار یا ایک چادر ہی کافی ہوتی ہے۔ جب کوئی جوان دو سو برس زندگی بسر کرلے تو پھر لذت اور جوانی رخصت ہو جاتی ہے۔

۴۔ **مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن زید بن مناۃ:**

اسے خدا نے تین سو تیس برس کی عمر عطا کی تھی۔ اس نے یہ شعر کہے تھے۔

ولقد سئمت من الحیاة وطولها	وعمرت من بعد السنین مئینا
مائة اتت من بعدها مائتان لی	وازددت من عدة الشهور سنینا
هل ما بقی الا کما قد فاتنا	یوم یکر و لیلة تحدونا

میں زندگی کی طوالت سے تھک چکا ہوں۔ برس ہا برس کے بعد کئی مزید برس آ گئے ہیں۔ ایک سو سال کے بعد مزید دو سو سال گزر چکے ہیں۔ اب ہر دن آفتاب میں تو ڈھل رہا ہے اور ہر رات موت کی طرف دھکیل رہی ہے۔

۵۔ **اکثم بن صیفی اسدی:**

اس نے تین سو تیس برس کی عمر پائی تھی۔ اس نے نبی اکرمؐ کا زمانہ پایا تھا اور ایمان لایا تھا لیکن ملاقات مقدر میں نہ تھی۔ اس کی طرف بہت سی حکمت آمیز باتیں

منسوب ہیں۔اس نے یہ شعر کہے تھے:

ران امرء اقدعاش تسعین حجۃ — الی مائۃ لم یسام العیش جاھل

خلت مائتان غیرست وار بعین — وذلک من عدالليالی قلائل

اگر کسی شخص کی عمر ایک سو برس ہو جائے اور زندگی کے اب بھی ملول نہ ہوا ہو تو وہ جاہل ہے ۔میری زندگی کے ایک سو نوے برس گزر چکے ہیں اور راتوں کی تعداد کے اعتبار سے یہ مدت بہت کم ہے۔

اس کا والد صیفی بن ریاح بن اکثم بھی طویل العمر افراد میں سے تھا۔اس کی عمر دو سو ستر برس کی تھی لیکن عمر کے آخری ایام میں بھی اس کی عقل میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔اس کو "ذی الحلم" کہا جاتا تھا۔حتمس یشکری نے اس کے متعلق یہ کہا تھا۔

لذی الحلم قبل الیوم مایقرع العصا

وما علم الانسان الا لیعلما

صیفی بن اکثم صاحب علم تھا اور اس نے کبھی ڈنڈا نہ اٹھایا تھا۔اس نے جو بھی تعلیم حاصل کی تھی وہ دوسروں کو سکھائی تھی۔

۶۔ ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو:

اس نے دو سو بیس برس عمر پائی تھی لیکن اس عمر میں بھی جوان تھا۔اس نے اسلام کا زمانہ پایا تھا لیکن اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

ابو حاتم اور ریاشی نے عثمی سے اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ضبیرہ سہمی دو سو بیس سال کی عمر میں مرا تھا لیکن اس کے بال سیاہ تھے اور دانت صحیح سالم تھے۔

اس کے ابن عم قیس بن عدی نے اس کا مرثیہ کہا تھا:

من یامن الحدثان بعد — ضبیرة السهمی ماتا

سبقت منیته المشیب — وکان منیة أفتلاتا

فتزودوا لاتھلکوا — من دون أھلكم خفاتا

دو سو برس عمر پانے والے ضبیرہ سہمی کے بعد حوادثِ زمانہ سے کون محفوظ رہ سکتا ہے۔اس نے بڑھاپے پر سبقت حاصل کی تھی، وہ جواب تھا اور ناگہانی موت کا شکار ہوا۔

اے لوگو! توشہ فراہم کر لو تم اہل و عیال کو چھوڑ کر اچانک مرجاؤ گے

۷۔ درید بن الصمہ الجشمی:

اس نے دو سو برس کی عمر پائی تھی۔اس نے اسلام کا زمانہ پایا تھا لیکن اسلام قبول نہ کیا تھا۔جنگِ حنین میں یہ کافروں کے لشکر کا سالار تھا اور یہ جنگِ حنین میں قتل ہوا تھا۔

۸۔ محسن بن غسان بن الظالم الزبیدی:

یہ شخص 265 برس کی عمر میں مرا تھا۔

۹۔ عمرو بن حُممہ الدوسی:

اس نے چار سو سال کی عمر پائی تھی۔اس نے یہ اشعار کہے تھے۔

کبرت وطال العمر فی کانفی — سلیم أفاع لیلة غیر مددع

فما الموت أفنانی ولکن تتابعت — علیّ سنون من مصیف ومربع

ثلاث مئات قد مررن کوملاً — وھا اناھذا ارتجی منه اربع

میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور عمر طویل ہو گئی ہے یوں لگتا ہے مار گزیدہ ہوں اور ابھی

شب بھر نہیں آئی۔ مجھے موت نے نہیں مارا البتہ مجھ پر گرم و سرد سال گزر گئے۔
تین سو سال جو بڑھاپے میں گزرے اور اب میں چوتھی صدی کی امید کر رہا ہوں۔

۱۰۔ حارث بن مضاض جرہمی:

یہ شخص چار سو سال کی عمر میں مرا تھا اور اس نے یہ اشعار کہے تھے:

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا
انیس ولم یسمر بمکۃ سامر
بلی نحن کنا اہلہا فابادنا
صروف اللیالی والجدود العواثر

گویا حجون سے مکہ تک ہمارا کوئی ساتھی نہ تھا اور مکہ میں کسی نے داستان گوئی نہ کی تھی۔ جی میں ہم مکہ کے اہل تھے اور راتوں کی آمد و رفت نے ہمیں تباہ کیا۔

۱۱۔ عبدالمسیح بن بقیلہ غسانی:

اس کے متعلق کلبی اور ابوعبیدہ نے بیان کیا کہ موت کے وقت اس کی عمر ساڑھے تین سو برس تھی۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا تھا لیکن اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ یہ نصرانی تھا اور حیرہ کے مقام پر اس نے خالد بن ولید سے جو گفتگو کی تھی وہ تاریخ کے اوراق میں مرقوم ہے۔

خالد نے اس سے پوچھا کہ تو نے کتنا زمانہ دیکھا ہے؟

اس نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ سمندری کشتیاں سیلاب کی کھائی ہوئی اس کھاڑی سے یہاں ہمارے پاس آتی رہتی تھیں اور میں نے حیرہ کی رہائشی عورت کو دیکھا کہ سر پر دوپٹہ رکھتی اور ایک روٹی کا زادِ راہ لے کر شام چلی جاتی تھی اور اب یہ سمندری

کھاڑی بند ہو چکی ہے۔ یہ سب خدا کے کارنامے ہیں۔

اس نے یہ اشعار کہے تھے:

والناس ابناء علات فمن علموا — ان قد اقل فمجفو محقور
وھم بنون لأم ان راوا نشبا — فذاک بالغیب محفوظ مقصور

لوگ سوکنوں کی اولاد ہیں اگر وہ کسی کو مفلس دیکھتے ہیں تو اس پر جفا کرتے ہیں اور اس کی حقارت کرتے ہیں اور اگر وہ کسی کی دولت مندی کو دیکھتے ہیں تو پھر سگی ماں کے بیٹے بن جاتے ہیں۔ یہ دورنگی غیب میں محفوظ اور ثبت شدہ ہے۔

۱۲۔ النابغۃ الجعدی:

اس کا تعلق بنی عامر بن صعصعہ سے تھا اور اس کی کنیت ابولیلیٰ تھی۔
ابوحاتم السجستانی کا بیان ہے کہ نابغہ جعدی نابغہ ذبیانی سے کہیں بڑا تھا۔
وہ فخر کرتا ہے اور اس نے کہا کہ میں نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا:

بلغنا السمآء مجدنا وجدودنا
وانا لنرجو فوق ذلک مظھرا

ہماری عزت و عظمت آسمان تک پہنچ چکی ہے۔ ہم اس سے بھی مزید بلندی کے امیدوار ہیں۔
رسول خداؐ نے یہ سن کر فرمایا:
ابولیلیٰ! مزید کون سی بلندی کے خواہش مند ہو؟
میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم جنت کے خواہش مند ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جی ہاں۔ ان شاءاللہ

پھر میں نے رسول اکرمؐ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ
بوادر تحمی صفوہ ان یکدرا
ولا خیر فی جھل اذا لم یکن لہ
حلیم اذا ما اورد الامر اصدرا

اس وقت تک علم میں کوئی بھلائی نہیں جب تک اس کے ساتھ غضب نہ ہو جو صاف اور ملکہ کو جدا کر سکے۔

اور اس جہالت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ حلم نہ ہو جو اس شدت کا نرمی سے مداوا کر سکے۔

رسول اکرمؐ نے اسے دعا دی اور فرمایا کہ خدا تیرے چہرہ کو تر و تازہ رکھے۔

آپؐ کی دعا کا یہ اثر تھا کہ ایک سو بیس برس کی زندگی میں بھی اس کے دانت اور داڑھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ اگر اس کا کوئی دانت ٹوٹتا تو اس کی جگہ نیا دانت پیدا ہو جاتا تھا۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا اس وقت اس کی عمر اسی برس تھی لیکن اس کا چہرہ چمکتا تھا۔

۱۳۔ ابو طمحان قینی:

اس کا تعلق بنی کنانہ بن القین سے تھا۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ موت کے وقت اس کی عمر دو سو برس تھی۔ اس نے یہ اشعار کہے تھے:

حتی حانیات الدھر حتی　　　　کانی خاتم ادنو نصید

فیصر الحظو بحسب من و آلی　　　　الست مقیداً انی بقید

زمانہ کی سختیوں نے مجھے اتنا خمیدہ کیا ہے تم کہہ سکتے ہو کہ میں شکار کے لیے خم ہوں۔ سخت بڑھاپے کی وجہ سے میں اتنے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوں کہ دیکھنے والا یہ کہتا ہے کہ میرے پاؤں زنجیر سے بندھے ہوئے ہیں۔

اس کے حالات اور اشعار معروف ہیں۔

۱۴۔ ذوالاصبع العدوانی:

ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ یہ تین سو برس کی زندگی میں مرا تھا۔ دور جاہلیت میں یہ عرب کا حکمران تھا۔

اس کے حالات، اشعار اور اقوال زریں بہت مشہور ہیں۔

۱۵۔ زہیر بن حباب حمیری

ہم نے طوالت کی وجہ سے ان کے نسب کو نقل نہیں کیا۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ زہیر بن حباب نے دو سو بیس برس عمر پائی تھی اور دو سو چھوٹی بڑی جنگوں میں شریک ہوا تھا۔ وہ اپنی قوم کا سردار تھا، اس میں دس ایسی خصلتیں جمع ہوئیں تھیں جو اس کے کسی معاصر میں جمع نہ ہوئیں تھیں۔

وہ اپنی قوم کا سردار، رئیس، خطیب، شاعر اور سلاطین سے راہ و رسم رکھنے والا اور طبیب تھا۔ اس دور میں طبیب کا بڑا احترام کیا جاتا تھا اور وہ اپنی قوم کو یکجا رکھنے والا کاہن شاہ سوار تھا، اس کے گھر کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور کہا:

میری اولاد! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میں نے بڑا زمانہ گزارا ہے۔ تجربات نے

مجھے پختہ بنایا ہے جب کہ معاملات تجربہ اور اختیار کا ہی نام ہے۔ میں جو کچھ کہوں غور سے سنو اور میری باتوں کو یاد رکھو، خبردار! مصائب میں بے صبری اختیار نہ کرو اور مشکلات کے وقت میں اپنے امور دوسروں کے حوالے نہ کرو۔ یہ چیز غم کا سبب اور دشمن کی خوشی کا سبب بنتی ہے، اپنے رب پر بدگمانی نہ کرنا۔

خبردار! حوادث سے دھوکا نہ کھانا اور حوادث سے مطمئن نہ رہنا، کبھی کسی کا مذاق نہ اُڑانا مذاق اُڑانے والے ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں۔

آزمائش کی امید رکھو انسان ہمیشہ زمانہ کے نشانے پر رہتا ہے، کچھ نا کام رہتے ہیں اور زمانہ کے تیر انسان کو لگ کر رہتے ہیں۔

اس کے اقوال اور اشعار معروف ہیں۔

۱۶۔ دوید بن نھید بن زید بن اسود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ ابو حاتم کہتے ہیں کہ دوید نے چار سو چھپن (456) سال کی عمر پائی تھی۔ اس کی وصیت مشہور ہے اور اس کے حالات بھی مشہور ہیں۔ اس نے یہ شعر کہے تھے:۔

الـقـى علـىّ الـدهـر رجلاً و يداً

والـدهـر مـا أصـلـح يومـاماً افـسـدا

يـفـسـد مـا اصـلـحـه اليوم غداً

زمانہ نے میرے ہاتھ پاؤں بے کار کر دیئے ہیں۔ زمانہ جسے خراب کرے تو اسے ٹھیک نہیں کرتا اور جسے آج ٹھیک کرے تو کل کو اسے خراب کر دیتا ہے۔

۱۷۔ حارث بن کعب بن عمرو بن وعلہ مذحجی، یہ مالک بن اُدد کی والدہ ہے۔ عربی زبان میں مذحج ٹیلے کو کہا جاتا ہے۔ اس کی والدہ کی پیدائش ٹیلے پر ہوئی تھی اسی لیے اس

کا نام "مذحج" رکھا گیا تھا۔

ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ حارث بن کعب نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے کہا میرے بچو! میں اس وقت ایک سو ساٹھ برس کا ہو چکا ہوں آج تک میں نے کسی دھوکے باز سے ہاتھ نہیں ملایا اور میں نے پوری زندگی تاجروں کا لباس نہیں پہنا اور میں نے آج تک کسی چچازاد یا رشتہ دار سے عشق نہیں کیا اور میں نے کسی بدکردار عورت سے بدکاری نہیں کی، میں نے کسی دوست کا آج تک راز فاش نہیں کیا۔ میں شعیب نبی کے دین پر ہوں، اس وقت اسد بن خزیمہ اور تمیم بن مر کے علاوہ ان کے دین کا کوئی پیروکار نہیں ہے۔

میری وصیت یاد رکھو اور میرے ہی دین پر مرو۔ اپنے خدا سے ڈرتے رہو وہ تمہارے حالات کو درست رکھے گا اور تمہارے اعمال میں انکسار پیدا کرے گا۔

خبردار! خدا کی نافرمانی سے پرہیز کرتے رہنا ورنہ تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا اور تمہارے شہر ویران ہو جائیں گے۔

میرے بچو! اتفاق سے رہنا اور مختلف گروہوں میں تقسیم نہ ہونا، یاد رکھو عزت کی موت ذلت اور عاجزی کی زندگی سے بہتر ہے اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہر گروہ فنا کے گھاٹ اُترے گا۔ دو طرح کے دن ہوتے ہیں، ایک خوشی کا دن ہوتا ہے اور ایک غم کا دن ہوتا ہے اور لوگ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ تمہارے موافق اور کچھ تمہارے مخالف ہوں گے۔ برابر کے لوگوں سے رشتہ داری کرو اور اپنے مادۂ حیات کو پاکیزہ ارحام میں منتقل کرو۔

احمق عورت کے نکاح سے پرہیز کرو اس کی اولاد بھی احمق ہوگی اور یاد رکھو قطع رحمی

کرنے والوں کو راحت نصیب نہیں ہوتی اور جب کسی قوم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو وہ دشمن کا تر نوالہ بن جاتی ہے۔ کسی بھی اجتماع کے لیے نظریات کا اختلاف آفت ہوتا ہے اور بھلائی سرانجام دینے سے انسان برائی سے محفوظ رہتا ہے اور برائی کے بدلے برائی کرنا خود برائی میں داخل ہونے کے مترادف ہے اور برائی کو انجام دینا انسان کو تباہ کر دیتا ہے۔ قطع رحمی غم کا سبب بنتی ہے حرمت کی پامالی نعمات کے زوال کا سبب ہے۔ والدین کی نافرمانی بدبختی کا سبب ہے اور مجالس کی تباہی اور شہروں کی ویرانی کا ذریعہ ہے۔ خیر خواہی سے رسوائی دور ہوتی ہے کینہ توزی وسعت رزق سے مانع ہے اور غلطی پر جمے رہنا بلیات میں تسلسل پیدا کرتا ہے اور برے طریقوں کو اختیار کرنے سے اسباب شفقت قطع ہو جاتے ہیں اور دلوں میں پلنے والی عداوتیں ایک دوسرے سے دور کرتی ہیں۔

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اکلت شبابی فافنیه — رافنیت بعد دهور دهورا
ثلاثة أهلین صاحبهم — فبادوا فاصبحت شیخاً کبیرا
قلیل الطعام عسیر القیا — م قد ترک الدهر خطوی قصیرا
ابیت اراعی نجوم السماء — اقلب امری بطوناً ظهورا

میں نے اپنا شباب فنا کر دیا اور کئی برسہا برس گزار دیے ہیں، تین بیویوں سے میں نے زندگی بسر کی وہ سب رخصت ہو گئیں اور میں بوڑھا فرتوت ہو گیا۔

میں تھوڑا سا کھانا لیتا ہوں اور کھڑا ہونا مشکل ہو چکا ہے زمانے نے مجھے چھوٹے چھوٹے قدم چلنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اب میں ساری رات اختر شماری میں بسر کرتا ہوں اور اپنے معاملات کو الٹ پلٹ کر دیکھتا ہوں۔

یہاں تک ہم نے عرب کے طویل العمر افراد کا ذکر کیا ہے۔ اس عنوان کی بہت سی کتابیں موجود ہیں جن میں اس طرح کے لوگوں کے معاملات لکھے ہوئے ہیں۔

اہل فارس نے بھی اس طرح کے واقعات کو لکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ ان میں کچھ سلاطین ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے غیر معمولی طور پر طویل عمر پائی تھی۔ چنانچہ اہل فارس بیان کرتے ہیں کہ اَلضحاک جس کے سر پر دو سانپ ہوتے تھے اس کی عمر بارہ سو سال کی تھی جب کہ افریدون عادل نے ایک ہزار سال کی عمر پائی تھی۔

اہل فارس کہتے ہیں کہ جس نے مہرجان ایجاد کیا تھا اس نے اڑھائی ہزار سال زندگی پائی تھی زندگی کے اس دورانیہ میں اس نے چھ سو برس تک اپنی قوم سے روپوشی اختیار کی تھی۔

مذکورہ افراد کے علاوہ اہل فارس کی تاریخ میں اور بھی طویل العمر افراد کے نام لکھے ہوئے ہیں لیکن ہم مزید واقعات بیان کر کے کتاب کا حجم بڑھانا نہیں چاہتے۔

عرب کے طویل العمر افراد میں مذکورہ بالا سولہ افراد کے علاوہ کچھ اور نام بھی شامل ہیں۔

حسب ذیل افراد بھی معمر بن کی فہرست میں شامل ہیں:

۱۸۔ یعرب بن قحطان:

اس کا اصل نام ربیعہ تھا اور یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے عربی زبان میں گفتگو کی تھی۔ ابوالحسن اصبہانی نے کتاب الفرج والشجر میں لکھا ہے کہ اس نے دو سو سال

تک حکومت کی تھی اور یہ تمام یمن کا جد اعلیٰ ہے۔ چند شاخ قبائل ایسے ہیں جو اس کی نسل میں سے نہیں ہیں اور ان کی غالب اکثریت کا تعلق اسی کی نسل سے ہے۔

۱۹۔ عمرو بن عامر مزیقیا

اصفہانی نے عبدالمجید بن ابی عیسیٰ انصاری اور شرقی بن قطامی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ خدا نے اسے آٹھ سو برس کی زندگی عطا کی تھی۔ چار سو سال اس نے اپنے باپ کی زندگی میں بسر کیے تھے اور چار سو سال باپ کے بعد زندہ رہا۔ یہ شخص روزانہ دو جوڑے پہنتا تھا، ایک جوڑا صبح کے وقت پہنتا تھا اور روزانہ ان کپڑوں کو پھاڑ دیتا تھا تاکہ اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کے کپڑے نہ پہنے۔ اس کی اسی عادت کی وجہ سے اسے ''مزیقیا'' کہا جاتا تھا۔

اس نام کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس کے دور حکومت میں الازد قبیلہ منتشر ہوا تھا۔

یہ شخص سرزمین صبا کا حاکم تھا۔ کاہنوں نے اسے یہ پیش گوئی کی تھی کہ اس کا وسیع سیل کرم سے تباہ ہو جائے گا، اس نے یہ سنا تو اپنی تمام جائیداد فروخت کر دی اور سیل کرم سے پہلے ہی اپنے متعلقین کو لے کر روانہ ہو گیا۔ یہیں سے ازد قبیلہ مختلف مقامات پر پھیلا۔

۲۰۔ جہلمہ بن اُدد بن زید بن یشجب بن عزیب بن زید بن کہلان بن یعرب

جہلمہ کو طئی کہا جاتا ہے اور قبیلہ طئی اسی کی طرف منسوب ہے اس کے حالات بہت طویل ہیں۔ اس کا ایک بھتیجا تھا اس کا نام یحابر بن مالک بن ادد تھا، ان میں سے ہر ایک نے پانچ سو برس کی عمر پائی تھی۔ ایک چراگاہ کی وجہ سے ان میں نزاع پیدا

ہوا۔ جہلمہ نے دیکھا کہ اس نزاع کی وجہ سے اس کا قبیلہ ہلاک ہو جائے گا اسی لیے اس نے وہ علاقہ چھوڑا اور منازل کو طے کیا اسی لیے اس کو طئی کہا جاتا ہے۔ وہ اَجا اور سلمیٰ کے پہاڑوں کا مالک بنا تھا۔

۲۱۔ عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف:

جب خزاعہ اور جرہم میں جنگ ہوئی تو اس جنگ میں یہ شخص قبیلہ خزاعہ کا قائد تھا اور یہ وہی شخص تھا جس نے سائبہ، وصیلہ اور حام کو رواج دیا تھا۔

یہ وہ بدبخت شخص ہے جو کہ شام سے ہبل اور منات نامی دو بت لے کر مکہ آیا اور ان کی عبادت کو رواج دیا۔ اس نے ہبل نامی بت خزیمہ کے سپرد کیا اسی لیے اسے ''ہبل الخزیمہ'' کہا جاتا تھا اور وہ کوہ ابی قبیس پر چڑھا اور منات کو وہاں رکھا اور یہ مرد (ایک طرح کی شطرنج) لے کر مکہ میں آیا۔ اہل مکہ صبح شام کعبہ میں بیٹھ کر صبح شام کھیلا کرتے تھے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مجھے دوزخ دکھائی دی تو میں نے وہاں عمرو بن لحی کو دیکھا وہ چھوٹے قد اور سرخ چہرے والا تھا۔ وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا، میں نے کہا یہ کون ہے؟

مجھے بتایا گیا کہ یہ عمرو بن لحی ہے، وہ جرہم کی طرح سے کعبہ کے امور کا مالک بنا اور وہ زندگی بھر کعبہ پر قابض رہا۔ جب مرا تو اس کی عمر تین سو پینتالیس برس تھی۔

اس کی اولاد ایک ہزار افراد تک پہنچ گئی تھی۔

اب اگر تمام واقعات کے بعد ہمارے مخالفین یہ کہیں کہ یہ تاریخ کے فرسودہ اور دقیانوسی واقعات ہیں تو ہم ان سے کہیں گے کہ کم از کم یہ بات تو تسلیم کرلو کہ یہ

جہان مخلوق ہے اور اس کا ایک خالق ہے اور وہ جس کو چاہے لمبی عمر عطا کر دے اور جسے چاہے چھوٹی عمر عطا کر دے۔ یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے تو جسے لمبی عمر عطا کر دے تو اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہمارا مخالف زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اتنی طویل عمر خلافِ عادت ہے، ہم یہ مثالیں دے کر بیان کر چکے ہیں کہ کائنات رنگ و بو میں یہ واقعات ممکن ہیں۔

اشکال:

اتنی طویل عمر عادت کے خلاف ہے۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ آخر اس میں رکاوٹ ہی کیا ہے؟

اگر جواب یہ دیا جائے کہ یہ صرف انبیاءؑ کے زمانے میں ہی ممکن ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ خرق عادت افعال کا اظہار صرف نبیؐ کے ہاتھوں پر ہی نہیں ہوتا اور آئمہؑ وصالحین سے بھی خرق عادات افعال ہی پر ہوتے ہیں اور اصحاب حدیث اسے درست قرار دیتے ہیں اور معتزلہ اور حشویہ اسے کرامات کا نام دیتے ہیں۔

پھر تو یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ خارق عادات افعال کا اظہار انبیاءؑ، آئمہؑ اور صالحین کے ہاتھوں پر کرتا ہے اور یہ قدرت کی طرف سے ان کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔

سید شریف رضی نے بیان کیا ہے کہ میرے سامنے یہ بات بیان کی گئی کہ باب شام میں ایک بزرگ رہتا ہے جس کی عمر ایک سو چالیس برس سے زیادہ ہے۔ میں نے اس سے ملاقات کی پھر اسے اپنے ساتھ کرخ محلہ میں لے آیا، اس شخص نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کی ہوئی تھی اور اس نے امام علیہ السلام کا حلیہ اور اوصاف بیان کیے۔

یہ درست ہے کہ بڑھاپے میں اعضا کمزور ہو جاتے ہیں حافظہ ساتھ چھوڑ دیتا ہے لیکن اگر خدا بڑھاپے میں بھی کسی کے ہوش و حواس کو بحال رکھے تو یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔

طوالت عمر ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے، ہم نے مذکورہ بالا افراد کے متعلق بیان کیا ہے کہ طول عمر کے باوجود وہ عقلی اور ذہنی طور پر تندرست تھے۔

علاوہ ازیں ہر مسلمان یہ تسلیم کرتا ہے کہ اہل جنت ہزاروں سال رہنے کے بعد بھی بدستور جوان رہیں گے، جو خدا جنت میں لوگوں کو جوان رکھنے پر قادر ہے اگر وہ اس دنیا میں کسی کو ایک حالت پر رکھ دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

امام صاحب الزمانؑ کی امامت اور حجت غیبت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ عامہ و خاصہ نے نبی اکرمؐ سے یہ روایت کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ امامؑ بارہ ہوں گے نہ اس سے کم ہوں گے نہ اس سے زیادہ ہوں گے۔

بارہ آئمہؑ کی احادیث بزبانِ علمائے عامہ:

اسی حدیث سے بالصراقت یہ ثابت ہوتا ہے کہ آئمہ کی تعداد بارہ ہے جن کی امامت کا ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور اس سے صاحب الزمانؑ ابن الحسن علیہ السلام کی امامت و غیبت ثابت ہوتی ہے، اگر کوئی صاحب الزمانؑ کی غیبت کا عقیدہ نہ رکھے تو وہ بارہ اماموں کی تعداد پوری نہیں کر سکتا۔

بارہ آئمہؑ کی اس حدیث کو ہم کتب اہل سنت سے ثابت کرتے ہیں:

ا۔ ابو عبداللہ احمد بن عبدون المعروف ابن الحاشر۔ (۱)

ابوالحسن بن محمد بن علی شجاعی الکاتب، ابوعبداللہ بن ابراہیم المعروف بابن ابی زینب نعمانی الکاتب، محمد بن عثمان بن علان ذہبی البغدادی، ابوبکر بن ابی خیثمہ، اسود بن سعید ہمدانی کا بیان ہے کہ میں نے جابر بن سمرة سے سنا، اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ انھوں نے فرمایا:

"یکون بعدی اثنا عشر خلیفة کلھم من قریش"

میرے بعد بارہ خلفا ہوں گے سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

جب وہ اپنے گھر پہنچا تو قریش اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟

جواب دیا کہ اس کے بعد ہرج ومرج ہوگا۔

۲۔ اپنی اسناد سے محمد بن عثمان، ابن عون، شعبی، جابر بن سمرہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لایزال اھل ھذا الدین ینصرون علی من ناوا ھم الی اثنی عشر خلیفة"

اس دین کے پیروکاروں اپنے مخالفین پر غالب رہیں گے یہاں تک کہ بارہ خلفا گزر جائیں۔

لوگ اُٹھ بیٹھ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جملہ فرمایا جسے میں نہ سن سکا۔

پھر میں نے اپنے والد یا بھائی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرمایا

۱۔ اس کا نام احمد بن عبدالواحد بن احمد بزار المعروف ابن عبدون۔

یہ مشائخ حدیث میں سے تھا اس نے 223ھ میں وفات پائی تھی۔

تھا۔

مجھے بتایا گیا کہ آپ نے فرمایا: "کلھم من قریش" وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔

۳۔ محمد بن عثمان، احمد، عبداللہ بن عمر، سلیمان بن احمر، ابن عون، شعبی، جابر بن سمرة سے مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہی روایت منقول ہے۔

۴۔ اسی اسناد سے محمد بن عثمان، احمد بن ابی خیثمہ، یحییٰ بن معین، عبداللہ بن صالح، لیث بن سعد، خلف بن یزید، سعید بن ابی ہلال، ربیعہ بن سیف۔ اس نے کہا کہ ہم شفی الاصحی کے پاس تھے، اس نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے سنا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: "یکون خلفی اثنا عشر خلیفة"

میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔

۵۔ محمد بن عثمان، احمد، عفان، یحییٰ بن اسحاق سالحسینی، حماد بن سلمہ، عبداللہ بن عمر، الطفیل۔ عبداللہ بن عمر نے کہا:

الطفیل: بنی کعب بن لوئی کے بارہ افراد ہوں گے۔

پھر اس کے بعد منافقت کا دور دورہ ہوگا۔

۶۔ اسی اسناد سے محمد بن عثمان، احمد، مقدمی، عاصم بن علی بن مقدام، اپنے والد سے، فطر بن خلیفہ، ابوخالد والبی، جابر بن سمرہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا:

"لایزال ھذا الدین ظاھرا لایضرہ من ناواہ حتی یقوم اثنا عشر خلیفة کلھم من قریش"

یہ دین غالب رہے گا۔ مخالفین کی مخالفت اسے نقصان نہ پہنچائے گی یہاں تک کہ

قریش کے بارہ خلفاء ہو جائیں۔

۷۔ اسی اسناد سے محمد بن عثمان، عبداللہ بن جعفر رقی، عیسیٰ بن یونس، مجالد بن سعید شعبی، مسروق کا بیان ہے کہ ہم ابن مسعود کے پاس تھے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ کیا تمھارے نبیؐ نے تمھیں یہ بتایا تھا کہ امت میں کتنے خلفاء ہوں گے؟ ابن مسعود نے کہا کہ جی ہاں! لیکن تجھ سے پہلے کسی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا جب کہ تو کمسن ہے۔ میں نے آنحضرتؐ سے سنا تھا کہ میرے خلفاء کی تعداد بنی اسرائیل کے خلفاء کی تعداد کے برابر ہوگی۔

اللہ نے فرمایا "وبعثنا منهم اثنی عشر نقیبا" (المائدہ/12)

ہم نے ان میں بارہ نقیب بھیجے تھے۔

۸۔ ایک جماعت نے ابومحمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری، ابوعلی، احمد بن علی المعروف ابن الخصیب رازی، کچھ اصحاب نے بیان کیا، حنظلہ بن زکریا تمیمی، احمد بن یحییٰ طوسی، ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ، محمد بن فضیل، اعمش، ابی صالح، ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت جبرائیل اللہ کی طرف سے ایک صحیفہ رسول اکرمؐ کے پاس لائے تھے۔ اس میں سونے کی چٹھیاں تھیں اور انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرما رہا ہے کہ وہ پہلی مہر کے مکتوب کو کھولے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ اس طرح سے ہر امام یکے بعد دیگرے اس امانت کو دیتا رہے چنانچہ حضرتؐ نے بھی مہر کھولی اور اس میں موجود چھٹی پر عمل کیا۔ پھر آپ نے وہ امانت امام حسن علیہ السلام کے سپرد کی۔ امام حسن علیہ السلام نے اپنے حصہ کی چٹھی کھولی اور اس پر عمل کیا پھر امام حسین علیہ السلام کو وہ امانت سپرد کی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے حصہ کی

چٹھی کو کھولا اور اس پر عمل کیا۔ اس طرح سے یکے بعد دیگرے نسلاً بعد نسلاً یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آخری چٹھی امام صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچی۔

۹۔ اسی اسناد کے ساتھ تلعکبری، ابوعلی محمد بن ہمام، حسن بن علی القوھستانی، زید بن اسحاق، اس کے والد نے کہا کہ میں نے ابوعیسیٰ بن موسیٰ سے پوچھا آپ نے تابعین میں سے کس کو پایا؟

اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن میں مسجد کوفہ میں تھا وہاں ایک شیخ سے سنا جو کہ جامع مسجد میں عبد خیر سے روایت کر رہا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ مجھ سے رسول خداؐ نے فرمایا:

"یا علی الائمه الراشدون المهدیون المغصوبون حقوقهم من ولدک احد عشر اماما وانت"

علیؑ! آئمہ راشدین المہدیون میں تیری اولاد میں سے گیارہ ہوں گے۔ جن کے حقوق غصب کر لیے جائیں گے اور تم اس سلسلے کے پہلے امام ہو۔

۱۰۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی، ابومحمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری، محمد بن احمد بن عبداللہ ہاشمی، ابوموسیٰ عیسیٰ بن احمد بن عیسیٰ بن منصور، ابوالحسن علی بن محمد عسکری، محمد بن علی، علی بن موسیٰ، موسیٰ بن جعفر، جعفر بن محمد، محمد بن علی، علی بن الحسین، حسین بن علی علیہم افضل الصلوٰت والسلام حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں: رسول خداؐ نے فرمایا:

"من سره ان یلقی الله آمنا مطهرا لایحزنه الفزع الاکبر فلیتو لک ولیتول نبیک الحسن والحسین وعلی بن الحسین و محمد

بن علی و جعفر بن محمد و موسیٰ بن جعفر و علی بن موسیٰ و محمد و علیا و الحسن و المهدی و هو خاتمهم و لیکونن فی آخر الزمان قوم یتولونک یا علی یشناهم الناس ولو احبهم کان خیرا لهم لو کانوا یعلمون، یؤثرونک و ولدک علی الآباء والامهات والاخوة والاخوات و علی عشائرهم و القرابات صلوات الله علیهم افضل الصلوات اولئک یحشرون تحت لواء الحمد یتجاوز سیئاتهم و یرفع درجاتهم جزاء بما کانوا یعملون۝"

تجھے یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ سے حالت امن اور پاکیزگی میں ملاقات کرے اور اس پر قیامت کی ہولناکی طاری نہ ہو تو اسے چاہیے کہ تجھ سے محبت رکھے اور تیری اولاد حسنؑ، حسینؑ، علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ اور محمد، علی اور حسن اور مہدی علیہ السلام سے محبت رکھے۔ مہدی علیہ السلام اس سلسلے کا آخری فرد ہو گا۔ آخری زمانے میں ایک قوم تجھ سے محبت رکھے گی۔ لوگ ان پر طعن و تشنیع کریں گے حالانکہ اگر سب لوگ ان سے محبت کرتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا، کاش کہ وہ جان لیتے۔

تجھ سے محبت کرنے والی قوم ایسی ہو گی کہ وہ تجھے اور تیری اولاد کو اپنے والدین، بھائیوں، بہنوں، قبیلہ اور قرابت داروں پر ترجیح دیں گے۔ ان پر اللہ کا افضل ترین درود ہو گا۔ یہ لوگ لواء الحمد کے زیر سایہ محشور کیے جائیں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کیا جائے گا اور ان کے درجات بلند کیے جائیں گے۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہو گا۔

علمائے خاصہ سے منقول احادیث:

علمائے خاصہ سے اس سلسلہ کی بے شمار روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ہم چند روایات پر اکتفا کرتے ہیں

۱۔ حضرت عیاشؒ واباں بن ابی عیاش سے سلیم بن قیس سے۔ اس نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر طیار سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ میں، حسن، حسین، عبداللہ بن عباس، عمر بن ام سلمہ، اسامہ بن زید معاویہ کے دربار میں تھے۔ میرے اور معاویہ کے درمیان گفتگو ہوئی۔ میں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے حضرت رسول خداؐ سے یہ سنا۔ آپؐ نے فرمایا

"انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم ثم اخی علی بن ابی طالب اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم فاذا استشهد فالحسن فالحسن اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم فاذا مضی الحسن فالحسین اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم فاذا استشهد فابنه بالمؤمنین من وستدرکه یا علیٰ ثم ابنه من انفسهم یا علیٰ ثم یکمله اثنا عشر اماماً تسعة من ولد الحسین۔

قال عبدالله بن جعفر استشهدت الحسن والحسین و عبدالله بن عباس و عمر بن ام سلمة و اسامة ابن زید فشهدوا لی عند معاویه قال سلیم بن قیس وقد سمعت ذلک من سلمان و ابی ذر و المقداد و ذکروا انهم سمعوا ذالک من رسول الله۔

میں اہل ایمان کی جانوں سے ان پر زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔ پھر میرا بھائی علیؑ مومنین کی جان پر حق تصرف رکھتا ہے۔ علیؑ کی شہادت کے بعد حسنؑ مومنین کی جان پر حق تصرف رکھتا ہے۔ حسنؑ کے بعد حسینؑ مومنین کی جان پر حق تصرف رکھتا ہے۔ حسینؑ کی

شہادت کے بعد علی بن الحسین کو حق تصرف ہوگا۔

علیؑ ! عنقریب تم ان سے ملاقات کرو گے۔

اس کے بعد اس کے فرزند محمد بن علی کو اہل ایمان کی جانوں پر حق تصرف ہوگا۔ اس طرح سے بارہ امام ہوں گے ان میں سے نو کا تعلق حسینؑ کی اولاد سے ہوگا۔

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ نے دربار معاویہ میں حسن وحسین علیہما السلام اور عبداللہ بن عباس، عمر بن ام سلمہ اور اسامہ بن زید سے گواہی طلب کی تو سب نے میری بات کی تصدیق کی۔

سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت سلمان، ابوذر اور مقداد سے بھی سنی۔ سب نے کہا کہ ہم نے یہ رسول اکرمؐ سے سنی تھی۔

۲۔ اسی اسناد کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن جعفر، ان کے والد تھے۔ محمد بن احمد بن یحییٰ، عمرو ثابت بن ابی الجارود سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

انیّ واحد عشر من ولدی وانت یا علی زر الارض اعنی اوتادھا سیا و جا لھا بنا اوتد اللہ الارض ان تسیخ باھلھا فاء ذھب الاثنا عشر من ولدی ساخت الارض باھلھا ولم ینظروا۔

یا علیؑ ! میں اور آپ اور میری نسل کے گیارہ امام زمین کی میخیں اور پہاڑ ہیں۔ اللہ نے زمین پر ہماری میخیں لگائی ہیں کہ کہیں زمین اپنے اہل کو لے کر ڈوب نہ جائے۔ جب میری نسل کے بارہ امام دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو زمین اپنے اہل سمیت ڈوب جائے گی لوگوں کو مہلت نہ ملے گی۔

۳۔ محمد بن عبداللہ، جعفر بن محمد بن مالک، محمد بن نعمت السلولی، وہیب بن حفص، عبداللہ بن قاسم، عبداللہ بن خالد، ابوالسلاتج، جابر بن یزید، امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا کہ میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بی بی کے سامنے ایک تختی پر اوصیاء کے نام لکھے ہوئے تھے، میں نے گنے تو بارہ نام تھے آخر میں قائمؑ کا نام تھا۔ ان میں تین محمد تھے اور تین علی تھے۔

۴۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی محمد بن یعقوب، علی بن ابراہیم بن ہاشم، ان کے والد سے، ابن ابی عمیر، سعید بن غزوان، ابوبصیر نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"یکون تسعة ائمة بعد الحسین تاسعھم قائمھم"

امام حسین علیہ السلام کے بعد نو امام ہوں گے، ان کا نواں ان کا قائم ہوگا۔

۵۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر، اس کے والد سے، محمد بن عیسیٰ، محمد بن فضیل، ابوحمزہ نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"انّ اللہ تعالیٰ ارسل محمداً الی الجن والانس عامة وکان من بعدہ اثنا عشر وصیا منھم سبقنا و منھم من البقی وکل وصی جرت بہ السنة والاوصیاء الذین من بعد محمدؐ علی سنة اوصیاء عیسیٰ الی محمدؐ وکانوا اثنا عشر وکان امیر المومنین علیؑ سنة المسیح"

اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن وانس کی طرف مبعوث کیا، ان کے بعد ان کے بارہ وصی مقرر کیے۔ کچھ اوصیا ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں، ہر وصی کی ایک سنت ہے۔ اوصیائے مصطفیٰؐ اوصیائے عیسیٰ کی سنت پر ہیں۔ وہ بھی تعداد میں بارہ تھے امیر المومنینؑ سنت مسیحؑ پر تھے۔

۶۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر، ابوالحسین، ایک جماعت، ابی محمد التلعکبری، ابی الحسین محمد بن جعفر اسدی، سہیل بن زیاد آلادمی، حسن بن عباس ابن الحریش الرازی، ابوجعفر ثانی نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس سے فرمایا:

"ان لیلة القدر فی کل سنة وانه ینزل فی تلک اللیلة امر السنة ولذلک الامر ولاة بعد رسول اللہ۔

فقال ابن عباس، من هم؟ فقال انا واحد عشر من صلبی ائمة محدثون"

لیلۃ القدر ہر سال آتی ہے اس رات پورے سال کے امور نازل ہوتے ہیں اور رسول اکرمؐ کے بعد ان امور کا تعلق اس کے والیوں سے ہوتا ہے۔

ابن عباس نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں؟

فرمایا: میں اور میری نسل کے گیارہ امام جو کہ محدث ہیں۔

۷۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، احمد بن ہلال عبرتائی، ابن ابی عمیر، سعید بن غزوان، ابوبصیر نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"ان اللہ اختار من الناس الانبیاء واختار من الانبیاء الرسل و اختار نبی من الرسل، اختار منی علیا و اختار من علی الحسن و الحسین واختار من الحسین الاوصیاء تاسعهم قائمهم وهو ظاهرهم باطنهم"

اللہ نے لوگوں میں سے انبیا، کا انتخاب کیا اور انبیاء میں رسولوں کا انتخاب کیا اور

رسولوں میں سے میرا انتخاب کیا۔ مجھ سے علی کا انتخاب کیا اور علی سے حسن وحسین کا انتخاب کیا اور حسین سے اوصیا، کا انتخاب کیا ان کا نواں وصی قائم ہوگا اور وہ ان کا ظاہر و باطن ہوگا۔

لوح فاطمہ (سلام اللہ علیہا)

۸۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی ابوجعفر محمد بن سفیان بزوفری، ابوعلی احمد بن ادریس، عبداللہ بن جعفر حمیری، ابوالخیر صالح بن ابی حماد رازی، حسن بن ظریف، بکر بن صالح، عبدالرحمن بن سالم، ابوبصیر، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا کہ مجھے آپ سے ایک حاجت ہے جب آپ کے پاس فراغت ہو تو میں آپ کے ساتھ خلوت میں بیٹھ کر کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ جابر نے عرض کیا کہ آپ جس بھی وقت چاہیں گفتگو کر لیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک دن ان سے تنہائی میں ملاقات کی اور فرمایا: جابر! میں آپ سے اس لوح کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جسے آپ نے میری مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں دیکھا تھا۔

حضرت جابرؓ نے کہا کہ خدا گواہ ہے میں آپ کی والدہ گرامی سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حیات رسولؐ میں حاضر ہوا تھا، میں نے انھیں حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک پیش کی۔

بی بی سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک تختی تھی جس کا رنگ سبز تھا۔

میں نے یہ سمجھا کہ زمرد کی تختی ہے اس میں سفید سیاہی سے تحریر لکھی ہوئی تھی جو سورج کی روشنی کے مشابہ تھی۔

میں نے عرض کیا، دختر رسولؐ! میرے والدین آپ پر قربان جائیں یہ کیسی تختی ہے؟

فرمایا کہ یہ تختی خدا نے میرے والد ماجد کو ہدیہ فرمائی ہے، اس میں میرے والد ماجد، میرے شوہر، میرے بیٹوں اور میری نسل کے اوصیاء کے نام درج ہیں۔

میرے والد نے یہ تختی مجھے خوش کرنے کے لیے عطا کی ہے۔ پھر آپ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا نے وہ تختی مجھے دی، میں نے اس کی نقل تیار کی۔

میرے والد (امام محمد باقرؑ) نے فرمایا کہ کیا آپ وہ نقل مجھے دکھا سکتے ہیں؟ جابرؓ نے اثبات میں جواب دیا، پھر میرے والد ماجد اُن کے ساتھ جابر کے مکان پر تشریف لے گئے۔

اس وقت میرے والد نے ایک چمڑے پر لکھی ہوئی تحریر نکالی اور فرمایا کہ جابرؓ! آپ اپنی نقل پر نگاہ کریں میں اسے اپنی کتاب سے پڑھنا چاہتا ہوں (آپ دونوں نسخوں کی تطبیق کریں) جابرؓ نے اپنا نسخہ اُٹھایا اور میرے والد نے اپنے نسخہ کو پڑھا دونوں نسخوں میں ایک حرف کا فرق تک موجود نہ تھا۔

جابر نے کہا کہ خدا گواہ ہے میں نے تختی میں یہی تحریر پڑھی تھی، اس تختی کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۝

ھذا کتاب من اللہ العزیز الحکیم لمحمد نبیہ ونورہ وسفیرہ وحجابہ ودلیلہ، نزل بہ الروح الأمین من عند رب العالمین عظم یا محمد اسمائی واشکر نعمتی ولا تجحد آلائی انی انا اللہ لا الہ الا انا قاصم

الجبارین ومدیل المظلومین ودیان الدین انی انا اللہ لا الہ الا انا من رجا غیر فضلی أوخاف غیر عدلی عذبتہ عذابا لا اعذبہ احدا من العالمین فایای فاعبدو علیّ فتوکل إنی لم أبعث نبیاً فاکملت أیامہ وانقضت مدتہ الاجعلت لہ وصیا وانی فضلتک علی الانبیاء وفضلت وصیک علیاً علی الاوصیاء واکرمتک بشبلیک بعد وسبطیک حسنٌ و حسینٌ فجعلت حسن معدن علمی بعد انقضاء مدتہ وجعلت حسیناً خازن علمی واکرمتہ بالشھادۃ وختمت لہ بالسعادۃ وھو افضل من استشھد وارفع الشھدآء درجۃ جعلت کلمتی التامۃ معہ وحجتی البالغۃ عندہ بعترتہ اثیب واعاقب اولھم علی سید العابدین وزین اولیاء الماضین وابنہ شبہ جدہ المحمود محمد الباقر، باقر علمی و المعدن لحکمتی، سیھلک المرتابون فی جعفر، الراد علیہ کالرّادّ علیّ حق القول منی لا کرمن مثوی جعفر ولا سرنہ فی اشیاعہ وانصارہ واولیائہ، أتیح بعدہ فتنۃ عمیاء حندس لان خیط فرضی لا ینقطع وحجتی لا تخفی وان اولیائی لا یشقون، الا ومن جحد واحدا منھم فقد جحد نعمتی و من غیّر آیۃ من کتابی فقد افتری علیّ وویل للمفترین الجاحدین عند انقضاء عبدی موسیٰ وحبیبی وخیرتی ان المکذب بالثامن مکذب بکل اولیائی علی ولیّ وناصری ومن اضع علیہ اعباء النبوۃ وامتحنہ بالاضطلاع بھا یقتلہ عفریت مستکبر یدفن فی المدینۃ التی بناھا العبد الصالح الی جنب شر خلقی حق القول منی لا قرن عینیہ بمحمد ابنہ وخلیفتہ ووارث علمہ ھو معدن

علمی و موضع سری و حجتی علی خلقی جعلت الجنة مثواه و شفعته فی سبعین من اهل بیته کلهم قد استوجبوا النار و اختم بالسعادة لابنه علی ولیی و ناصری والشاهد فی خلقی و امینی علی وحیی اخرج منه الداعی الی سبیلی والخازن لعلمی الحسن ثم اکمل ذلک بابنه "م ح م د" رحمة للعالمین علیه کمال موسی و بهاء عیسی و صبر ایوب فیذل اولیائی فی زمانه و تتهادی رؤوسهم کما تتهادی رؤوس الترک و الدیلم فیقتلون ویحرقون ویکونون خائفین و مرعوبین وجلین تصبغ الارض بدمائهم و یفشو الویل والرنة فی نسائهم اولئک اولیائی حقا بهم ادفع کل فتنة عمیاء حندس و بهم اکشف الزلازل وارفع الآصار والاغلال اولئک علیهم صلوات من ربهم و رحمة و اولئک هم المهتدون"۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یہ غالب و حکیم خدا کی طرف سے تحریر ہے۔ اپنے نبی، اپنے نور، اپنے سفیر، اپنے حجاب اور اپنے مقرر کردہ رہنما محمدؐ کے نام۔ اسے روح الامین رب العالمین کی طرف سے لے کر آیا ہے۔

محمدؐ! میرے ناموں کی تعظیم کرو اور میری نعمت کا شکر بجا لاؤ اور میری نعمات کا انکار نہ کرو۔ میں وہ اللہ ہوں کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں جابروں کی گردن توڑنے والا، مظلوموں کی مدد کرنے والا اور روزِ قیامت جزا دینے والا ہوں۔

میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جو میرے فضل کے علاوہ کسی اور چیز سے امید

وابستہ کرے یا میرے عدل کے علاوہ کسی اور چیز سے ڈرے تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا جو کہ عالمین میں کسی کو بھی نہ دوں گا۔ لہٰذا میری عبادت کرو اور مجھ پر توکل رکھو۔

میں نے جس بھی نبی کو مبعوث کیا اور جب اس کے ایام مکمل ہوئے اور مدت تمام ہونے کو آئی تو میں نے اس کا وصی مقرر کیا۔ میں نے تجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی اور تیرے وصی علیؑ کو جملہ اوصیاء پر فضیلت دی اور تجھے حسنؑ و حسینؑ جیسے نواسے عطا کر کے تیری عزت کو بڑھایا۔ علیؑ کی زندگی تمام ہونے پر میں نے حسنؑ کو اپنے علم کی کان مقرر کیا ہے اور حسینؑ کو میں نے اپنے علم کا خزینہ دار بنایا ہے اور میں نے اسے درجہ شہادت سے مکرم بنایا ہے اور میں نے اس کا خاتمہ سعادت پر کیا ہے۔ وہ تمام شہداء سے افضل ہے اور درجے کے اعتبار سے سب سے بلند درجہ ہے اور میں نے اپنا کلمہ اس کے ساتھ بنایا اور اپنی حجت اس کے پاس رکھی ہے۔ اس کی عترت کی وجہ سے میں ثواب و عذاب دوں گا۔ ان میں پہلا علی سید العابدینؑ اور میرے گزشتہ اولیاء کی زینت ہوگا پھر اس کا فرزند محمد جو اپنے محمود نانا کی شبیہ ہوگا اس کا نام محمد الباقر علیہ السلام ہوگا۔ وہ میرے علم کو شگافتہ کرنے والا ہوگا اور میری حکمت کی کان ہوگا۔ جعفرؑ میں شک کرنے والے ہلاک ہو جائیں گے اس کا منکر میرے منکر کی مانند ہوگا۔ میرا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا کہ میں مقام جعفرؑ کو محترم بناؤں گا اور اس کے شیعوں، مددگاروں اور دوستوں کے متعلق اسے خوشی دوں گا پھر اس کے بعد ایک تاریک فتنہ وجود میں آئے گا لیکن میرے فرض کی رسی نہ ٹوٹے گی اور میری حجت منقطع نہ ہوگی۔ جس نے میری کتاب کی کسی بھی آیت میں تبدیلی کی تو اس نے مجھ پر افترا کیا۔ میرے دوست بد بخت نہ ہوں گے جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا۔ میرے بندے، میرے حبیب اور میرے منتخب موسیٰؑ کی زندگی کے اوپر افترا کرنے والے منکرین پر

ہلاکت ہے اور آٹھویں کی تکذیب کرنے والا میرے جملہ اولیاء کی تکذیب کرنے والا ہے۔ علی (رضا) میرا ولی، میرا ناصر ہے اور اس پر نبوت کی تعلیمات کو عام کرنے کی ذمہ داریاں ڈالوں گا اور اسے یہ ذمہ داریاں پوری کرنے کی قوت دوں گا۔

ایک متکبر دیو اس کو قتل کرے گا اور وہ اس شہر میں دفن ہوگا جسے میرے صالح بندہ نے بنایا ہے۔(۱)

وہ میرے مخلوق میں سے بدترین شخص (ہارون رشید) کے پہلو میں دفن ہوگا۔

میرا فرمان پورا ہو کر رہے گا، میں اسے محمد نام کا فرزند دے کر اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشوں گا۔ محمد اس کا خلیفہ اور اس کے علم کا وارث ہوگا اور میرے رازوں کا مقام اور مخلوق پر میری حجت ہوگا۔ میں جنت کو اس کا ٹھکانہ بناؤں گا اور اسے اس کے خاندان کے ایسے ستر افراد کا شفاعت کا حق دوں گا جو دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے پھر اس کے بعد اس کے فرزند علی پر سعادت تمام کروں گا۔ وہ میرا ولی، ناصر مخلوق پر میرا گواہ اور میری وحی پر میرا امین ہوگا۔

پھر میں اس سے اپنے راستے کے داعی اور اپنے علم کے خزینہ دار حسن کو پیدا کروں گا پھر اس کی تکمیل اس کے فرزند "م ح م د" سے کروں گا جو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہوگا، وہ کمال موسیٰ، حسن عیسیٰ اور صبر ایوب کا وارث ہوگا۔ اس کے دور امامت میں میرے دوستوں کو ذلیل کیا جائے گا اور ترک و دیلم کی مانند ان کے سروں کو کچلا جائے گا۔ (زمانہ غیبت میں) انھیں قتل کیا جائے گا۔ ان کو جلایا جائے گا وہ خائف اور سہمے ہوئے ہوں گے۔ زمین ان کے خون سے رنگین ہوگی، ان کی عورتوں میں گریہ و نالہ کی صدائیں بلند ہوں

۱۔ علامہ سید نعمانی لکھتے ہیں کہ شہر مشہد کی بنیاد حضرت ذوالقرنین نے رکھی تھی۔

گی۔

وہ میرے حقیقی دوست ہوں گے۔ ان کی وجہ سے میں ہر تاریک فتنہ کو دور کروں گا اور زلزلوں کو ان کی وجہ سے دور کروں گا اور زنجیروں اور طوق کو اٹھاؤں گا۔

ان پر رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

عبدالرحمن بن سالم کا قول ہے کہ ابو بصیر نے مجھ سے کہا اگر تم نے پوری زندگی میں صرف یہی حدیث سنی ہے تو تمھیں کافی ہے نااہل لوگوں سے اس حدیث کو مخفی رکھو۔

۹۔ تلعکبری، ابو علی احمد بن علی الرازی الایادی، حسین بن علی، علی بن سنان موصلی العدل، احمد بن محمد خلیلی، محمد بن صالح ہمدانی، سلیمان بن احمد، ذیال بن مسلم، عبدالرحمن بن یزید بن جابر، سلام نے کہا ہے کہ میں نے رسول خداؐ کے چرواہے ابو سلمیٰ سے نا کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

شب معراج مجھے خدا کی یہ آواز سنائی دی:

"امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ" (سورہ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۵)

میں نے ساتھ کہا: "والمومنون"

خدا نے فرمایا کہ محمدؐ! تو نے سچ کہا ہے۔

آپ اپنی امت کے لیے کس کو چھوڑ سکتے ہیں؟

میں نے کہا کہ اسے چھوڑا جو سب سے بہتر ہے۔ خدا نے فرمایا علی ابن طالب

میں نے کہا: جی ہاں۔

خدا نے فرمایا: اے محمدؐ!

میں نے پوری زمین پر نگاہ کی تو میں نے تیرا انتخاب کیا اور اپنے ناموں میں سے

تیرے نام کو مشتق کیا۔ محمود ہوں تو محمد ہے۔ پھر میں نے دوبارہ نگاہ کی تو میں نے علی کا انتخاب کیا اور اپنے ناموں میں سے اس کے نام کو مشتق کیا۔ میں اعلیٰ ہوں اور وہ علی ہے۔

اے محمدؐ! میں نے تجھے پیدا کیا اور علی، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو اپنے نور کی روح سے پیدا کیا اور میں نے تمھاری ولایت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا۔ جس نے اسے قبول کیا تو وہ میرے نزدیک مومن رہا اور جس نے انکار کیا وہ میرے پاس کافر ٹھہرا۔

اے محمدؐ! اگر کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ وہ بوسیدہ و خشک لکڑی کی طرح سے کٹ کر رہ جائے پھر میرے پاس تمھاری ولایت کا منکر بن کر آئے تو میں اسے نہ بخشوں گا جب تک وہ تمھاری ولایت کا اقرار نہ کر لے۔

اے محمدؐ! کیا تم انھیں دیکھنا چاہو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں، خدایا!

فرمایا کہ عرش کی داہنی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو علی، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی، محمدؐ، جعفرؑ، موسیٰؑ، علی، محمدؐ، علی، حسنؑ اور مہدیؑ نور کے مرکز میں دکھائی دیے۔ سب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

مہدیؑ ان کے درمیان روشن ستارے کی مانند چمک رہے تھے۔

خدا نے فرمایا: اے محمدؐ! یہ حجتیں ہیں اور یہ تیری عترت میں سے انتقام لینے والا ہے۔

اے محمدؐ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! یہ میرے اولیاء کے لیے حجت واجب ہے اور میرے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

۷۔ جابر جعفی راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآن کریم کی اس آیت کی تاویل دریافت کی:

"یوم خلق السماوات والارض منها اربعة حرم ذلک الدین

القیم فلا تظلموا فیهن انفسکم" (التوبہ/36)

بے شک اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے ان میں چار حرمت والے ہیں، یہی دین قیم ہے ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

امام علیہ السلام نے یہ آیت سن کر ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا:

جابرؓ! "سال" سے میرے جد امجد رسول خداؐ مراد ہیں اور اس کے بارہ مہینے بارہ امام ہیں جو کہ خلق خدا میں اللہ کی حجت ہیں اور اللہ کے علم اور وحی کے امین ہیں۔ چار حرمت والے ہیں اس سے وہ چار امام مراد ہیں جن کا نام "علی" ہے۔ (علی امیر المومنین) علی بن الحسین، علی رضا، علی نقی)

ان کا اقرار دین قیم ہے۔

ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ مفہوم یہ ہے کہ سب کا اقرار کرو اس سے تمھیں ہدایت نصیب ہو گی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحریری وصیت نامہ:

۱۔ ایک جماعت نے خبر دی، ابو عبداللہ حسین بن علی بن سفیان بزوفری، علی بن سنان الموصلی العدل، علی بن الحسین، احمد بن محمد بن خلیل، جعفر بن احمد المصری، حسن بن علی اپنے والد سے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے روایت کی ہے کہ جس رات رسول اکرمؐ کی زندگی کی آخری رات تھی تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

ابوالحسن! قلم دوات لائیں اور میری وصیت لکھیں:

حضرت علیؑ کاغذ قلم دوات لے گئے تو رسول اکرمؐ نے اپنی وصیت لکھوائی۔

اور آپؐ نے یہ عبارت لکھوائی:

یا علی! انه سیکون بعدی اثنا عشر اماماً و من بعدهم اثنا عشر مهدیاً فانت یا علی اول الاثنی عشر الامام سمات الله تعالیٰ فی سمائه علی المرتضیٰ و امیر المؤمنین و الصدیق الاکبر و الفاروق الاعظم و المأمون المهدی فلا تصح هذه الاسماء لاحد غیرک

یا علی! انت وصیی علی اهل بیتی حیهم و میتهم و علی نسائی فمن تبتها لقیتنی غداً ومن طلقتها فانا بریٔ منها لم ترنی ولم ارها فی عرصة القیامه و انت خلیفتی علی امتی من بعدی فاذا حضرتک الوفاة فسلمها الی ابن الحسن البر الوصول، فاذا عشرته الوفاة فلیسلمها الی ابنی الحسین الشهید الزکی المقتول حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابنه سید العابدین ذی الثفنات علی فاذا حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابنه محمد الباقر فاذا حضرته الرفاة فلسیلمها الی ابنه جعفر الصادق فاذا حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابنه موسیٰ الکاظم فاذا حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابنه علی الرضا فاذا حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابن محمد الثقه التقی فاذا حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابنه علی الناصح فاذا حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابنه الحسن الفاضل فاذا حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابنه محمد المستحفظ من آل محمد فذلک اثنا عشر اماماً ثم یکون من

بعده اثنا عشر مهدیاً

فاذا حضرته الوفاة فلیسلمها الی ابنه اول المقربین له ثلاثة اسامی کاسمی و اسم ابی وهو عبدالله و احمد والاسم الثالث المهدی هو اول المؤمنین ٥

ترجمہ:

اے علیؑ! میرے بعد بارہ امام ہوں گے اور ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے۔ بارہ آئمہ کے سلسلہ میں تم پہلے امام ہو۔ اللہ نے اپنے آسمان میں تمہارا نام علی مرتضیٰ، امیر المؤمنین، صدیق اکبر، فاروق اعظم، مامون اور مہدی رکھا ہے۔ یہ نام آپ کے علاوہ کسی اور کو زیب نہیں دیتے۔

اے علیؑ! آپ میرے تمام اہل بیتؑ بشمول زندہ و مردہ اور میری ازواج میں میرے وصی ہیں۔ میری جس بیوی کو آپ طلاق جاری کریں گے تو میں اس سے بیزار ہوں۔ وہ نہ تو مجھے دیکھے گی اور نہ ہی میدان قیامت میں میں اسے دیکھوں گا۔

تو میری امت میں میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ جب آپ کی وفات ہونے لگے تو یہ منصب میرے فرزند حسنؑ کے سپرد کرنا جو کہ نیک اور صلہ رحمی کرنے والا ہے اور جب حسنؑ کی وفات کا وقت آئے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ منصب میرے فرزند حسینؑ کے سپرد کرے جو کہ شہید، زکی اور مقتول ہے۔ جب حسینؑ کی وفات کا وقت آئے تو اسے چاہیے کہ وہ منصب کو اپنے فرزند علی سید العابدینؑ کے سپرد کرے جس کے وجود پر سجدوں سے گھٹے پڑے ہوں گے اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند محمد باقرؑ کے حوالے کرے۔

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند جعفر صادقؑ کے سپرد کرے اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند موسیٰ کاظمؑ کے حوالے کرے۔

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند علی رضاؑ کے سپرد کرے۔

اور جب اس کی وفات قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند محمد تقیؑ کے سپرد کرے۔

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند علیؑ کے سپرد کرے۔

اور جب اس کی وفات کا وقت آئے تو وہ اس منصب کو محافظ آل محمدؐ فرزند محمدؑ کے سپرد کرے۔

یہ بارہ امام ہیں۔ پھر اس کے بعد بارہ مہدی ہوں گے۔

جب اس کی وفات کا وقت آئے تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند کے حوالے کرے وہ اول المقربین ہوگا۔ اس کے تین نام ہوں گے۔ میرے نام کی مانند اور میرے والد کے نام کی مانند اور وہ عبداللہ اور احمد ہے مہدی کا تیسرا نام اول المومنین ہوگا۔

۱۴۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی ہمارے کچھ اصحاب تھے۔ محمد بن یعقوب، ابو علی اشعری، حسین بن عبیداللہ، حسین بن موسیٰ خشاب، حسن بن سماعہ، علی بن حسن بن رباط، ابن اذینہ، زرارہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا انھوں نے فرمایا

"الاثنا عشر الامام من آل محمد کلهم، هم المحدثون، ولد رسول اللهؐ و ولد علیؑ ابن ابی طالب رسول الله و علی هما الوالدان"

بارہ امام سب کے سب آل محمدؐ میں سے ہیں۔ وہ محدث ہیں۔ وہ اولاد رسولؐ اور اولاد علیؑ ہیں۔ رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ ان کے والد ہیں۔

ایک یہودی کے سوال

۱۳۔ محمد بن یحییٰ، محمد بن حسین، مسعدہ بن صدقہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور محمد بن حسین، ابراہیم بن ابی یحییٰ مدائنی، ابو ہارون العبدی، ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک یثرب کا معزز یہودی آیا اور اس کے متعلق یہودی کہتے تھے کہ یہ اپنے زمانے کا بڑا عالم ہے۔ اس نے آ کر کہا۔

عمرؓ! میں تیرے پاس اسلام قبول کرنے کے لیے آیا ہوں البتہ مجھے کچھ سوال کرنا ہیں۔ آپ صحابہ میں سے قرآن و سنت کے بڑے عالم ہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ کتاب و سنت کا میں سب سے بڑا عالم نہیں ہوں البتہ میں تجھے کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم کی طرف رہنمائی کر سکتا ہوں۔ تجھے جو بھی پوچھنا ہو اسی سے پوچھ لو۔

یہ کہہ کر حضرت عمر نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

یہودی نے کہا کہ اگر تمہارا یہ بیان درست ہے تو آپ نے لوگوں سے بیعت کیسے لی ہے؟

حضرت عمر نے اسے ڈانٹ دیا۔ پھر وہ یہودی حضرت علیؑ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ عمر نے آپ کے علم کی گواہی دی ہے تو میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے صحیح جواب دیے تو میں جان لوں گا کہ تم مسلمان خیر الامم ہو اور تم واقعی سچے ہو اور اس کے ساتھ میں آپ کا دین اسلام بھی قبول کر لوں گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جی ہاں، عمر نے صحیح کہا ہے تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھو۔ ان شاء اللہ میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔

اس نے کہا کہ آپ سے مجھے تین، تین اور ایک سوال کرنا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے سیدھا سات کیوں نہیں کہا؟

یہودی نے کہا کہ پہلے میں آپ سے تین سوال کروں گا۔ اگر آپ نے ان کا جواب دے دیا تو پھر میں اور سوال کروں گا۔ اگر آپ پہلے تین سوالوں کا جواب نہ دے سکے تو میں رک جاؤں گا۔ اگر آپ نے مجھے ان سات سوالات کے جواب دے دیے تو میں مان لوں گا کہ آپ روئے زمین کے سب سے بڑے عالم ہیں اور اہل ارض سے افضل ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں جو بھی پوچھنا ہے پوچھو۔

اس نے کہا کہ یہ بتائیں کہ زمین پر پہلا پتھر کون سا رکھا گیا؟

زمین پر سب سے پہلے کون سا درخت اگا؟

زمین پر پہلا چشمہ کہاں جاری ہوا؟

امیر المومنینؑ نے اسے ان سوالات کے جواب دیے۔

پھر یہودی نے کہا کہ یہ بتائیں کہ اس امت کے ہادی امام کتنے ہیں؟

یہ بتائیں کہ محمد مصطفیٰؐ کون سی جنت میں ہیں؟

یہ بتائیں کہ ان کے ساتھ جنت میں کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا کہ اس امت کے بارہ ہادی امام ہیں جو کہ ذریت پیغمبر ہے اور گیارہ امام میری نسل سے ہیں۔

ہمارے نبیؐ بلند ترین جنت میں ہیں جسے جنت عدن کہا جاتا ہے۔

رسول خداؐ کے ساتھ ان کی منزل میں میں ہوں گا۔ میری نسل کے گیارہ امام اور ان کی والدہ اور ان کی نانی (خدیجۃ الکبریٰ) اور ان کی نسلیں ہوں گی اور کوئی دوسرا نہ ہوگا۔

حضرت خضرؑ کے سوال:

۱۲۔ محمد بن یعقوب، اصحاب کی جماعت، احمد بن برقی، ابو ہاشم داؤد بن قاسم الجعفری نے کہا کہ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن امیر المومنین علیہ السلام حضرت سلمانؓ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے مسجد الحرام میں آئے۔ امام حسنؑ بھی آپؑ کے ساتھ تھے آپ آ کر بیٹھ گئے، اتنے میں ایک خوش شکل اور خوش لباس شخص آیا اور اس نے آپ پر سلام کیا آپؑ نے سلام کا جواب دیا۔

اس نے کہا:

امیر المومنینؑ! میں آپ سے تین مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں اگر آپ نے ان کے درست جواب دیے تو میں یہ سمجھوں گا کہ جن لوگوں نے آپ کو ہٹا کر حکومت پر قبضہ کیا ہے وہ دنیا و آخرت میں ناقابل بھروسہ ہیں۔

اور اگر دوسری بات ہوئی تو میں یہ سمجھوں گا کہ آپ اور وہ لوگ بالکل برابر ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔

اس نے کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ جب آدمی سوتا ہے تو اس وقت اس کی روح کہاں جاتی ہے؟

یہ بتائیں کہ آدمی بھولتا کیوں ہے اور اسے بات یاد کیوں آتی ہے؟

آپ یہ بتائیں کہ بچہ اپنے چچاؤں اور ماموؤں سے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ ان سوالوں کے جواب دیں۔

امام حسن نے سوالوں کے جواب دیئے تو سائل نے کہا

میں گواہی دیتا ہوں اللہ واحد لاشریک ہے اور میں ازل سے ہی اس کی گواہی دیتا آیا ہوں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور میں ازل سے ہی اس کی گواہی دیتا آیا ہوں۔

پھر اس نے حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اپنے والد کا جانشین ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حسین بن علی اپنے بھائی کا وصی ہے اور آپ کے بعد اس کی حجت قائم کرنے والا ہے۔

میں علی بن الحسین کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ حسین کے امر کے قائم کرنے والے ہیں۔

میں محمد بن علی کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ علی بن الحسین کے امر کا قائم کرنے

والا ہے۔

میں جعفر بن محمد اور موسیٰ بن جعفر کی امامت کی گواہی دیتا ہوں۔ میں علی بن موسیٰ الرضا کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ موسیٰ بن جعفر کے جانشین ہیں۔ میں محمد بن علی اور علی بن محمد اور حسن بن علی کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ یہ قائم ہیں۔ میں حسین بن علی کی نسل کے فرد کی گواہی دیتا ہوں جس کا نام اور کنیت کا اظہار اس کے ظہور سے پہلے تک لینا جائز نہ ہوگا۔

جب وہ ظاہر ہوں گے تو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

پھر اس نے امیر المومنین علیہ السلام کو سلام کیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

ابو محمد! جاؤ اور دیکھو یہ سائل کہاں جاتا ہے؟

امام حسن باہر گئے اور کچھ دیر بعد آپ واپس آئے اور عرض کیا:

ابا جان! اس کو میں نے مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھا لیکن بعد میں وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ابو محمد! اسے جانتے ہو یہ کون تھا؟

حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ، رسول اور امیر المومنین بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

یہاں تک ہم نے چند روایات پیش کی ہیں اگر ہم مذہب خاصہ سے منقول جملہ

روایات کو نقل کریں تو کتاب کا حجم بڑھ جائے گا۔ یہاں ہم نے صرف نمونے کے طور پر روایات کو نقل کیا ہے جسے زیادہ تحقیق کی خواہش ہو تو اسے ان عنوان پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اشکال:

اگر یہ کہا جائے کہ ان روایات کی صحت کو پہلے واضح کریں یہ روایات احاد ہیں اور علمی طریقے کے تحت ان پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خالص علمی مسئلہ ہے۔

اس سلسلے کا متصل سوال یہ ہے کہ آپ ان روایات سے امامت کا اثبات کیسے کرتے ہیں کیونکہ آپ نے عامہ وخاصہ سے جو روایات نقل کی ہیں اگر انہیں مان بھی لیا جائے تو بھی اس سے اس کا مقصد حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ان روایات سے صرف تعداد ثابت ہوتی ہے اس کے علاوہ اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ آپ نے ان احادیث سے یہ بات کیسے سمجھی ہے کہ اس سے مراد آپ کے ہی امام ہیں ان کے علاوہ اور کوئی مراد نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات کو علمائے امامیہ نے تواتر کے ساتھ خلفاً عن سلف نقل کیا اور ان کی صحیح کا طریقہ کتب امامیہ میں موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فریقین کا ان احادیث کو بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایات درست ہیں۔

اشکال تب ہوتا جب ایک فریق روایت بیان کرے اور دوسرا فریق اس کے خلاف روایت بیان کرے لیکن یہاں یہ معاملہ موجود نہیں ہے۔ فریقین کی روایات کا ایک ہی مقصود ہے لہٰذا اس میں کسی طرح کے اشکال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب دیکھتے ہیں کہ بارہ کے عدد سے آئمہ شیعہ ہی کیوں مراد ہیں؟

بات یہ ہے کہ حدیث میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ آئمہ کی تعداد بارہ ہے نہ اس سے کم ہے اور نہ اس سے زیادہ ہے اب تمام اسلامی مذاہب کے اماموں پر نظر ڈالیے تو آج تک وہ بارہ کی تعداد پوری نہیں کر سکے۔ کسی نے بڑھا دیے اور کسی سے بارہ کا عدد آج تک پورا نہیں ہوا اگر از کسی نے مانگے تانگے بارہ کا عدد پورا کرنا چاہا تو اس نے یزید عبدالملک بن مروان اور نسل مروان کے ظالم حکام کو اس حدیث کا مصداق بنایا۔

دنیا میں صرف مذہب شیعہ امامیہ ہی واحد مذہب ہے جس کے پاس بارہ آئمہ کی صحیح تعداد ہے اور ہر امام کا تعلق خانوادہ تطہیر سے ہے اور نسل رسولؐ سے ہے۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ ان احادیث کا مصداق صرف آئمہ شیعہ ہیں کوئی اور نہیں ہے۔

حجت ابن الحسن علیہ السلام کی امامت اور غیبت کا اثبات ان احادیث سے ہوتا ہے جو کہ رسول اکرم اور آئمہ معصومین (علیہم افضل الصلوات والسلام) سے بالتواتر منقول ہیں اور آپ کی ولادت سے بہت پہلے ہادیان دین نے آپ کی امامت اور غیبت کی خبر دی تھی کہ ان کی دو غیبتیں ہوں گی۔ پہلی غیبت تھوڑے عرصہ کی ہوگی اور دوسری غیبت پہلی غیبت سے طویل ہوگی۔ پہلی غیبت میں ان کے حالات کی خبر ہوتی رہے گی اور دوسری غیبت میں ان کے حالات کی خبر نہ ہوگی۔

حضرت صاحب الزمانؑ کی غیبت سے ان احادیث کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت صاحب الزمانؑ کے متعلق ہم چند روایات یہاں نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

غیبت امام زمانہ (عج) کی روایات

ایک جماعت نے ہمیں خبر دی، ابو محمد تلعکبری، احمد بن علی الرازی، محمد بن جعفر

اسدی، سعد بن عبداللہ، موسیٰ بن عمر بن یزید، علی بن اسباط، علی بن ابی حمزہ، ابو بصیر کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل دریافت کی گئی۔

"قل ارأیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین"

(الملک/30)

کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر تمہارا پانی تہ نشین ہو جائے تو تمہیں شفاف پانی کون دے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت امام قائمؑ کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو تم ایسا امام کہاں سے لاؤ گے جو تمہیں آسمان و زمین کی خبریں اور حلال و حرام کے متعلق بتائے گا۔

اللہ کی قسم ابھی اس آیت کی تاویل سامنے نہیں آئی۔ اس کی تاویل ضرور ظاہر ہوگی۔

۶۔ سعد بن عبداللہ، حسین بن عمر بن حریز، ابی الحسن بن ابی الربیع المدائنی، محمد بن اسحاق، اسید بن ثعلبہ، ام ہانی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآن کریم کی ان آیات کی تاویل دریافت کی۔

"فلا اقسم بالخنس ○ الجوار الکنس ○" (تکویر/15-16)

نہیں، میں قسم کھاتا ہوں پس پردہ جانے والے ستاروں کی جو روانی کے ساتھ چلتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں۔

فرمایا کہ اس سے وہ امام مراد ہے جو اپنے زمانہ میں اس وقت چھپ جائے گا لوگ اس کے علم سے منقطع ہو جائیں گے۔ یہ واقعہ 260ھ میں پیش آئے گا۔ پھر وہ شہاب روشن کی مانند ظاہر ہوگا۔

اگر تم نے اس کو دور پایا تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

۷۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن محمد بن عیسیٰ، موسیٰ بن قاسم بجلی، ابو قتادہ، علی بن محمد بن حفص، علی بن جعفر کہتے ہیں کہ نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل دریافت کی۔

"قل ارأیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین ○"

کہہ دیں کہ کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر تمہارا پانی تہ نشین ہو جائے تو تمہیں شفاف پانی کون دے گا؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جب تم اپنے امام کو کھو دو اور اسے نہ دیکھ سکو تو پھر کیا کرو گے؟

۸۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی۔ ابو جعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، عبد الرحمن بن ابی نجران، صفوان بن یحییٰ، ابو ایوب، ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ان بلغکم عن صاحبکم غیبۃ فلا تنکروھا" ○

جب تم اپنے امام کی غیبت کی خبر سنو تو اس کا انکار نہ کرنا۔

۹۔ محمد بن جعفر اسدی، سعد بن عبداللہ، جعفر بن محمد بن مالک، اسحاق بن محمد صیرفی، یحییٰ بن مثنی عطار، عبداللہ بن بکیر، عبید بن زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ نے فرمایا:

"یفقد الناس امامھم فیشھد الموسم فیراھم ولا یرونہ ○"

لوگ اپنے امام کو کھو دیں گے۔ امام حج کے اجتماع میں حاضر ہو کر لوگوں کو دیکھے گا

لیکن وہ امام کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

۶۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد، فضل بن شاذان، عبداللہ بن جبلہ، عبداللہ المستنیر، مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا:

صاحب الامر کی دو غیبتیں ہوں گی ایک غیبت طویل ہوگی یہاں تک کہ کچھ لوگ کہنے لگیں گے کہ وہ مر چکا ہے اور کچھ کہیں گے کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔

کچھ کہیں گے کہ کہیں چلا گیا ہے، نوبت یہ ہوگی کہ ان پر عقیدہ رکھنے والے بہت کم ہوں گے۔ اس کی جگہ کے متعلق ان کی اولاد کو بھی علم نہ ہوگا اور نہ ہی کسی اور کو معلوم ہوگا بس ان کے نزدیک رہنے والے غلام کو ہی اس کا علم ہوگا۔

۷۔ اسی اسناد سے، فضل بن شاذان نیشاپوری عبدالرحمن بن ابی نجران، علی بن ابی حمزہ، ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"لا بد لصاحب هذا الامر من عزلة و لا بد في عزلته من قوة وما بثلاثين من وحشة و نعم المنزل طيبة"

صاحب الامر مجبوراً گوشہ نشینی کرے گا اور گوشہ نشینی اور تنہائی میں بھی وہ قوت رکھتا ہوگا۔ تیس افراد کے باوجود اسے کوئی خوف اور حزن نہ ہوگا اور طیبہ (مدینہ منورہ) اچھی منزل ہے۔

۸۔ سعد بن عبداللہ، حسن بن علی زیتونی، زہری الکوفی، بنان بن حمدویہ کے امام حسن عسکری علیہ السلام کو محمد بن امام علی نقی علیہ السلام کی وفات کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ امامت میرا منصب ہے جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک لوگوں کی کیا حالت ہوگی جب میرے بعد والے کو گم کر دیں گے۔

۹۔ ابن ابی جید القمی، محمد بن حسن بن ولید، محمد بن حسن صفار، عباس بن معروف، عبداللہ بن حمدویہ بن البراء، ثابت، اسماعیل، عبدالاعلیٰ مولیٰ آل سام کا بیان ہے کہ جب ہم امام صادق علیہ السلام کے ساتھ مقام روحا پر پہنچے تو آپ نے اس پر کوہ رضوی کو جھکا ہوا دیکھا تو مجھے فرمایا:

اس پہاڑ کو دیکھ رہے ہو؟

یہ کوہ رضوی ہے یہ فارس کے پہاڑوں میں سے تھا اس نے ہم سے محبت کی تو خدا نے اسے ہماری طرف منتقل کر دیا۔ اس میں ہر ثمر دار درخت ہے اور خائف کے لیے بہترین مقام امن ہے، اس امر کے صاحب کی دو غیبتیں ہوں گی ایک چھوٹی ہوگی اور ایک بڑی ہوگی۔

۱۰۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد، فضل بن شاذان، محمد بن علی صیرفی، حسن بن ابی العلاء، ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب حضرت سلمان کوفہ میں داخل ہوئے اور یہاں کی آزمائشوں کا تصور کیا اور بنی امیہ اور بعد کی حکومتوں کے مظالم کو دیکھا تو فرمایا:

"فاذا كان ذلك فالزموا احلاس بيوتكم حتى يظهر الطاهر ابن الطاهر المطهر ذو الغيبة، الشريد الطريد"

جب ایسا ہو تو اپنے گھروں کی چٹائیوں پر بیٹھ جانا یہاں تک کہ طاہر بن طاہر پاک کرنے والے کا ظہور ہو جو کہ آوارہ وطن اور طریدہ ہوگا۔

۱۱۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

قائم میں یوسف کی مشابہت ہوگی۔

میں نے پوچھا کہ کون سی مشابہت ہوگی تو فرمایا کہ حیرت وغیبت۔

۱۲۔ بحذف اسناد، مفضل بن عمیر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر جابر(۱) کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا کہ کم ظرف لوگوں سے اس کا ذکر نہ کرو ورنہ وہ اس کا ڈھنڈورا پیٹنے لگ جائیں گے، کیا تم نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں پڑھی:

"فاذا نقر فی الناقور "(مدثر/۸)

ہمارے اندر ایک امام پوشیدہ ہوگا جب اللہ اس کے امر کو ظاہر کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس کے دل میں نکتہ پیدا ہو جائے گا، وہ ظاہر ہوگا اور امر خداوندی کو قائم کرے گا۔

۱۳۔ عبداللہ بن محمد بن خالد کوفی، منذر بن محمد، قابوس، نصر بن السندی، داؤد بن ثعلبہ بن میمون، ابو مالک جہنی، حارث بن مغیرہ، اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے:

میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔

میں نے عرض کیا: امیر المومنین علیہ السلام! آپ فکر ہو کر زمین پر لکیریں کیوں کھینچ رہے ہیں۔ کیا آپؑ کو اس کی رغبت ہے؟

فرمایا نہیں، مجھے نہ تو اس کی رغبت ہے اور نہ ہی دنیا کی رغبت ہے میں تو اس مولود کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو میرے دسویں بچے کے ہاں پیدا ہوگا۔ وہ مہدیؑ ہوگا اور وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا۔

۱۔ اس سے جابر بن یزید جعفی مراد ہے نجاشی لکھتے ہیں کہ انھوں نے تفسیر لکھی تھی۔

اس کے عہد میں حیرت وغیبت ہوگی جس کی وجہ سے بہت سی اقوام گمراہ ہو جائیں گی اور کچھ لوگوں کو ہدایت حاصل ہوگی۔

میں نے عرض کیا کہ حیرت وغیبت کا عرصہ کتنا ہوگا؟

فرمایا چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال۔

میں نے عرض کیا کہ کیا ایسا ہوگا؟

فرمایا جی ہاں، جیسا کہ اس کی مخلوق کا ہونا یقینی ہے اسی طرح سے غیبت بھی یقینی ہے۔

اصبغ! تمھیں ان حالات کا کیا علم ہے؟

اس امت کے بہترین افراد اس عترت کے بہترین افراد کے ساتھ ہوں گے۔

میں نے کہا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟

فرمایا کہ جو خدا چاہے گا وہی ہوگا۔ اللہ کے اپنے فیصلے ہیں، ارادے ہیں، مشیت ہے اور انجام امور ہے۔

۱۴۔ سعد بن عبداللہ، ابو محمد حسن بن عیسیٰ علوی، ابی عیسیٰ بن محمد، محمد بن علی بن جعفر، علی بن جعفر (برادر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا تھا:

یا بنی اذا فقد الخامس من ولد السابع من الائمة فالله الله فی ادیانکم، فانه لا بد لصاحب هذا الأمر من غیبة یغیبها حتیٰ یرجع عن هذا الأمر من کان یقول به، یا بنی انما هی محنة من الله امتحن بها خلقه، لو علم آباؤکم واجدادکم دیناً اصح من هذا الذین لا تبعوه، قال

ابو احسن: فقلت له یا سیدی من الخامس من ولد السابع؟

قال: یا بنی عقولکم تصغر عن هذا، واحلامکم تضیق عن حمله، ولکن إن تعیشوه، تدرکوه۞

میرے فرزند! جب ساتویں امام کی نسل کا پانچواں فرزند گم ہو جائے تو تمہارے لیے اپنے دین پر متوجہ رہنا۔ اس امر کے صاحب کے لیے غیبت مقرر ہو چکی ہے وہ غائب ہو جائے گا یہاں تک کہ اس کا عقیدہ رکھنے والے بھی اس سے منحرف ہو جائیں گے۔

میرے فرزند! یہ خدا کی طرف سے آزمائش ہے، خدا اپنی مخلوق کو اس سے آزمائے گا اگر تمہارے آباؤ اجداد کو اس سے بہتر دین دکھائی دیتا تو وہ ضرور اس کی اتباع کرتے۔

ابوالحسن نے عرض کیا: میرے سردار! ساتویں کی نسل کا پانچواں کون ہے؟

فرمایا: فرزند! تمہارے عقول اس کے سمجھنے سے کمتر ہیں اور تمہارے خیالات اس کے برداشت کرنے سے تنگ ہیں لیکن تم زندہ رہو گے تو اسے پا لو گے۔ (۱)

امام صادق علیہ السلام کی تفصیلی حدیث

۱۵۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی، ابو المفضل محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبید اللہ بن

۱۔ عرض مترجم: یہ روایت حیران کن ہے کہ امام موسیٰ کاظم اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں میرا ناقص خیال یہ ہے کہ میں اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں کیونکہ امام موسیٰ کاظم "وکل شیء احصیناه فی امام مبین" کے مصداق تھے۔
لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے تو میں اس کا علم امام علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ (احقر الزماں مترجم)

مطلب، ابو الحسین، محمد بن بکر بن سہل شیبانی رحمی، علی بن حارث، سعید بن منصور جواشنی، احمد بن علی بدیلی، اپنے والد سے، سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ میں اور مفضل بن عمر اور داؤد بن کثیر رقی، ابو بصیر اور ابان بن تغلب اپنے آقا و مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ خاک پہ بیٹھے تھے، آپ نے کپڑوں پر خیبری چادر زیب تن کر رکھی تھی جس کی جیب نہ تھی اور اس کے بازو چھوٹے تھے۔ آپ کسی پسر مردہ ماں کی طرح سے رو رہے تھے اور آنکھوں سے اشکوں کی برسات جاری تھی۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور مسلسل یہ فرما رہے تھے:

تیری غیبت نے میری نیند اڑا دی ہے اور میرے دل کا سکون لوٹ لیا ہے۔

میرے سردار! آپ کی غیبت نے میرے مصائب کو تسلسل دیا ہے۔ ایک کے بعد ایک کی گمشدگی اور جمعیت و تعداد کے خاتمے سے میرا درد بڑھ گیا ہے۔ اب میرے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے اور میرے سینے سے ہچکیاں اٹھ رہی ہیں۔

سدیر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے امام کی یہ حالت دیکھی تو ہمارے عقول اڑ گئے اور اس مصیبت کو دیکھ کر ہمارے دل پھٹ گئے، ہمیں گمان ہوا کہ آپ پر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے۔

ہم نے کہا:

اے بہترین خلائق کے فرزند! کس حادثہ کی وجہ سے آپ کی آنکھیں برس رہی ہیں اور آپ کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے؟

قال: فزفر الصادق زفرة انتفخ منها جوفه، واشتد منها خوفه،

فقال: ویحکما! إنی نظرت صبیحة هذا الیوم فی کتاب الجفر

المشتمل على علم البلايا والمنايا وعلم ما كان وما يكون إلى يوم القيامة الّذي خصّ الله • تقدّس اسمه ... به محمداً والائمة من بعده عليه السلام وتأملت فيه مولد قائمنا عليه السلامُ وغيبته وابطاء ه وطول عمره و بلوى المؤمنين من بعده في ذلک الزّمان وتولدا الشكوک في قلوب الشعية من طول غيبت، وارتداد اكثرهم عن دينه وخلعهم ربقة الاسلام من اعنا قهم الّتي: وكل إنسء قال الله عزّوجل و كلّ إنسان ألزمنه طائره في عنقه ... يعني الولاية .. فاخذتني الدقة، واستولت عليّ الأحزان

(سوره الاسراء آيت نمبر 13)

فقلنا: يابن رسول الله، كرمنا وفضلّنا باشرامک إيانا في بعض ماأنت تعلمه من علم ذلک؟ قال: إن الله تعالى ذكره • أدار في القائم منا ثلاثة أدارها لثلاثة من الرسل، قدّر مولده ٥ تقدير مولد موسىٰ عليه السلام ، وقدّرغيبه لتقدير غيبة عيسىٰ عليه السلام وحدّر إبطاء تقدير إبطاء نوح عليه السلام، وجعل له من بعد ذالک عمر العبد الصالح • اعني الخضر عليه السلام دليلاً على عمره، فقلنا: اكشف لنا يا بن رسول الله، عن وجوه هذا ٥ المعاني •

فقال: امّا مولد موسىٰ عليه السلام فانّ فرعون لمّا وقف على أنّ زوال ملكه على يده أمر باحضار الكهنه، فدلوّ ا على نسبه وانه يكون من بني إسرائيل، فلم يزل امر أصحابه بشقّ بطون الحوامل من نساء بني إسرائيل حتى قتل في طلبه نيف وعشرون ألف مولود، وتعذر عليه

الوصول إلى قتل موسىٰ عليه السلام بحفظ الله تعالىٰ إياه، كذلک بنوامية وبنوالعباس لمّا أن وقفوا على أن زوال ملكهم والامراء (٣) والجبابرة منهم على يدالقائم منّا ناصبونا للعداوة ووضعوا سيوفهم في قتل أهل بيت رسول الله وا بادة نسله طمعاً منهم في الوصول إلى قتل القائم، فابى الله أن يكشف أمره لواحد من الظلمة إلاّ أن يستمّ نوره (١) ولوكره المشركون وأما غيبة عيسىٰ عليه السلام فإن اليهود و النصارى اتفقت على، أنه قتل فكذبها الله عز و جل بقوله:

(وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ج) (سوره انساء آيت 157)

كذلک غيبة القائم عليه السلام فان الامة ستنكرها لطولها فمن قائل يقول (إنه لم يولد)، وقائل يفترى بقوله: (إنه ولد ومات وقال يكفر بقوله) وقائل بمرق بقوله! (إنه يتعدى الىٰ ثالث عشر فصاعداً)، وقائل بعصى الله بدعواة: (إنّ روح القائم عليه السلام ينطق في هيكل غيره)

وأمّا إبطاء نوح عليه السلام فان لما التنزل العقوبلے من السماء بعث الله إليه جبرائيل عليه السلام معه سبع نويات، فقال: يا نبي الله إن الله جل اسمه ... يقول لک: إن هولاء خلائقي وعبادي لست أبيدهم بصاعقة من صواعقي إلا بعد تاكيد الدعوة وإلزام الحجة، فعاود اجتهادک في الدعوة لقومک فاني مثيبک عليه ، واغرس هذا النوى فان لک في نباتها و بلوغها وإدركها إذا اثمرت الفرج والخلاص، بشر بذلک من تبعک من المؤمنين •

فلما نبتت الأشجار وتأزرت وسوقت وأغصنت وزها الثمر عليها بعد زمان طويل استنجز من الله (سبحانه) العدة، فأمره الله تعالى أن يغرس من نوى تلك الأشجار ويعاود الصبر والاجتهاد، ويؤكد الحجة على قومه فأخبر بذلك الطوائف التي آمنت به فارتد منهم ثلاثمائة رجل وقالوا لو كان ما يدعيه نوح حقاً بما وقع في عدته خلف •

ثم إن الله تعالى لم يزل يأمره عند إدراكها كلَّ مرة أن يغرس تارة بعد أخرى الى أن غرسها سبع مرّات، وما زالت تلك الطوائف من المؤمنين ترتد منهم طائفة بعد طائفة إلى أن عادوا إلى نيفا وسبعين رجلاً فأوحى الله عزّوجل عند ذالك إليه •

وقال: الآن أسفر الصبح عن الليل لعينك حين صرح الحق عن محضه، وصفا الأمر للإيمان من الكدر بارتداد كل من كانت طينته خبيثة فلو أني أهلكت الكفار وأبقيت من ارتد من الطوائف التي كانت آمنت بك لما كنت صدقت وعدي السابق للمؤمنين الذين أخلصوا لي التوحيد من قومك، واعتصموا بحبل نبوتك بأن أستخلفهم في الأرض، وأمكن لهم دينهم، وأبدل خوفهم بالأمن، لكي تخلص العبادة لي بذهاب الشكّ من قلوبهم، وكيف يكون الاستخلاف والتمكين وبدل الخوف بالأمن مني لهم مع ما كنت أعلم من ضعف يقين الذين ارتدوا وخبث طينتهم وسوء سرائرهم التي كانت نتائج النفاق وسنوح الضلالة، فلو أنهم تسنموا (١) من الملك الذي أولى المؤمنون وقت الاستخلاف إذا أهلكت أعداءهم

لنشقوا روائح صفاته ولاستحكم سرائر نفاقهم، وتأبد حبال ضلالة قلوبهم، ولكاشفوا إخوانهم بالعداوة، وحاربوهم على طلب الرئاسة،

والتفرد بالأمر والنهي عليهم، وكيف يكون التمكين في الدين وانتشار الأمر في المؤمنين مع إثارة الفتن وإيقاع الحروب كلا، ﴿واصنع الفلك بأعيننا ووحينا﴾ (سورة هود 37)

قال الصادق عليه السلام: وكذلك القائم عليه السلام فإنه تمتد غيبته ليصرح الحق عن محضه، ويصفو الإيمان من الكدر بارتداد كل من كانت طينته خبيثة من الشيعة الذين يخشى عليهم النفاق إذا أحسوا بالاستخلاف والتمكين والأمن المنتشر في عهد القائم عليه السلام •

قال المفضل: فقلت: يا ابن رسول الله إن النواصب تزعم أن هذه الآية نزلت في أبي بكر وعمر وعثمان وعلي، فقال: لا يهدي الله قلوب الناصبة متى كان الدين الذي ارتضاه (الله ورسوله) متمكناً بانتشار الأمن في الأمة، وذهاب الخوف من قلوبها، وارتفاع الشك من صدورها في عهد أحد من هؤلاء، أو في عهد علي عليه السلام مع ارتداد المسلمين والفتن التي كانت تثور في أيامهم، والحروب والفتن التي كانت تشب من الكفار وبينهم، ثم تلا الصادق عليه السلام

هذه الآية مثلاً لإبطاء القائم عليه السلام ﴿حتى إذا استيئس الرسل وظنوا أنهم قد كذبوا جاءهم نصرنا﴾ الآية (سورة يوسف آيت 110)

وأما العبد الصالح ... أعني الخضر ... فإن الله تعالى ما طول

عمره لنبوة قدر هاله، ولالكتاب ينزل عليه ، ولا الشريعة ينسخ بها شريعة من كان قبله من الانبياء عليهم السلام ٠

ولا لا مامة يلزم عباده الاقتداء بها، ولا لطاعة يفرضها (له)، بلى إنّ الله تعالىٰ لمّا كان في سابق علمه أن يقدر من عمر القائم عليه السلام في أيام غيبته ما يقدره، وعلم مايكون من إنكاره عباده بمقدار ذلك العمر في الطول، طول عمر العبد الصالح من غير سبب أوجب ذلك الا لعلة الاقتدال به على عمر القائم عليه السلام، ليقطع بذلك حجة المعاندين لئلاّ يكون للناس على الله حجة ٥

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پردرد ٹھنڈی سانس لی اور آپؑ نے خوف زدہ لہجہ میں فرمایا، افسوس ہے تم پر! آج صبح کے وقت میں نے کتاب جفر کا مطالعہ کیا، اس میں علم البلایا والمنایا (آزمائشات اور اموات کا علم) ہے اور اس میں ماضی کے واقعات اور قیامت تک ہونے والے واقعات کا ذکر موجود ہے۔

اس کتاب جفر کے لیے اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد کے ائمہ (علیہم افضل الصلوات والسلام) کو مخصوص کیا ہے۔ میں نے اس میں اپنے قائم کی پیدائش، ان کی غیبت اور ان کی تاخیر اور طول عمر کے متعلق پڑھا اور یہ پڑھا کہ ان کی ولادت کے بعد اہل ایمان کی آزمائش ہوگی اور ان کی غیبت کی طوالت کی وجہ سے شیعوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوں گے اور ان کی اکثریت اپنے دین سے منحرف ہو جائے گی اور وہ اسلام کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں گے اور اس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

"وكل انسان الزمناه طائره في عنقه" (بنی اسرائیل/۱۳)

ہم نے ہر انسان کے خیر و شر کے اعمال کی فال اس کی گردن میں ڈال دی ہے۔

اس سے ولایت مراد ہے۔

جب میں نے یہ پڑھا تو مجھ پر غم طاری ہو گیا۔

ہم نے کہا:

فرزند رسولؐ! اس علم میں ہمیں بھی شریک فرمائیں۔

فرمایا کہ اللہ نے ہمارے قائم میں تین انبیاء کے خصائل رکھے ہیں۔

اس کی ولادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے مشابہت رکھتی ہے۔

اس کی غیبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غیبت کی مانند ہے۔

اور ان کی تاخیر اور دیر حضرت نوح علیہ السلام کی تاخیر جیسی ہے۔

ان بزرگواروں کے علاوہ اللہ نے عبد صالح یعنی حضرت خضر علیہ السلام کی طرح سے طویل زندگی ہے۔

ہم نے عرض کیا کہ آپ ان مشابہات کی وضاحت فرمائیں۔

فرمایا کہ کاہنوں نے فرعون کو یہ خبر دی تھی کہ اس کی بادشاہت کا خاتمہ بنی اسرائیل کے ایک بچے کے ذریعے سے ہوگا۔

اس کے بعد فرعون نے بنی اسرائیل کی خواتین کے شکم چاک کرائے اور موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں بیس ہزار سے کچھ زیادہ بچوں کو ذبح کرایا لیکن اللہ نے اسے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی طاقت نہ دی تھی۔

اسی طرح سے بنی امیہ اور بنی عباس کے حکمران یہ سن چکے ہیں کہ حضرت قائم علیہ السلام کے ہاتھوں پر ان کی حکومت کا خاتمہ ہوگا۔

اسی لیے انھوں نے ہمیں دشمنی کا نشانہ بنایا ہے اور آلِ محمدؑ کو دھڑا دھڑ مارنے میں مصروف ہیں تاکہ ان اقدامات سے قائمؑ کو قتل کریں اور اسے ظہور کا موقع ہی نہ دیں۔(۱)

اللہ کسی بھی ظالم کو قائم کی خبر نہ دے گا یہاں تک کہ اللہ اپنے نور کو کامل کرے گا اگرچہ مشرکین کو یہ گراں ہی کیوں نہ ہو۔

غیبت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت کچھ یوں ہے کہ نصاریٰ اور یہودی اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھے تھے لیکن اللہ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے کہا تھا:

" وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم " (النسآء/۱۵۷)

انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ ہی قتل کیا اور نہ ہی انھیں سولی چڑھایا انھیں اس کا اشتباہ ہوا ہے۔

قائم کی غیبت بھی اسی طرح کی سی ہوگی۔ غیبت کی طوالت کو دیکھ کر امت اس کا انکار کرے گی، کچھ کہیں گے وہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہیں اور کچھ کہیں گے کہ پیدا ہوا تھا لیکن مر گیا اور کچھ یہ کہیں گے کہ گیارہواں امام لاولد تھا۔

کچھ کہیں گے کہ یہ مرحلہ تیرہویں تک جاری رہے گا اور کچھ کہیں گے کہ قائم کی روح منیر کے بدن میں گفتگو کرے گی۔

اور جہاں تک نوح علیہ السلام سے مشابہت کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ

۱۔ عرض مترجم: 2019 میں سعودی عرب کے ایک احمق بادشاہ نے اعلان کیا تھا کہ ہم مہدی سے جنگ کریں گے اور اسے مار ڈالیں گے لیکن جس طرح سے فرعون ناکام ہوا تھا اسی طرح سے تقدیر الٰہی کے سامنے ان جیسے احمق حکمرانوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ (اضافہ من المترجم)

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے کفار کے لیے عذاب کے نزول کی درخواست کی تو اللہ نے جواب دیا کہ میں کفار پر عذاب نازل کروں گا۔

حضرت جبرائیل سات گٹھلیاں لائے اور انھیں خدا کا یہ پیغام دیا:

اللہ تعالیٰ آپ سے یہ فرما رہا ہے کہ یہ میری مخلوق ہے میں اتمام حجت سے پہلے انھیں برباد نہیں کروں گا۔ آپ زیادہ سے زیادہ تبلیغ کریں میں آپ کو اس کا اجر دوں گا۔ فی الحال ان گٹھلیوں کو کاشت کریں اور جب یہ جوان ہو جائیں اور پھل دینے لگیں تو اس وقت اپنے پیروکاروں کو خوش خبری دیں۔

الغرض کھجوریں پیدا ہوئیں اور ان کے درخت جوان ہوئے اور ان پر پھل لگے۔ پھر اللہ نے حکم دیا کہ اب ان درختوں کی گٹھلیوں کو کاشت کریں اور لوگوں کو مزید تبلیغ کریں۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کے پیروکاروں نے یہ ماجرا دیکھا تو اس وقت ان کے پیروکاروں میں سے تین سو افراد مرتد ہو گئے اور کہنے لگے اگر نوح علیہ السلام سچے ہوتے تو ان کے وعدہ میں اس طرح تاخیر واقع نہ ہوتی۔

الغرض سات مرتبہ آپؑ نے کھجوریں کاشت کیں اور ہر بار اہل ایمان کا ایک گروہ مرتد ہوتا گیا آخر کار ستر سے کچھ زیادہ افراد ایمان پر باقی رہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی:

اب سیاہ رات چھٹ چکی ہے اب حق واضح ہو چکا ہے اور ہر طرح کی کثافت دور ہو چکی ہے اور جن لوگوں میں خبیث طینت پائی جاتی تھی وہ سب تمھیں چھوڑ گئے ہیں اگر میں پہلے کفار پر عذاب نازل کر دیتا تو یہ مرتد بچ جاتے، جب کہ میں صرف اہل ایمان کو عذاب سے بچانا چاہتا تھا۔

[illegible]

اسی طرح سے عمرو بن عبدود کی بہادری کے واقعات مختلف ہیں لیکن سب روایات کو جمع کر کے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ شخص بہادر اور دلیر تھا اگرچہ روایات کی نوعیت احادی ہے لیکن نتیجہ متواتر ہے۔

حضرت صاحب الزمان کی امامت کی ایک اور دلیل بھی ہے کہ پوری امت کا اجماع ہے کہ حضرت مہدی ظلم و جور سے لبریز زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اور روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کا تعلق ذریت حسین علیہ السلام سے ہوگا۔

اور ہم نے ناؤوسیہ اور واقفیہ کے دلائل کے بطلان کو واضح کیا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت حجت ابن الحسن علیہ السلام ہی مہدی امت ہیں۔

ظہور مہدی علیہ السلام حتمی ہے:

حضرت مہدی علیہ السلام کا خروج مقدرات الٰہی میں سے ہے، ذیل میں ہم اس مفہوم کی چند روایات کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

۱۔ ابراہیم بن سلمہ، احمد بن مالک فزاری، حیدر بن محمد فزاری، عباد بن یعقوب، نصر بن مزاحم، محمد بن مروان، کلبی، ابی صالح کہتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا:

"و فی السماء رزقکم و ما توعدون" (ذاریات/۲۲)

اور آسمان اور زمین میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے خروج مہدی مراد ہے۔

۲۔ فرمان خداوندی ہے:

"اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا" (الحدید/۱۷)

جان لو کہ اللہ زمین کی مُردنی کے بعد زمین کو زندگی دیتا ہے۔

۳۔ شریف ابو محمد المحمدی، محمد بن علی بن تمام، حسین بن محمد القطعی، علی بن احمد بن حاتم بزاز، محمد بن مروان، کلبی، ابو صالح، ابن عباس نے یہ آیات پڑھیں:

"و فی السماء رزقکم و ما توعدون. فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون" (ذاریات/۲۲۔۲۳)

اور آسمان اور زمین میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ آسمان و زمین کے رب کی قسم ایسا ایسے ہی حق ہے جیسا کہ تم باتیں کرتے ہو۔

اور کہا کہ اس سے قیام قائمؑ مراد ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

"این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا" (البقرۃ۔۱۴۸)

تم جہاں بھی ہوئے تو اللہ تم سب کو جمع کر دے گا۔

ابن عباس نے کہا:

اس سے اصحاب قائمؑ مراد ہیں، اللہ انہیں ایک ہی دن میں جمع کرے گا۔

۴۔ محمد بن اسحاق المقری (۱) علی بن عباس، مقانعی، بکار بن احمد، حسن بن حسین سفیان الجریری، معلی بن زیاد، عمرو بن ہاشم الطائی، اسحاق بن عبداللہ، بشیر المرادی، الصدیق الناجی، ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ابشرکم بالمھدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس و

۱۔ بحار میں "محمد بن اسماعیل المقری" لکھا ہے۔

زلزال یملأ الارض عدلا و قسطا کما ملئت جورا و ظلما یرضی عنه ساکن الأرض و السماء"

میں تمھیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں وہ میری امت میں اس وقت مبعوث ہوگا جب لوگوں میں اختلافات ہوں گے اور زلزلے بپا ہوں گے۔ وہ ظلم و جور سے بھری زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور اس سے آسمان و زمین کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے۔

۸۔ مقاتلی، بکار بن احمد، حسن بن حسین، تلمید ابی الجحاف کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہ الفاظ کہے:

"ابشر و ابا المهدی" تمھیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں۔

"یخرج علی حین اختلاف من الناس و زلزال شدید یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جوراً یملأ قلوب عباده عبادة و یسعهم عدله"

وہ اس وقت خروج کرے گا جب لوگوں میں اختلاف ہوگا اور سخت زلزلے ہوں گے۔ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ وہ بندوں کے چہروں کو عبادت سے بھر دے گا اور اپنے عدل سے انھیں وسعت دے گا۔

۹۔ محمد بن اسحاق المقری، علی بن العباس مقانعی، علی بن بکار بن احمد، حسن بن حسین، سفیان الجریری، عبدالمومن، حارث بن حصیرہ، عمارہ بن جوین العبدی، ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے منبر پر فرمایا:

"ان المهدی من عترتی من اهل بیتی یخرج فی آخر الزمان ینزل له

من السماء قطرها و یخرج له الارض بذرها فیملأ الأرض عدلا و قسطا کما ملأها القوم ظلما و جوراً"

مہدی کا تعلق میری عترت اہل بیت سے ہوگا۔ وہ آخری زمانہ میں خروج کرے گا۔ اس کے لیے آسمان اپنے قطرات برسائے گا اور زمین اپنی فصلات اس کے لیے پیش کرے گی۔ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

۱۰۔ علی بن عباس مقانعی، بکار بن احمد، مصبح، قیس، ابوحصین، ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول الله تعالی ذالک الیوم حتی یخرج رجل من اهل بیتی یملأ الأرض عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی"

اگر دنیا کے خاتمہ میں صرف ایک دن ہی باقی ہوا تو اللہ اس دن کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ میری نسل میں سے ایک مرد مبعوث ہوگا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی جو میرا ہم نام ہوگا اور اس کے والد میرے والد کا ہم نام ہوگا۔ (۱)

۱۱۔ محمد بن اسحاق، مقانعی، جعفر بن محمد الزہری، اسحاق بن منصور، قیس بن ربیع، عاصم، زر، عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت سید العالمین ﷺ نے فرمایا:

۱۔ [illegible]

"لاتذهب الدنیا حتی یلی امتی رجل من اهل بیتی یقال له المهدی"
دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میری امت پر میری اہل بیت کے فرد کی حکومت قائم نہ ہو جسے مہدیؑ کہا جائے گا۔

۱۲۔ محمد بن علی، عثمان بن احمد سماک، ابراہیم بن عبداللہ ہاشمی، حسن بن فضل بوصرائی، سعد بن عبدالحمید انصاری، عبداللہ بن زیاد یمانی، عکمد لہ بن عمار کا بیان ہے کہ حضرت شفیع المذنبین ﷺ نے فرمایا:

"نحن بنو عبدالمطلب سادة اهل الجنة انا وعلی و حمزة الجعفر والحسن والحسین والمهدی"
ہم عبدالمطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں۔ میں، علیؑ، حمزہؑ، جعفرؑ، حسنؑ، حسینؑ اور مہدی (علیہم السلام)

۱۳۔ محمد بن علی، حسین بن محمد قطعی، علی بن حاتم، محمد بن مردان، عبد بن یحییٰ ثوری، محمد بن حسین، اپنے والد سے، اپنے دادا سے روایت کی ہے:
فرمان خداوندی ہے:
"ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین ○ (القصص/5)
ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان پر احسان کریں جنھیں زمین میں کمزور بنایا گیا ہے۔ ہم انھیں امام بنائیں گے اور وارث مقرر کریں گے۔
اسناد بالا سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
"هم آل محمد یبعث الله مهدیهم بعد جهدهم فیعزهم ویذل عو

عدوهم"
اس سے آل محمد مراد ہیں۔ اللہ ان کے مہدیؑ کو ان کی مظلومیت کے بعد بھیجے گا۔ وہ انھیں عزت دے گا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔
الغرض اس مفہوم کی لاتعداد احادیث موجود ہیں لیکن ہم بغرض اختصار ان کے نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت قائم اولادِ علی و حسین علیہم السلام سے ہوں گے:

حضرت قائم آل محمد اولادِ علی اور نسل امام حسین (علیہم افضل الصلوات) سے ہوں گے۔
ذیل میں اس مفہوم کے اثبات کے لیے کچھ روایات نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی، ابوجعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری، فضل بن شاذان، نصر بن ابی مزاحم، ابن لہیعة، ابی قبیل، عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے طویل خطبہ دیا اور اس کے آخر میں فرمایا:
اس وقت مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ پھر آنحضرت نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ اس کی اولاد میں سے ہوگا پھر فرمایا کہ مہدی کے ذریعہ سے اللہ جھوٹ کا خاتمہ کرے گا اور زمانے کی سختیاں ختم ہو جائیں گی اور اس کے ذریعے سے اللہ تمھاری گردنوں سے غلامی کی ذلت کو ختم کرے گا۔
پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس امت کا پہلا فرد میں ہوں اور مہدی اس کا درمیانی فرد ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا آخری فرد ہوگا۔ درمیان میں ٹیڑھے میڑھے افراد

ہوں گے۔

۲۔ محمد بن علی، عثمان بن احمد سماک، ابراہیم بن عبد اللہ ہاشمی، ابراہیم بن ہانی، نعیم بن حماد مروزی، بقیہ بن ولید، ابوبکر بن ابی مریم، فضل بن یعقوب رخامی، عبد اللہ بن جعفر، ابی الملیح، زیاد بن بیان، علی بن نفیل، سعید بن مسیب، ام المومنین ام سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا۔ آپ نے فرمایا:

"المهدی من عترتی من ولد فاطمة سلام الله علیها"

مہدی میری عترت سے ہوگا اور اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ہوگا۔

۳۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، مصبح، ابو عبد الرحمن، وہب بن منبہ نے کہا کہ ابن عباس نے طویل گفتگو کی اور اس میں یہ بھی کہا:

اے وہب! پھر مہدی خروج کرے گا۔

میں (راوی) نے کہا کہ کیا وہ آپ کی اولاد میں سے ہوگا؟

کہا نہیں، خدا کی قسم! وہ میری اولاد میں سے نہیں ہوگا۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس کا زمانہ پائے گا اور اس کے ذریعہ سے اللہ اس امت کی مصیبت دور کرے گا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

۴۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، محمد بن سنان، عمار بن مروان، منخل بن جمیل، جابر جعفی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"المهدی رجل من ولد فاطمة وهو رجل ادم"

مہدی کا تعلق اولاد فاطمہؑ سے ہوگا اور وہ گندمی رنگت کے ہوں گے۔

۵۔ ایک جماعت نے ہمیں خبر دی ہے: تلعکبری، احمد بن علی الرازی، محمد بن علی، عثمان

بن احمد سماک، ابراہیم بن العلاء، الہاشمی، ابی الملیح، زیاد بن بیان، علی بن نفیل، سعید بن مسیب، ام المومنین حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا:

"المهدی من عترتی من ولد فاطمة"

مہدی میری عترت سے ہوگا۔ وہ اولاد فاطمہ میں سے ہوگا۔

۶۔ احمد بن ادریس، علی بن فضل، احمد بن عثمان، احمد بن رزق، یحییٰ بن العلاء الرازی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ینتج الله تعالی فی هذه الامة رجلا منی و انا منه، یسوق الله تعالی به برکات السموات والارض فینزل السماء قطرها وتخرج الارض بذرها وتامن وحوشها وسباعها ویملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا ویقتل حتی یقول الجاهل: لو کان هذا من ذریة محمد لا لرحم"

اللہ اس امت میں میری نسل سے ایک مرد کو پیدا کرے گا جو کہ مجھ سے ہوگا اور میں اس سے ہوں گا۔ اللہ آسمانوں اور زمین کی برکات کو اس کے ساتھ چلائے گا۔ آسمان سے بارشیں برسیں گی اور زمین اپنی فصلات دے گی اور اس کے دور حکومت میں جانوروں اور درندوں تک کو امن نصیب ہوگا۔ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور وہ اتنے لوگوں کو قتل کرے گا کہ جاہل یہ کہنے لگ جائیں گے کہ اگر یہ اولاد مصطفیٰ میں سے ہوتا تو ضرور رحم کرتا۔

حضرت مہدی کا تعلق نسل حسینؑ سے ہے۔ اس کا اثبات ان احادیث سے ہوتا

ہے جو کہ بارہ ائمہ کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کچھ اور احادیث بھی حسب ذیل ہیں۔

۷۔ حسب ذیل حدیث میں اس کی مکمل وضاحت پائی جاتی ہے۔

ایک جماعت نے مجھے خبر دی تلعکبری، احمد بن علی الرازی، محمد بن اسحاق المقری علی بن عباس مقانعی، بکار بن احمد، حسن بن حسین، سفیان الحریری، فضیل بن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے زید بن علی سے سنا، انھوں نے فرمایا:

"هذا المنتظر من والد الحسين بن علي في ذرية الحسين وفي عقب الحسين وهو المظلوم الذي قال الله تعالى "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا" (بنی اسرائیل /37) قال وليه رجل من ذريته من عقبه ثم قرأ "وجعلها كلمة باقية في عقبه" (زخرف /28) قال سلطانه حجته على جميع من خلق الله تعالى حتى يكون له الحجة على الناس ولا يكون لاحد عليه حجة"

امام منتظر کا تعلق حسین بن علی علیہما السلام کی نسل سے ہوگا اور یہ وہ مظلوم ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: (جسے حالت ظلم میں قتل کر دیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو حجت عطا کی ہے) آپ کا وارث نسل حسینؑ سے ہوگا۔ ''سلطان'' سے مراد تمام خلق خدا پر آپ کی حجت ہے۔ آپ کو تمام لوگوں پر حجت حاصل ہوگی جب کہ مخلوق میں سے کسی کو بھی آپ پر حجت نہ ہوگی۔

اللہ نے فرمایا:

(عقیدۂ توحید کو) اس کی نسل میں کلمہ باقیہ کے عنوان سے برقرار رکھا ہے۔

۸۔ اسی اسناد سے احمد بن علی الرازی، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، ابراہیم بن الحکم بن ظہیر، اسماعیل بن عیاش، اعمش، ابی وائل کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت حسین علیہ السلام کو دیکھا اور فرمایا:

"ان ابني هذا سيد كما سماه الله سيدا وسيخرج الله من صلبه رجلا باسم نبيكم فيشبهه في الخلق والخلق يخرج على حين غفلة من الناس واماتة من الحق واظهار من الجور والله لو لم يخرج لضربت عنقه يفرح لخروجه اهل السماء وسكانها يملأ الارض عدلا كما ملئت ظلما وجورا"

میرا یہ فرزند سردار ہے جیسا کہ اللہ نے اس کا نام سردار رکھا ہے، اللہ اس کی صلب سے ایک مرد کو پیدا کرے گا جو تمھارے نبی کا ہم نام ہوگا اور وہ شکل وصورت اور کردار میں شبیہ رسول ہوگا۔ وہ اس وقت خروج کرے گا جب لوگ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور حق مر چکا ہوگا اور جور وظلم ظاہر ہوگا۔

خدا کی قسم! اگر اس نے خروج نہ کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، اس کے خروج کی وجہ سے اہل آسمان خوش ہوں گے اور وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

۹۔ سفیان الجریری کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی سے سنا، اس نے کہا:

"والله لا يكون المهدي ابدا الا من ولد الحسين"

اللہ کی قسم! مہدی نہ ہوگا مگر اولاد حسینؑ میں سے۔

۱۰۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، عمرو بن عثمان، محمد بن عذافر، عقبہ بن یونس، عبید اللہ بن شریک سے ایک حدیث منقول ہے جسے ہم اختصار سے نقل کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا گزر مسجد نبوی میں بنی امیہ کے ایک گروہ سے ہوا تو آپؑ نے بنی امیہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اما واللہ لا تذھب الدنیا حتی یبعث اللہ منی رجلا یقتل منکم الفا ومع الالف الفا ومع الاف الفا، فقلت جعلت فداک ان ھوء لاء اولاد کذا وکذا لا یبلغون ھذا الفقال ویحک! ان فی ذالک الزمان یکون للرجل من صلبہ کذا وکذا رجلا وان مولی القوم من انفسھم"۔

اللہ کی قسم اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ میری نسل میں سے ایک مرد پیدا ہوگا جو تم میں سے ایک ہزار، ایک ہزار، ایک ہزار افراد کو قتل کرے گا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولا! ان میں سے کسی کی اولاد کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ امام نے فرمایا: نہیں، اس زمانہ میں ہر شخص کی اتنی ہی اولاد ہوگی اور آزاد کردہ غلام بھی اسی قوم کا فرد ہوتا ہے۔

۱۱۔ اسی اسناد سے، احمد بن ادریس، احمد بن محمد بن عیسیٰ، حسین بن سعید اھوازی، حسین بن علوان، ابو ہارون عبدی، ابو سعید خدری سے ایک طویل حدیث منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

"یا بنیۃ انا اعطینا اھل البیت سبعالم یعطھا احد قبلنا، نبینا خیر الانبیاء وھو ابوک ووصینا خیر الاوصیاء وھو بعلک وشھیدنا خیر الشھداء وھم عم ابیک حمزۃ ومنامن لہ جناحان خضیبان یطیر بھما فی الجنۃ وھو ابن عمک جعفر ومنا سبطاھذہ الامۃ وھما ابناک الحسن والحسین ومنا واللہ الذی لا الہ الاھو مھدی ھذہ الامۃ الذی یصلی خلفہ عیسیٰ بن مریم ثم ضرب بیدہ علی منکب الحسین علیہ السلام فقال من ھذا. ثلاثا"۔

جان پدر بیٹی! ہم اہل بیت کو خدا نے سات فضیلتیں عطا کی ہیں جو کہ ہم سے پہلے کسی خاندان کو نہیں ملیں۔

ہمارا نبی تمام انبیاء سے افضل ہے اور وہ تمہارا والد ہے۔

ہمارا وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تمہارا شوہر ہے۔

ہمارا شہید، شہدا سے افضل ہے اور وہ تمہارے والد کا چچا حمزہ ہے۔

اور ہم میں وہ بھی ہے جس کو خدا نے پر عطا کیے ہیں اور وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتا ہے اور وہ آپ کا چچا زاد بھائی جعفر ہے اور ہمارے اندر اسی امت کے دو سبط ہیں اور وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

اسی ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، ہمارے اندر اس امت کا مہدیؑ ہے جس کی اقتداء میں عیسیٰ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔

پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ حسین علیہ السلام کے شانے پر مار کر تین دفعہ فرمایا کہ وہ اس کی

نسل سے ہوگا۔

اشکال:

اگر اس مقام پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ مہدی حضرت علی علیہ السلام کا بلا فصل فرزند ہے اور وہ محمد بن حنفیہ ہے۔

سبائیہ کا قول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی مہدی ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی۔ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ وہ جعفر صادق علیہ السلام ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی۔ کچھ نے کہا کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہی مہدی ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی۔ کچھ افراد نے کہا کہ ان کا بھائی محمد بن علی علیہ السلام مہدی ہے اور وہ زندہ ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی۔

آخر ان لوگوں کے نظریات کا آپ ابطال کس طرح سے کریں گے؟

جواب:

۱۔ مذکورہ بالا اقوال کے بطلان کو ہم ثابت کر چکے ہیں اور یہ واضح کر چکے ہیں کہ جن شخصیات کے متعلق دعویٰ کیا گیا ہے ان کی وفات ہو چکی ہے۔

۲۔ ہم نے احادیث پیش کی ہیں کہ آئمہ کی تعداد بارہ ہے۔ اگر مذکورہ افراد کے بیان کو مانا جائے تو آئمہ کی تعداد کسی طور پر بارہ نہیں بنتی۔

۳۔ فرزندِ حسن عسکری علیہ السلام کی صحتِ امامت احادیث سے ثابت ہے۔

۴۔ آپؑ کی ولادت ثابت ہے اور آپؑ کے معجزات بھی مشہور ہیں، ہم کچھ روایات سے مذکورہ دعاوی کے ابطال کو واضح کریں گے لیکن بغرض اختصار اس پر طویل

بحث نہیں کریں گے۔

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی موت کا انکار کرتا ہیں تو وہ محض ضدی اور مکابر ہے کیونکہ آپ کی شہادت کی خبر تواتر سے ثابت ہے اور جو شخص اتنے واضح واقعہ کا منکر ہے تو اس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ رسول اکرم کی وفات کا انکار کرے اور اس کے ساتھ صحابہ پیغمبر کی رحلت کا انکار کردے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ان کی شہادت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ کائنات کا بدبخت ترین شخص تمہاری داڑھی کو سر کے خون سے رنگین کرے گا اور اگر حضرت علی علیہ السلام شہید نہیں ہوئے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہاں جائے گی۔

الغرض حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ بدیہیات تاریخ میں سے ہے اور اس کا منکر بدیہیات کا منکر ہے۔

۱۴۔ ابن ابی جید، محمد بن حسن بن ولید، محمد بن ابی قاسم البرقی، محمد بن علی ابی سمینہ الکوفی، حماد بن عیسیٰ، ابراہیم بن عمر، ابان بن ابی عیاش، سلیم بن قیس الہلالی، جابر بن عبداللہ انصاری، عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کی تھی اور یہ فرمایا تھا:

"یا علی ان قریشا ستظاهر علیک و تجتمع کلمتهم علی ظلمک وقهرک فان و جدت اعوانا فجاهدهم وان لم تجد اعوانا فکف یدک واحقن دمک فان الشهادة من ورائک لعن الله قاتلک"

علی! قریش تمہارے خلاف اجتماع کریں گے اور وہ آپ پر ظلم و جبر پر اتفاق کریں

گے۔ ان حالات میں اگر آپ کو مددگار مل جائیں تو قریش سے جہاد کرنا اور اگر آپ کو مددگار نہ ملیں تو ہاتھ روکے رہنا اور اپنی جان کو بچائے رکھنا۔ شہادت تمہارے انتظار میں ہے۔ اللہ آپ کے قاتل پر لعنت کرے۔

۱۳۔ احمد بن ادریس، محمد بن عبدالجبار، صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے یہ وصیت لکھ کر مجھے بھیجی تھی۔

۱۴۔ احمد بن عبدون، ابن زبیر قریشی، علی بن الحسین بن فضال، محمد بن عبداللہ بن زرارہ، عمرو بن شمر، جابر، بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو وصیت کی اور اس وصیت پر امام حسین علیہ السلام، محمد اور معززین شیعہ اور اپنے اہل بیت کو اس پر گواہ بنایا۔ آپ نے فرمایا:

فرزند! مجھے رسول خدا نے حکم دیا تھا کہ میں تجھے اپنا وصی مقرر کروں اور اپنی کتابیں اور ہتھیاروں کو تمہارے سپرد کروں۔ پھر آپ نے فرمایا:

فرزند! آپ اولی الامر اور میرے خون کے وارث ہیں اگر میں نے معاف کردیا تو اس کا مجھے حق ہے اور اگر میں وفات پا جاؤں تو قاتل کو ایک ضرب کے بدلے ایک ضرب ہی مارنا۔ پھر آپ نے آخر تک وصیت مکمل کی، جب آپ وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اللہ تمہاری حفاظت کرے اور تمہاری اولاد کی حفاظت کرے، میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بعد ازاں آپ نے لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کردیا آخر کار آپ نے تیئیس رمضان، شب جمعہ سن چالیس ہجری کو وفات پائی۔ آپ کو اکیس رمضان کو ضرب لگی تھی۔

دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو ماہ رمضان کی انیس تاریخ کو ضرب لگی اور اکیس رمضان کو آپ کی شہادت ہوئی اور یہی بات زیادہ مشہور ہے۔

اس سے قبل محمد بن علی بن حنفیہ کی وفات کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہم نے ان لوگوں کے قول کی تردید بھی کی ہے جو آپ کی امامت کا دعویٰ کرتے تھے۔

۱۵۔ حسین بن سعید، حماد بن عیسیٰ، ربعی بن عبداللہ، فضیل بن یسار کا بیان ہے کہ امام ابو جعفر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

جب امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ نے اپنی وصیت ام المومنین ام سلمہ کے حوالے کی اور فرمایا کہ جب میرا بڑا فرزند تمہارے پاس آئے تو یہ وصیت نامہ اس کے سپرد کرنا۔

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو ان کی شہادت کے بعد حضرت علی بن الحسین علیہ السلام بی بی ام سلمہ کے پاس گئے، بی بی نے وہ وصیت نامہ ان کے حوالے کردیا۔

۱۶۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن عیسیٰ بن عبید، یونس بن عبدالرحمن، حسین بن ثویر بن ابی فاختہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حسن و حسین علیہما السلام واحد بھائی ہیں جو کہ امام تھے۔ علی بن الحسین علیہ السلام کے بعد بھی دو بھائی امام نہ ہوں گے۔ سلسلہ امامت ان کی نسل میں یکے بعد دیگرے جاری رہے گا۔

حضرت زین العابدین علیہ السلام اور محمد بن حنفیہ کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ حجر اسود نے ان کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔ اس واقعہ کو ہم سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

الناووسیہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہی مہدی ہیں۔

ہم نے پہلے صفحات میں یہ واضح کیا ہے کہ ان کا دعویٰ سراسر غلط ہے کیونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے اور آپ نے اپنے فرزند موسیٰ کاظم کی امامت پر نص فرمائی تھی۔

اگر امام جعفر صادق علیہ السلام کو مہدی اور آخری امام مان لیا جائے تو پھر بارہ ائمہ کی متفقہ حدیث باطل ہو جائے گی۔ (نعوذ باللہ)

۱۷۔ ایک جماعت نے ہم کو خبر دی، ابوجعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، احمد بن محمد بن عیسیٰ، حسن بن محبوب، جمیل بن صالح، ابوہشام بن احمر، امام جعفر صادق علیہ السلام کی کنیز سالمہ کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھی۔ آپ غش کھا گئے جب افاقہ ہوا تو فرمایا:

حسن کو اتنی رقم دینا۔ میں نے کہا کہ آپ اسے رقم دینے کا حکم کر رہے ہیں جس نے خنجر نما کٹاری سے آپ پر حملہ کیا تھا اور آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا؟

آپ نے فرمایا کہ تو نہیں چاہتی ہے کہ

میں اس آیت کا مصداق بنوں۔

"والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یخشون ربھم ویخافون سوء الحساب". (الرعد/21)

وہ ان رشتوں کو جوڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی (اور سختی) سے ڈرتے ہیں۔

سالمہ، سنو اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی اور اسے معطر کیا اور اس کی فضاؤں اور

ہواؤں کو معطر کیا۔ اس کی خوشبو دو ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہو گی لیکن والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس کی خوشبو کو نہ سونگھے گا۔

۱۸۔ ابوایوب جوزی بیان کرتے ہیں کہ نصف شب کے وقت ابوجعفر منصور نے مجھے اپنے ہاں طلب کیا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس وقت وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے شمع جل رہی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔

میں نے سلام کیا، اس نے خط رکھ دیا اور روتے ہوئے کہا:

یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے اس نے اطلاع دی ہے کہ جعفر بن محمد علیہ السلام کی وفات ہو گئی ہے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون".

جعفر علیہ السلام جیسے انسان کہاں مل سکتے ہیں۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ لکھو۔ میں نے خط کا سرنامہ لکھا پھر اس نے یہ حکم لکھوایا کہ اگر جعفر صادق علیہ السلام نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہے تو اسے بلا کر اس کا قلم کر دو۔

چند دنوں بعد والی مدینہ کا جواب آیا اس نے لکھا کہ انھوں نے پانچ افراد کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ پہلا وصی تو خود ابوجعفر منصور ہے، دوسرا وصی میں محمد بن سلیمان ہوں، تیسرا وصی عبداللہ ہے، چوتھا وصی موسیٰ ہے۔ یہ دونوں ان کے فرزند ہیں اور پانچویں وصیت ان کی زوجہ حمیدہ کے نام ہے۔

یہ پڑھ کر منصور نے کہا کہ ہم جعفر صادق علیہ السلام کے کسی وصی کو قتل نہیں کر سکتے۔

فرقہ واقفیہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر سلسلہ امامت کو ختم کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ آپ ہی مہدی ہیں۔ ہم نے ان کی تردید میں تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کو ثابت کیا ہے اور امام علی رضا علیہ

السلام کی امامت کا اثبات کیا ہے۔ اہل انصاف کے لیے ہمارے پیش کردہ دلائل کافی ہیں۔ کسی زمانہ میں محمد یہ نام کا ایک فرقہ وجود میں آیا تھا۔ انھوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی نقی علیہ السلام کے فرزند حضرت محمد (جن کا مزار بغداد اور سامرہ کے درمیان مقام بلد پر ہے) امام ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ ہم نے ان کے اس دعوئی کی تردید پیش کی ہے اور ان کے بھائی حضرت حسن عسکری کی امامت کا اثبات کیا ہے۔

تاریخ کی حقیقت گواہی ہے کہ حضرت محمدؒ کی وفات ان کے والد ماجد کی زندگی ہی میں واقع ہوئی تھی اور ان کی وفات ان کے آباواجداد کے طرح سے مشہور ہے۔

لہٰذا اس کے باوجود اگر کوئی انھیں زندہ جاوید مانتا ہے تو وہ ضروریات کا منکر ہے۔

۱۹۔ سعد بن عبداللہ، جعفر بن محمد بن مالک، سیار بن محمد بصری، علی بن عمرو نوفلی کا بیان ہے کہ میں امام ابوالحسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ ان کے گھر میں تھا تو اس وقت ابوجعفر علیہ السلام کا گزر ہوا تو میں نے عرض کی کہ ہمارا امام یہی ہے؟

فرمایا: نہیں تمھارا امام حسن عسکری علیہ السلام ہے۔

۲۰۔ احمد بن عیسٰی علوی راوی ہیں (یہ علی بن جعفر کی اولاد میں سے تھا) کہ میں ''صریا'' (۱) نامی گاؤں میں ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے آپ پر سلام کیا۔ کچھ دیر بعد آپ کے دونوں فرزند ابوجعفر اور ابومحمد علیہما السلام آئے۔ ہم ابوجعفرؒ کے سلام کے لیے اٹھے تو امام ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ یہ تمھارا امام

۱۔ صریا ۔۔۔۔ مدینہ سے تین میل دور ایک گاؤں کا نام ہے۔ اس گاؤں کی داغ بیل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے رکھی تھی۔ بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب۔

۲۔ واضح رہے کہ یہاں ابوجعفر کا نام بیان ہوا ہے تو اس سے حضرت محمد مراد ہیں۔ ان کی کنیت ابوجعفر تھی۔

نہیں ہے۔ ابومحمد تمھارا امام ہے۔ (۲)

۲۱۔ ہارون بن مسلم بن سعدان، احمد بن محمد بن رجا، صاحب الترک کا بیان ہے کہ امام ابوالحسن (علی نقی) نے فرمایا:

''الحسن ابنی القائم من بعدی''

میرا فرزند حسن میرے بعد قائم ہے۔

۲۲۔ یحییٰ بن بشار عنبری کا بیان ہے کہ ابوالحسن علیہ السلام نے اپنی وفات سے چار ماہ قبل اپنے فرزند حسن کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور مجھے اور موالیوں کی ایک جماعت کو اس کا گواہ بنایا۔ جہاں تک حضرت محمد کی وفات کا تعلق ہے تو وہ ان کے والد ماجد کی زندگی میں واقع ہوئی تھی۔ سعد بن عبداللہ اشعری کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوہاشم داؤد بن قاسم جعفری نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوجعفرؒ کی وفات ہوئی تو اس وقت میں ان کے والد ماجد ابوالحسن (علی نقی) علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔

اس سے قبل امام علی نقی اس کی طرف اشارہ کر چکے تھے اور اس کی طرف رہنمائی کر چکے تھے۔ اس وقت میں اپنے دل میں سوچنے لگا، یہ تو اسماعیل اور ابوابراہیم جیسا معاملہ ہے۔ حضرت علی نقی علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ابوہاشم! جی ہاں ایسا ہی ہے۔ اللہ نے ابوجعفر کے متعلق اپنے ارادہ کو بدل دیا ہے اور اس کی جگہ ابومحمد کی امامت کا فیصلہ کیا ہے اور یہی معاملہ اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا جب کہ امام صادق علیہ السلام نے اس کی امامت کا اشارہ کیا تھا جیسا کہ تم نے ابھی دل میں سوچا ہے۔ اگرچہ باطل

پرستوں کو ناگوار ہی کیوں نہ لگے۔ میرا فرزند ابو محمد میرا جانشین ہے۔ اس کے پاس وہ سب کچھ موجود ہے جس کی تمھیں ضرورت ہے۔ الحمد للہ اس کے پاس آلہ امامت موجود ہے۔

۲۳۔ شیخ علی بن محمد کلینی (یہ علان کلینی کے نام سے معروف تھے) اسحاق بن محمد نخعی، شاہویہ بن عبداللہ جلاب کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے ایسی روایات نقل کی تھیں کہ ان کے بعد ابو جعفر محمد امام ہوں گے لیکن جب ابو جعفر کی وفات ہوئی تو میں بہت پریشان ہوا اور میں حیران رہ گیا، نہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ مجھے یہ خوف ہوا کہ میں اس سلسلہ میں انھیں خط نہ لکھ دوں۔ میں نہ جانتا تھا کہ اب حالات کیا کروٹ لیں گے چنانچہ میں نے امام کو خط لکھا اور دعا کی درخواست کی اور کہا کہ دعا فرمائیں اللہ ہمیں سلاطین کے مظالم سے محفوظ رکھے۔ ہمیں اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی کی فکر ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے غلام حاکم نے چھین لیے ہیں۔

امام نے جواب دیا اور اس میں دعا فرمائی اور یہ بھی لکھا کہ تمھارے غلام تمھیں واپس کر دیے جائیں گے اور آپ نے خط کے آخر میں یہ لکھا کہ تو ابو جعفر کے بعد امام کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا اور اس مسئلہ پر تو پریشان ہے۔

تمھیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہدایت کے بعد خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

میرے بعد تمھارا امام میرا فرزند ابو محمد ہے۔ اس کے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی تمھیں ضرورت ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے آگے کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے پیچھے

کر دیتا ہے۔ میں نے تمھیں ضروری باتیں لکھ دی ہیں۔ صاحبان عقل کے لیے یہی بیان کافی ہے۔

۲۴۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن احمد العلوی، ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے منقول ہے کہ میں نے ابو الحسن العسکری علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا: میرے بعد میرا جانشین حسنؑ ہے۔ اس کے جانشین کے وقت تمھاری کیا حالت ہوگی؟

میں نے عرض کیا کہ مولا! اس وقت کیا ہوگا؟

فرمایا: تم اس کی ذات کو نہ دیکھ سکو گے اور اس کا نام لے کر اس کا ذکر کرنا تمھارے لیے حلال نہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر ہم انھیں کیسے یاد کریں گے؟

فرمایا کہ تم انھیں حجۃ من آل محمد کہہ کر پکارا کرو گے۔

۲۵۔ محمد بن الحسین بن ابی الخطاب، ابو الصھبان کا بیان ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر محمد کی وفات ہوئی تو امام علی نقی علیہ السلام کے لیے ایک کرسی رکھ دی گئی اور آپ اس پر بیٹھ گئے۔ اس وقت ابو محمد حسن بن علی ایک کنارے پر کھڑے تھے۔ جب آپؑ ابو جعفر کے غسل سے فارغ ہوئے تو اس وقت ابو الحسن نے اپنے فرزند حسن عسکریؑ سے فرمایا:

میرے فرزند! خدا کا شکر بجا لاؤ۔ خدا نے تمھارے متعلق نیا فیصلہ کیا ہے۔

معجزات امام حسن عسکری علیہ السلام:

۱۔ سعد بن عبداللہ اشعری نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں

امام ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ دربان نے آ کر کہا کہ یمن کا ایک شخص آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اور وہ اجازت کا طلب گار ہے۔

آپؑ نے آنے کی اجازت دی۔ اتنے میں ایک طویل القامت شخص حاضر ہوا۔

اس نے آپ پر سلام ولایت کیا۔

میں نے دل میں کہا کہ کاش میں جان سکتا کہ یہ کون ہے؟

حضرت ابو محمدؑ نے فرمایا:

یہ اس خاتون کا فرزند ہے جس کے پاس وہ پتھر تھا جس پر میرے آباء نے مہر ثبت کی تھی۔

پھر آپ نے فرمایا وہ پتھر لاؤ جس پر میرے آباء و اجداد کی مہریں لگی ہوئی ہے۔

اس نے پتھر سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے اس پتھر پر اپنی انگشتری کی مہر لگائی۔

وہ شخص اٹھا اور کہا: رحمة الله عليكم و بركاته عليكم يا اهل البيت ذرية بعضها من بعض۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا حق اس طرح سے فرض ہے جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام اور باقی ائمہ کا حق فرض ہے۔

میں (راوی) نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے بتایا:

میرا نام مهجع بن الصلت بن عقبه بن سمعان بن غانم بن ام غانم ہے اور ہماری دادی ام غانم نے پتھر پر حضرت امیر المؤمنینؑ سے مہر ثبت کرائی تھی۔

۲۷۔ عمر بن محمد بن ریان صیمری بیان کرتے ہیں کہ میں ابو احمد عبید اللہ بن عبد اللہ بن

طاہر کے پاس گیا۔ اس کے سامنے امام حسن عسکری علیہ السلام کا رقعہ لکھا تھا اور اس میں آپؑ نے تحریر کیا تھا۔ میں نے اس سرکش (مستعين بالله) کے متعلق اللہ سے شکایت کی ہے۔ اللہ اسے تین دن کے بعد گرفتار کرے گا۔

جیسے ہی تیسرا دن ہوا تو اس سے خلافت چھن گئی۔ آخر کار اسے قتل کر دیا گیا۔

۳۔ سعد بن عبد اللہ راوی ہیں کہ ابو ہاشم جعفری سے منقول ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ مہدی بن واثق کے زندان میں قید تھا۔

امام نے مجھے فرمایا:

ابو ہاشم! یہ سرکش چاہتا ہے کہ خدا (کی تقدیر) سے مذاق کرے جب کہ اللہ نے اس کی عمر کے دھاگے کو کاٹ دیا ہے اور یہ حکومت اس کے جانشین کے لیے مقرر کر دی ہے۔ اس وقت میرے ہاں اولاد نہیں ہے۔ عنقریب خدا مجھے فرزند سے نوازے گا۔

ابو ہاشم کا بیان ہے صبح ہوئی تو ترک سرداروں نے مہدی کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے قتل کر دیا اور اس کے بیٹے معتمد کو حکومت سپرد کر دی گئی۔

یوں اللہ نے ہمیں اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

۴۔ ابو الحسن موسوی خیبری کا بیان ہے کہ میں امام عسکری علیہ السلام کے پاس سامرا جاتا رہتا تھا۔ اس دن میں گیا تو حکومتی نمائندہ آپؑ کے لیے سواری لایا اور کہا کہ خلیفہ نے آپ کو یاد کیا ہے۔

اس شخص کو دیکھ کر آپؑ کے چہرے پر غضب کے آثار نمودار ہوئے کیونکہ یہ شخص خلیفہ کا منہ چڑھا تھا اور امام کا خاص احترام نہیں کرتا تھا۔

الغرض آپ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ جب چوک پر پہنچے تو اس کا گھوڑا بے قابو ہو گیا اور دوسری سڑک پر دوڑنے لگا۔ کچھ دیر بعد آپ نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ جاؤ جا کر دیکھو وہ مر گیا ہے۔

غلاموں نے جا کر دیکھا تو وہ گھوڑے سے گر کر مر چکا تھا۔

۵۔ سعد بن عبداللہ راوی ہیں کہ داؤد بن قاسم جعفری نے بیان کیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

جب قائم قیام کریں گے تو مساجد کے مینار اور مقصوروں کو توڑنے کا حکم جاری کریں گے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ آخر امام ایسا کیوں کریں گے؟

امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: قائم علیہ السلام انھیں اس لیے گرائیں گے کہ یہ بدعت ہے۔ انھیں نبی اکرمؐ یا کسی حجتؑ نے نہیں بنایا۔ (۱)

۶۔ ابو ہاشم سے مروی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: اپنے دل پر نظر رکھو کیونکہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طریقے سے چلتا ہے۔

۷۔ احمد بن حسین بن عمر بن یزید راوی ہیں کہ جب امام حسن عسکریؑ کا گزر کوفے سے ہونے لگا تو معتز نے حکم دیا کہ جب حسن عسکریؑ کا کوفے سے گزر ہو تو ان کو سعید حاجب کے سپرد کیا جائے تا کہ وہ انھیں قصر ابن ہبیرہ لے جایا جائے۔ یہ سن کر ابو ہاشم بن سیابہ نے امام کو خط لکھا کہ شاید آپ کے لیے حالات مناسب نہ ہوں گے۔

آپ نے جواب میں لکھا کہ تین دن بعد تمھیں راحت اور خلاصی ملے گی۔ آپ کا فرمان پورا ہوا اور تیسرے دن معتز کو خلافت سے معزول کر دیا گیا۔

۱۔ غور فرمائیں!

حضرت نرجس خاتون کی آمد

راویوں کی ایک جماعت نے ابو المفضل شیبانی سے، انھوں نے محمد بن بحر بن سہل شیبانی الدحنی سے روایت کی ہے کہ بشر بن سلیمان بردہ فروش جو حضرت ابو ایوب انصاری کی اولاد میں سے تھا اور حضرت ابوالحسن اور حضرت ابو محمد کے دوست داروں میں سے تھا اور سر من رائے میں ان دونوں حضرات کا پڑوسی بھی تھا، نے بیان کیا کہ ایک دن میرے پاس کافور خادم آیا اور کہا کہ مولا ابوالحسن علی بن محمد (امام علی نقیؑ) نے تم کو بلایا ہے تو میں گیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: اے بشر! تم انصار کی اولاد میں سے ہو اور تم لوگوں کو موالات اور دوستی سلف سے خلف تک اور اثنا منتقل ہوتی جا رہی ہے اور تم ہم اہل بیت کے معتمد اور قابل بھروسہ ہو، تو آج میں تمھیں مزید ایک فضیلت و شرف سے نوازنا چاہتا ہوں کہ جس کے سبب سے تم ہمارے شیعوں میں دوستی و موالات کے اعتبار سے سب سے بڑھ جاؤ گے، یہ رازداری کی بات ہے۔ میں تمھیں ایک کنیز خریدنے کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔ پھر آپ نے رومی زبان اور رومی رسم الخط میں ایک خط لکھا، اس پر اپنی مہر لگائی پھر ایک زرد رنگ کی تھیلی نکالی جس میں دو سو بیس دینار تھے اور فرمایا: یہ خط اور یہ تھیلی لو اور فلاں دن قبل از دوپہر دجلہ کے پل پر پہنچ جاؤ، جب تم پہنچو گے تو ایک جانب چند کشتیاں اسیروں کی نظر آئیں گی۔ ان میں چند کنیزیں بھی ہوں گی۔ وہاں بنی عباس کے عمائدین کے وکلاء اور کچھ عرب کے نوجوان بحیثیت خریدار تم کو ملیں گے۔ تم عمرو بن یزید بردہ فروش کے سامنے سارا دن بھر کے لیے دور کھڑے ہو جانا۔ اسی اثنا میں وہ خریداروں کو دکھانے کے لیے ایک

کنیز کو لائے گا جو ان صفات کی ہو گی اور گف بنے ہوئے حریر کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہو گی اور خریداروں کے سامنے جانے اور ان کے ہاتھ لگانے اور چھونے سے انکار کرتی ہو گی۔ ایک باریک پردے کے پیچھے بیٹھی اپنی رومی زبان میں فریاد کر رہی ہو گی اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کیا کہتی ہو گی۔ وہ کہتی ہو گی کہ "ہائے میری پردہ دری" اور بعض خریدار کہیں گے کہ ہم اس کے تین سو دینار دیں گے کیونکہ یہ بہت زیادہ پاک دامن معلوم ہوتی ہے اسی لیے ہمیں مرغوب ہے لیکن وہ کنیز کہے گی کہ اگر تو سلیمان بن داؤدؑ یا ان کے مثل کوئی اور بادشاہ بھی بن کر آ جائے تو مجھے تو اس وقت بھی پسند نہیں ہو گا۔ اپنی کو تو اپنے پاس رکھ۔ اور بردہ فروش یہ کہے گا کہ میں کب تک تجھے فروخت نہ کروں گا، بالآخر تجھے فروخت کرنا ہی پڑے گا لیکن کنیز کہے گی کہ تجھے جلدی کیوں ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ میں اپنے لیے ایسا خریدار منتخب کر لوں جس کی وفاداری اور امانت داری پر میرا دل مطمئن ہو۔

اس وقت تم اپنی جگہ سے اٹھنا، عمرو بن یزید بردہ فروش کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ میرے پاس رومی زبان اور رومی رسم الخط میں ایک مرد شریف کا ایک خط ہے جس میں اس نے اپنے کرم و وفا شرافت اور سخاوت کو بیان کیا ہے۔ تم یہ خط اس کنیز کو دے دو تا کہ وہ اس صاحب خط کے اخلاق و عادات کے متعلق غور کر لے۔ اگر وہ اس کے ہاتھ فروخت ہونے پر راضی ہو جائے تو میں اس مرد شریف کا وکیل ہوں اسے خرید لوں گا۔

بشر بن سلیمان کا بیان ہے کہ اس کنیز کے متعلق حضرت ابوالحسنؑ نے جو کچھ حکم دیا تھا میں نے اس کی پوری پوری تعمیل کی۔ اس کنیز نے آپؑ کے خط کو دیکھا تو زار و قطار رونے لگی او عمرو بن یزید سے کہا۔ تم اس کے ہاتھ مجھے فروخت کر دو اور میں حلف سے کہتی ہوں کہ اگر تم نے مجھے اس صاحب خط کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا تو میں جان دے دوں

گی۔

پر میں اس کی قیمت کے لیے مول تول کرنے لگا یہاں تک کہ قیمت وہی طے پا گئی جو میرے مولاؑ نے میرے حوالے کی تھی۔ میں نے اس کی قیمت ادا کی اور وہ خوش و سرور کنیز میرے حوالے کر دی گئی۔ میں اسے لے کر بغداد میں اس حجرے کی طرف چل دیا جہاں میں مقیم تھا مگر اس کنیز کو چین نہ تھا، بار بار اس خط کو اپنی جیب سے نکالتی، اسے چومتی، آنکھوں سے لگاتی، رخساروں پر رکھتی اور سینے سے لگاتی تھی۔ میں نے حیرت سے کہا: تو اس خط والے سے واقف بھی نہیں اور پھر اس کے خط کو اس والہانہ طریقے پر بوسے دے رہی ہے؟ کنیز نے جواب دیا: اے اولادِ انبیاءؑ کی معرفت نہ رکھنے والے! ذرا غور سے سن میں قیصر روم کے فرزند یشوعا کی بیٹی ہوں۔ میرا نام ملیکہ ہے۔ میری ماں شمعون، وصی حضرت عیسیٰؑ کے حواری کی اولاد میں سے ہیں۔ میں تجھے اپنا حیرت انگیز قصہ سناتی ہوں۔

جب میں تیرہ سال کی تھی تو میرے دادا قیصر روم نے اپنے بھائی کی اولاد میں ایک لڑکے کو میرے لیے منتخب کیا اور شادی کے انتظامات شروع کیے اور اس کے لیے انھوں نے نسل حوارین و متقین و راہبان میں سے تین سو آدمی، ذی وجوہ و با وجاہت اشخاص میں سے سات سو اور امیران لشکر، فوجوں کے سرداروں، نقیبوں اور قبائل کے سرداروں میں سے چار ہزار اشخاص کو اپنے قصر میں مدعو کیا اور ایک قیمتی تخت جس میں انواع و اقسام کے جواہرات جڑے ہوئے تھے محل سے منگا کر ایک بلند مچان پر سجایا، جس میں چالیس سیڑھیاں تھیں۔ جب ان کے بھائی کا لڑکا اس مچان پر چڑھا تو ہر طرف صلیبیں لگی ہوئی تھیں، اساقف (پادری) حضرات قطار سے کھڑے تھے۔ انجیل کے بہت سے نسخے کھلے ہوئے تھے کہ اچانک صلیبیں ٹوٹ کر زمین پر آ رہیں، مچان کے پائے ٹوٹ گئے اور تخت پر بیٹھنے

والا (شہزادہ جس سے میری شادی ہونے والی تھی) تخت سے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ اب تو تمام اساقف (پوپ پادری وغیرہ) کے چہرے زرد ہو گئے، جسم لرزنے لگے۔ ان کے بڑے نے میرے جد سے کہا: اے بادشاہ! آپ مجھے اس منحوس تقریب سے باز رکھیں، یہ دین مسیح اور آسمانی مذہب کے زوال کی نشانی ہے۔

میرے جد نے بھی اس سے فال بد لیا اور اساقف سے کہا، اچھا اس مچان کے پایوں کو دوبارہ کھڑا کرو اور پھر اسی طرح صلیبیں لٹکا دو اور اس بدکار و منحوس دولھا کے بھائی کو بلا لو تاکہ میں اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دوں۔ ممکن ہے یہ نحوست دور ہو جائے۔

مگر جب اس کو (دولھا بنا کر) تخت پر بٹھایا گیا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر مجمع منتشر ہو گیا۔ میرے جد قیصر روم وہاں سے غمگین و ملول اٹھ کر اپنے زنان خانے میں چلے گئے اور دروازوں پر پردے ڈال دیے گئے۔ میں نے اسی شب ایک خواب دیکھا کہ حضرت مسیحؑ و شمعون اور ان کے کچھ حواری میرے جد کے قصر میں جمع ہوئے اور آسمان جیسا بلند ایک نوری منبر وہاں پر نصب کیا گیا۔ اتنے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے داماد اور ان کی اولاد میں سے چند حضرات تشریف لائے۔

حضرت مسیحؑ نے پیش قدمی کی اور اُن کا استقبال کیا اور دونوں گلے ملے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے روح اللہ! میں آپ کے وصی شمعون کی لڑکی ملیکہ کا پیغام اپنے اس لڑکے کے لئے لے کر آیا ہوں۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کی جانب اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، (جو اس خط کے لکھنے والے میرے فرزند ہیں)۔ حضرت مسیحؑ نے شمعون کی طرف دیکھا اور فرمایا: لو تمہیں ایک شرف حاصل ہوا۔ تم اپنے خاندان کو آلِ محمد علیہ السلام کے خاندان سے نسبت دے لو۔

شمعون نے عرض کیا: "مجھے منظور ہے"۔

یہ سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوری منبر پر تشریف لے گئے اور انھوں نے میرا نکاح اپنے فرزند سے پڑھ دیا اور حضرت مسیحؑ و اولادِ محمد علیہ السلام اور حوارین اس نکاح کے گواہ بن گئے۔ جب میں اس خواب سے بیدار ہوئی تو ڈری کہ اگر میں یہ خواب اپنے باپ اور جس سے بھی بیان کرتی ہوں تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے لہٰذا اس کو چھپائے رہی، کسی پر اس خواب کو ظاہر نہیں کیا مگر ابو محمدؑ کی محبت میرے دل و جان میں اس قدر رچ بس گئی کہ میں نے کھانا پینا بھی ترک کر دیا۔ نتیجے میں ضعف و ناتوانی اتنی بڑھ گئی کہ میں شدید بیمار پڑ گئی۔ مدائن کے آس پاس کوئی ایسا طبیب نہ تھا کہ جسے میرے جد نے بلا کر علاج نہ کرایا ہو مگر جب مایوسی کے سوا کوئی مداوا میری بیماری کا نہ ہو سکا تو میرے جد نے مجھ سے کہا: اے میری خنکی چشم! تیرے دل میں اگر کوئی خواہش ہو تو بتا دے تاکہ میں دنیا ہی میں اس کا سامان کر دوں۔

مین نے عرض کیا: دادا جان! میں اپنی صحت اور مرض سے نجات کا دروازہ ہر طرف سے بند پا رہی ہوں۔ کاش! آپ ان مسلمانوں کو رہائی دے دیتے جو آپ کے قید خانوں میں مقید ہیں۔ ان کی بیڑیاں کاٹ دی جاتیں، ان کی جان بخشی ہو جاتی تو مجھے امید ہے کہ حضرت مسیحؑ اور ان کی مادر گرامی مجھے صحت عطا فرما دیں۔ جب میرے جد نے قیدیوں کو رہا کر دیا تو میں اپنے جسم میں قدرے آثار صحت محسوس کرنے لگی اور کچھ آب و غذا کھانے پینے لگی۔ یہ دیکھ کر میرے جد کو بہت خوشی ہوئی اور اب تو وہ قیدیوں پر اور زیادہ کرم کرتے اور انھیں عزت دینے لگے۔

چودہ دن کے بعد میں نے پھر خواب دیکھا، گویا سیدہ نساء العالمین حضرت فاطمہ

زہرا سلام اللہ علیہا میرے پاس تشریف لائی ہیں اور ان کے ساتھ حضرت مریمؑ (بنت عمران) اور جلو میں ایک ہزار حوران بہشتی ہیں۔ حضرت مریمؑ نے مجھ سے فرمایا: یہ تمھارے شوہر ابو محمدؑ کی مادر گرامی سیدۃ النساءؑ ہیں۔ یہ سن میں ان سے لپٹ گئی اور زار وقطار رونے لگی اور شکایت کی کہ حضرت ابو محمدؑ سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔

آپ نے فرمایا: میرے فرزند ابو محمدؑ تمھاری ملاقات کو اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک تم مشرک ہو اور دین نصاریٰ پر قائم ہو اور یہ میری بہن مریمؑ (بنت عمران) ہیں۔ انھوں نے بھی تمھارے دین سے برات کرلی ہے لہٰذا اگر تم اللہ اور حضرت مسیحؑ (حضرت مریمؑ) کی خوشنودی چاہتی ہو اور یہ چاہتی ہو کہ ابو محمدؑ تم سے ملیں تو کہو کہ

"اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان ابی محمد رسول اللہ"

(میں گواہی دیتی ہوں کہ نہیں ہے کوئی خدا سوائے اللہ کے اور میرے پدر محمد اللہ کے رسول ہیں)

جب میں نے یہ کلمہ پڑھا تو انھوں نے مجھے گلے لگا لیا۔ میرا دل خوش ہو گیا۔

آپ نے فرمایا:

اب تو توقع رکھو تمھیں ابو محمدؑ کی زیارت ہوگی اور میں انھیں بھیجوں گی۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہوئی اور مجھے امید ہوئی کہ اب میں حضرت ابو محمدؑ سے ملوں گی۔ دوسرے دن میں نے حضرت ابو محمدؑ کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے کہا: آپ نے مجھ کو اپنی محبت میں مبتلا کیا ہے اور آپ مجھ سے ملتے بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم سے نہ ملنے کا سبب یہ تھا کہ تم مشرک تھیں۔ اب اسلام قبول کیا ہے لہٰذا تم سے ہر شب (خواب میں) ملتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ ہمیں اور تمھیں ظاہر میں بھی ملا دے گا۔ پھر آج تک خواب میں

ان کی ملاقات مجھ سے نہیں چھوٹی۔

بشر نے دریافت کیا: مگر تم قیدیوں میں کیسے آ گئیں؟

انھوں نے جواب دیا:

ایک شب خواب میں حضرت ابو محمدؑ نے مجھے بتایا کہ تمھارے جد فلاں فلاں دن مسلمانوں سے جنگ کے لیے ایک لشکر روانہ کریں گے۔ پھر اس لشکر کے عقب میں خود بھی روانہ ہو جائے گے۔ تو چند کنیزوں کے ساتھ بھیس بدل کر فلاں راستے سے ان کے ہمراہ ہو جانا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ مسلمانوں کے ہراول دستے نے مجھے دیکھ لیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ تمھارے مشاہدے میں ہے۔ یہ تمھاری اطلاع کے لیے میں نے بتا دیا ہے ورنہ کسی اور کو نہیں معلوم کہ شاہ روم کی دختر اس حال کو پہنچی ہے۔ پھر مال غنیمت کی تقسیم میں جس شیخ کے حصے میں آئی اس نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو میں نے خود کو چھپانے کے لیے اپنا نام نرجس بتایا۔ اس نے کہا یہ کنیزوں کے نام ہیں۔

بشر کا بیان ہے کہ میں نے کہا: تعجب ہے تم رومی عورت ہو مگر تمھاری زبان عربی ہے؟

اس نے کہا: ہاں، میرے جد کی بے حد تمنا تھی کہ میں دیگر زبانیں بھی سیکھوں اس لیے انھوں نے اپنی ایک ترجمان عورت کو مقرر کیا جو صبح و شام آتی اور مجھے عربی بولنا سکھاتی۔ اس طرح سے میری عربی زبان اور تلفظ ہو گئی۔

بشر کہتا ہے کہ جب میں اس کنیز کو لے کر سر من رائے آیا اور امام ابو الحسن (امام علی نقیؑ) کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس سے پوچھا: تو تمھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عزت اور نصرانیت کی ذلت اور محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ کا شرف کس طرح بخشا؟

اُس نے کہا: فرزندِ رسولؐ! اب میں کیا عرض کروں آپؑ کو تو اس کا علم مجھ سے زیادہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم دو باتوں میں سے ایک پسند کرلو، آیا تم اِن ہزار دینار لینا پسند کرو گی یا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شرف؟

اُس نے عرض کیا: شرف موبد۔ (ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شرف)

آپؑ نے فرمایا:

اچھا لو پھر تمھیں ایک بیٹا مبارک ہو جو شرق سے غرب تک ساری دنیا کا مالک ہوگا اور زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ اس سے قبل ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔

اُس نے پوچھا: وہ بیٹا کس سے ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: فلاں سنہ فلاں مہینہ اور فلاں تاریخ کو رسولؐ نے تمھارے لیے کس کا پیغام دیا تھا اور حضرت مسیحؑ اور ان کے وصی نے کس سے تمھارا نکاح قبول کیا تھا؟

اُس نے عرض کیا: آپؑ کے فرزند حضرت ابومحمدؑ سے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم اُن کو پہچانتی ہو؟

اُس نے عرض کیا: جس شب کو میں حضرت سیدۃ النساءؑ کے ہاتھوں اسلام لائی تھی، اُس شب سے آج تک کوئی شب ایسی نہیں گزری جس میں ان کو میں نے خواب میں نہ دیکھا ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد امامؑ نے کافور کو حکم دیا کہ جاؤ میری بہن حکیمہ کو بلا لاؤ۔

جب وہ آئیں تو فرمایا اے میری بہن! دیکھیے یہ وہی ہے؟

انھوں نے بڑھ کر بڑی دیر تک اس کو گلے لگائے رکھا اور بہت خوش ہوئیں۔ اس کے بعد آپؑ نے بہن سے فرمایا: بنتِ رسولؐ! اس کو اپنے گھر لے جایئے اور فرائض وسنن (نماز وغیرہ) سکھایئے، یہی ابومحمدؑ کی زوجہ اور امام قائمؑ کی ماں ہے۔

ابومحمد ھارون بن موسیٰ تلعکبری کا بیان ہے کہ میں ابوعلی محمد بن ہمام کی دہلیز پر ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک بوڑھا شخص ہمارے پاس سے گزرا اس کے دوش پر شال رکھی ہوئی تھی، اس نے ابوعلی پر سلام کیا اور ابوعلی نے اسے جواب دیا، وہ سلام کر کے چلا گیا۔

ابوعلی نے مجھ سے کہا کہ اس بزرگ کو جانتے ہو؟

میں نے نفی میں جواب دیا۔

اس نے کہا کہ پھر جان لو کہ یہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا خادم ہے، کیا تم اس کی زبانی امام کی کچھ باتیں سننا پسند کرو گے؟

میں نے کہا جی ہاں۔

اس نے کہا کہ تمھارے پاس کچھ رقم ہے؟

میں نے بتایا کہ میرے پاس دو درہم ہیں۔

ابوعلی نے کہا کہ خیر اس سے کام چل جائے گا۔

چنانچہ اُٹھ کر اس کے پیچھے گیا اور اثنائے راہ میں اسے روک کر کہا کہ ابوعلی کہہ رہے ہیں کہ اگر فرصت ہو تو ہمارے پاس آؤ۔

وہ میرے ساتھ ابوعلی بن ہمام کے پاس چلا آیا اور ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

ابو علی نے مجھے اشارہ کیا کہ اسے کچھ دے دو۔

میں نے دو درہم اسے دیئے۔ اس نے از راہ تکلف کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے لیکن پھر وہ رقم رکھ لی۔

ابو علی نے اس سے کہا:

ابو عبد اللہ تم امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ رہے ہو اور ان کے ساتھ رہ کر تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس کو بیان کرو۔

اس نے کہا کہ میرے استاد (امام حسن عسکری علیہ السلام) خاندان حیدر کرار کے صالح ترین فرد تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ وہ گھوڑے پر سواری کرتے تھے۔ آپ کی زین جیسے مندوں کی ہوتی تھی۔ اتوار اور جمعرات کے دن آپ خلیفہ کے دربار میں جاتے تھے۔

آپ کی باری کے دن سامرا میں بے حد رش ہوتا تھا اور ہر طرف آنے والے لوگوں کی سواریوں کی بھر مار ہوتی تھی۔ ہر طرف گھوڑے گدھے اور خچر دکھائی دیتے تھے اور جانوروں اور انسانوں کی آوازوں سے کان پڑی صدا نہیں سنائی دیتی تھی اور جب اس ازدحام میں امام حسن عسکری علیہ السلام داخل ہوتے تو پورے بازار پر سناٹا چھا جاتا تھا یوں لگتا تھا کہ اس بازار میں کوئی ذی روح تک موجود نہیں ہے۔

راستے میں کھڑے ہوئے گھوڑے، گدھے اور خچر خود بخود ایک طرف ہو جاتے تھے اور ان کے درمیان میں سے آپ گھوڑے پر سوار ہو کر خلیفہ کے دربار میں جاتے تھے اور جب آپ خلیفہ کے دربار سے واپسی کا ارادہ کرتے تو دربان کہتے تھے ابو محمد کی سواری کو لایا جائے۔

نوکر سواری پیش کرتے آپ اس پر سوار ہو کر باہر آتے تو اس وقت تمام جانوروں کی آوازیں رک جاتیں اور جانور ایک طرف ہو جاتے اور آپ سوار ہو کر اپنے بیت الشرف میں تشریف لاتے تھے۔

حضرت کے نوکر نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا:

ایک دن خلیفہ نے آپ کو بلایا اور آپ کو یہ خوف ہوا کہ حاسدوں، دشمنوں اور ناصبیوں میں سے کسی نے خلیفہ کے کان نہ بھرے ہوں، بہر نوع آپ دربار میں تشریف لے گئے اس وقت خلیفہ دربار ختم کر کے کہیں جا رہا تھا۔

خلیفہ کے ملازمین نے کہا کہ اگر آپ بیٹھنا چاہیں تو اپنی مخصوص کرسی پر تشریف رکھیں اور اگر واپس جانا چاہیں تو بھی آپ کو اختیار ہے۔

آپ دربار سے باہر آگئے اور مجھے ساتھ لے کر جانوروں کی منڈی میں تشریف لے گئے اور دلال کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے اچھا سا گھوڑا خریدنا ہے۔

اتفاق سے منڈی میں ایک سرکش گھوڑا بکنے کے لیے لایا گیا تھا جو کسی کو اپنی پشت پر سوار ہونے نہ دیتا تھا اور نہ ہی پشت پر زین رکھنے دیتا تھا۔

دلال نے اس گھوڑے کی طرف اشارہ کیا اور سستے داموں فروخت کیا۔

امام نے مجھے حکم دیا کہ اس پر زین رکھو اور لگام دو۔

میں نے اس پر زین رکھی اور لگام دی۔ حیرت انگیز طور پر اس سرکش گھوڑے نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

دلال نے یہ دیکھا تو اس کی نیت بدل گئی اور کہنے لگا کہ یہ برائے فروخت نہیں ہے۔

ہم وہاں سے روانہ ہوئے گھوڑے نے دوبارہ سرکشی اپنائی اور وہ کسی کو قریب نہ آنے دیتا تھا۔

اس کے بعد دلال ہمارے پیچھے آیا اور کہنے لگا کہ آپ اپنا گھوڑا لے جائیں۔

حضرتؑ کے حکم پر میں نے اسے لگام دی اور حضرتؑ کے اصطبل میں لے آیا۔ حضرتؑ کی برکت سے گھوڑا بالکل رام ہو چکا تھا۔

ابو محمدؑ اصطبل میں آئے اور اس کے دونوں کانوں میں کچھ پڑھا۔ اس کے بعد وہ گھوڑا اتنا رام ہوا کہ میں اسے جوڑا لئے جاتا تھا تو وہ پاؤں تک نہ ہلاتا تھا۔ جب کہ اس گھوڑے کو "الصئول" کہا جاتا تھا اور یہ اتنا سرکش تھا کہ کسی کو سوار نہ ہونے دیتا تھا۔ کئی شہ سواروں نے کوشش کی تھی لیکن یہ اپنی دونوں ٹانگیں اُٹھا لیتا تھا اور سوار کو منہ کے بل گرا دیتا تھا۔

حضرتؑ کے نوکر نے کہا کہ میں نے آج تک جتنے بھی علوی اور ہاشمی دیکھے ہیں میرا استاد ان سب سے افضل تھا۔ آپؑ سب سے زیادہ سخی اور جواں مرد تھے، آپؑ نبیذ نہیں پیتے تھے، آپؑ طویل سجدے کیا کرتے تھے۔ میں نماز فجر پڑھ کر سو جاتا تھا اور جب کافی نیند کر کے بیدار ہوتا تو ابو محمدؑ بدستور سجدہ میں ہوتے تھے۔ آپؑ کم خور تھے، آپؑ کے پاس موسمی پھل آتے تو آپؑ ایک دو دانے اُٹھا کر تناول کرتے تھے باقی تمام پھل مجھے دے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پھل لے جاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ۔

میں عرض کرتا تھا کہ کیا سارے پھل لے جاؤں؟

فرماتے تھے جی ہاں، سارے پھل لے جاؤ۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہم نے یہاں چند معجزات و کرامات نقل

کیے ہیں اگر ہم اس طرح کے واقعات کو لکھنے پر آ جائیں تو کتاب کا حجم کئی گنا بڑھ جائے گا۔

آپؑ انتہائی کریم الطبع اور فیاض تھے۔ طاہر بن بلبل کا بیان ہے کہ میں حج پر گیا تو وہاں علی بن جعفر حمانی کو دیکھا کہ وہ لوگوں میں بے دریغ رقم تقسیم کر رہا تھا۔ میں نے حج سے واپسی پر امام ابو محمدؑ کو خط لکھا کہ آپؑ کے وکیل نے بے دریغ رقم لٹائی تھی اور یہ اسراف و تبذیر ہے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا ہم نے اسے دو لاکھ خرچ کرنے کی اجازت دی تھی لیکن اس نے صرف ایک لاکھ پر قناعت کی، جن معاملات میں ہم نے آپ کو شریک نہیں کیا تو اُن میں مداخلت مت کریں۔

کچھ لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی وہ زندہ ہیں اور وہی مہدی ہیں۔

ان لوگوں کا یہ عقیدہ سراسر باطل ہے، آپؑ نے بھی اسی طرح سے وفات پائی تھی جس طرح سے آپؑ کے آباؤ اجداد نے وفات پائی تھی۔

اس نظریہ کے حامل افراد روئے زمین سے ناپید ہو چکے ہیں اگر یہ نظریہ درست ہوتا تو اس کے پیروکاروں کو خدا یوں پیوند خاک نہ کرتا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے اثبات کے لیے حسب ذیل روایت کافی ہے۔

سعد بن عبداللہ اشعری، احمد بن عبیداللہ خاقان یہ سلطان کی طرف سے عامل قم تھا، اس نے ایک طویل روایت بیان کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے:

جب ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام بیمار ہوئے تو میرے والد کو یہ پیغام ملا کہ ابن الرضا

علیہ السلام بیمار ہیں۔

میرے والد گھوڑے پر سوار ہوئے اور دار الخلافہ پہنچے پھر انھوں نے خلیفہ کے پانچ معتمد ساتھیوں کو ساتھ لیا۔ ان میں "نحریر" بھی شامل تھا، انھیں امام عسکری علیہ السلام کے دروازے پر متعین کیا اور کہا کہ ان کی حالت سے اسے آگاہ رکھا جائے۔ پھر اس کے کچھ طبیبوں سے کہا کہ وہ حسن عسکری علیہ السلام کا علاج معالجہ کریں اور روزانہ صبح شام جا کر ان کی حالت کا مشاہدہ کریں۔ دو دن کے بعد ہمیں یہ خبر ملی کہ آپؑ کی طبیعت کافی کمزور ہو چکی ہے۔ یہ خبر سن کر میرے والد سوار ہوئے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی عیادت کو گئے اور وہاں پر موجود اطباء کو مزید تاکید کی کہ وہ ان کی خصوصی نگہداشت کریں۔ پھر انھوں نے قاضی القضاۃ سے کہا کہ آپ دس قابل اعتماد آدمی حسن عسکری علیہ السلام کے مکان پر روانہ کریں اور ان سے کہیں کہ وہ دن رات ابو محمدؑ کا خیال رکھیں۔

چنانچہ یہ افراد مسلسل وہاں رہے یہاں تک کہ 260ھ میں ربیع الاول کے چند دن گزرنے کے بعد ابو محمدؑ کی وفات ہو گئی۔

جیسے ہی آپؑ کی وفات کا اعلان ہوا تو پورے شہر سامرا سے نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پورا شہر غم میں ڈوب گیا اور ہر شخص کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ ابن الرضا کی وفات ہو گئی۔ امامؑ کے جنازہ میں شرکت کے لیے سامرا کے تمام بازار بند ہو گئے۔ میرے والد بنی ہاشم کے افراد کو لے کر ان کے جنازہ میں شامل ہوئے۔ خلیفہ نے متوکل کے بیٹے ابو عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ ابو محمدؑ کی نماز جنازہ پڑھائے۔

الغرض ابو محمدؑ کا جنازہ لایا گیا تو ابو عیسیٰ نے ان کے منہ سے کپڑا ہٹایا اور شرکائے جنازہ سے کہا:

لوگو! یہ دیکھ لو! ابو محمدؑ اپنی طبعی موت مرے ہیں اور اپنے بستر پر مرے ہیں۔ اس نے بنو ہاشم میں سے علوی و عباسی فقہاء کو خصوصی طور سے آپؑ کا چہرہ دکھایا۔ پھر اس نے چہرہ ڈھانپ دیا اور نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ پھر اس نے آپؑ کے جنازہ کو اٹھانے کا حکم دیا اور انھیں ان کے والد ماجد کے پہلو میں دفن کیا۔

کیا امام حسن عسکری علیہ السلام موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے اور وہی قائم ہوں گے؟

کچھ لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور وہی قائم ہوں گے اور انھوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

"قائم کو اس لیے قائم کہا جاتا ہے کہ وہ وفات کے بعد اٹھایا جائے گا اور پھر قیام کرے گا۔"

اس دعویٰ کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ سراسر لغو اور بے ہودہ ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کی روایت کو نقل کیا ہے۔ اب آپ کی وفات تو ثابت اور مسلّم ہے جب کہ دوبارہ اٹھایا جانا محتاج دلیل ہے اور اس دعویٰ کے مدعی افراد کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو ان لوگوں سے پہلے واقفیہ یہ دعویٰ کرتے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور وہ قیام کریں گے۔ لیکن اس طرح کا دعویٰ ان کی طرف سے بھی سامنے نہیں آیا اور اسی طرح کے دعویٰ میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ جب امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کو مان لیا جائے اور حضرت حجت کا عقیدہ نہ دکھایا جائے اور یہ کہہ

دیا جائے کہ قربِ قیامت کے وقت امام عسکری علیہ السلام زندہ کیے جائیں گے اور وہ مہدی ہوں گے۔

اس نظریہ کے تحت یہ لازم آئے گا کہ زمین حجت خدا کے بغیر چل رہی ہے جب کہ آئمہ ھدیٰ سے بالتواتر ثابت ہے کہ زمین حجت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ جیسا ذیل روایت کو ملاحظہ فرمائیں:۔

سعد بن عبداللہ اشعری، محمد بن عیسیٰ بن عبید، محمد بن حسین بن ابی الخطاب، محمد بن فضل، ابوحمزہ ثمالی راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا۔

"اتبقی الأرض بغیر امام؟ فقال لو بقیت الارض بغیر امام ساعة لساخت"

کیا زمین امام کے بغیر باقی رہ سکتی ہے؟

فرمایا: اگر ایک لحہ بھی امام کے بغیر ہو تو تباہ و برباد ہو جائے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے

"اللھم انک لاتخلی الارض من حجة امام ظاھرا امشھورا او خائفا مغمورا۔"

خدایا! تو اپنی زمین کو حجت سے خالی نہیں رکھتا۔ حجت کبھی ظاہر اور مشہور ہوتا ہے یا خائف و مستور ہوتا ہے۔

اور اگر امام صادق علیہ السلام کی طرف منسوب روایت کے "یقوم بعد ما یموت" کے الفاظ کو درست بھی مان لیا جائے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ موت کے بعد بھی اس کا ذکر قائم رہے گا۔ اس کا ذکر گمنامی کے پردوں میں دفن نہ ہوگا۔

یہ مفہوم لغوی طور پر بھی درست ہے۔

حضرت حسن عسکری علیہ السلام کو مہدی امت اور قائم ماننے والوں سے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ احادیث متواترہ میں آئمہ کے تعداد بارہ بیان ہوئی ہے جب کہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام گیارہویں امام تھے لہذا انہیں قائم تصور کرنا انتہائی غلط ہے۔

ویسے بھی اس نظریہ کے حامل افراد دنیا سے معدوم ہو چکے ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین

"امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد کا زمانہ فترت کا زمانہ ہے"

اس نظریہ کی تردید:

اوراق تاریخ میں ایسے افراد کا ذکر بھی موجود ہے جو یہ کہتے تھے کہ جس طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد سے لے کر رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا دور، دور فترت ہے اسی طرح سے حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد کا دور بھی دور فترت ہے اور اس دور میں کوئی حجت موجود نہیں ہے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے بعد سے خاتم الانبیاءؐ تک کی آمد کا عرصہ بغیر حجت کے قائم رہ سکتا ہے تو یہاں بھی زمین حجت کے بغیر قائم رہ سکتی ہے لہذا قیام ارض کے لیے حجت کا ماننا ضروری نہیں ہے۔ اگر دور فترت میں زمین تباہ نہیں ہوئی تو اب بھی نہیں ہوگی!!

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ "فترت" اس عرصہ کو کہا جاتا ہے جو دو انبیاء کا درمیانی عرصہ ہو۔

دور فترت میں نبی اور رسول نہیں ہوتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس میں کوئی حجت ہی نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانشین زمانہ فترت

میں حجت تھے اور ان کی وجہ سے یہ دھرتی قائم رہی تھی۔ اس نظریہ کی تردید کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ

اس نظریہ کے حامل افراد اس جہانِ رنگ و بُو سے معدوم ہو چکے ہیں۔ وللہ الحمد۔

کیا جعفر (کذاب) امام تھے؟

کچھ لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی رحلت کے بعد ان کا بھائی جعفر بن علی نقی علیہ السلام امام تھا۔ یہ عقیدہ بھی دیگر عقائد باطلہ کی طرح سے باطل ہے اور اس کے بطلان کی بھی چند وجوہات ہیں:

۱۔ امام معصوم ہوتا ہے وہ خطا کار نہیں ہوتا جب کہ جعفر کی زندگی کے اوراق اس کی عصمت کی نفی کرتے ہیں۔

۲۔ امام معصوم ہوتا ہے جب کہ جعفر غیر معصوم تھا۔

۳۔ امام تمام امت سے بڑا عالم ہوتا ہے اور جعفر اس صفت سے محروم تھا۔

ہم جعفر کے غیر شرعی افعال بیان کر کے کتاب کا حجم نہیں بڑھانا چاہتے البتہ اگر آئندہ صفحات میں ضرورت محسوس ہوئی تو اس سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

جعفر کے پیروکار بھی اس جہان سے معدوم ہو چکے ہیں۔

کیا امام حسن عسکری علیہ السلام لاولد فوت ہوئے تھے؟

کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام لاولد فوت ہوئے تھے۔ ایسے لوگوں کی تردید کے لیے پہلی دلیل یہ ہے کہ احادیث میں آئمہ کی تعداد بارہ بیان ہوئی ہے

اور بیان ہوا ہے کہ امامت کے بعد دیگرے ایک ہی خاندان کے افراد میں جاری رہے گی۔

حضرت حسن عسکری علیہ السلام کے صاحب اولاد ہونے کے لیے ہم درج ذیل روایات نقل کرتے ہیں:۔

محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری، احمد بن محمد بن ابی نصر، عقبہ بن جعفر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کی کافی عمر ہو چکی ہے ابھی تک آپ بے اولاد ہیں۔

حضرت نے فرمایا: عقبہ! اس امر کے صاحب پر اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ وہ اپنے جانشین کو نہ دیکھ لے۔

(بحذف اسناد) ابوحمزہ سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"یا ابا حمزہ! ان الارض لن تخلو الا و فیھا عالم منا فان زاد الناس قال قد زادوا و ان نقصوا قال قد نقصوا و لن یخرج اللہ ذلک العالم حتی یری فی ولدہ من یعلم مثل علمہ او ما شآء اللہ"

ابوحمزہ! زمین ہمارے عالم (امام) سے خالی نہیں رہتی۔ اگر لوگ دین میں اضافہ کریں تو وہ کہتا ہے کہ دین میں اضافہ ہوا ہے اور اگر لوگ دین میں سے کچھ کم کریں تو وہ کہتا ہے کہ لوگوں نے دین میں کمی کی ہے اور اس عالم (امام) کو خداوند عالم اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاتا جب تک اپنی اولاد میں کسی ایسے فرد کو دیکھ نہ لے جو کہ اس کے علم جتنا علم رکھتا ہو یا پھر جو خدا چاہے۔

محمد بن یعقوب نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ امام حجت کی ولادت کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

زعم الظلمة انهم یقتلوننی لیقطعوا

هذا النسل فکیف راؤا قدرة الله

وسماه المؤمل

ظالم یہ گمان کرتے تھے کہ وہ مجھے قتل کر کے اس نسل کو کاٹ دیں گے۔

اب انھوں نے قدرتِ خداوندی کو کیسا پایا؟

آپ نے اپنے فرزند کا نام "مؤمل" رکھا تھا۔

سعد بن عبداللہ، ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری کا بیان ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ مہدی بن واثق (۱) کے زندان میں قید تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے فرمایا:

ابو ہاشم! سرکش اس رات خدا کے فرمان کو خفیف بنانا چاہتا ہے۔

اللہ نے اس کی عمر کو کاٹ دیا ہے اور یہ حکومت اس کے جانشین کو منتقل ہوگی۔ خدا مجھے عنقریب فرزند عطا کرے گا۔

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ صبح ہوئی تو ترک سرداروں نے مہدی کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے قتل کر ڈالا اور اس کی جگہ معتمد کو تخت پر بٹھایا گیا۔

کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے لہٰذا پورے وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ابو محمد کے ہاں اولاد ہوئی بھی تھی یا نہیں۔ لیکن ان کا یہ نظریہ باطل ہے کیونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آئمہ کی تعداد بارہ ہے اس لیے امام حسن عسکری علیہ السلام پر توقف نہیں کرنا چاہیے، آپ کے فرزند کی امامت کا عقیدہ ضروری ہے۔

ہم نے سابقہ صفحات میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام اس وقت تک جہان سے

۱۔ محمد بن ہارون الواثق بن ہارون الرشید، المہدی باللہ العباسی۔ من الصحیح (نقوی علی عنہ)

رخصت نہیں ہوتا جب تک اپنے فرزند کو نہ دیکھ لے۔ اس کی تائید حسبِ ذیل روایات سے ہوتی ہے:۔

محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری، اپنے والد سے، علی بن سلیمان بن رشید، حسن بن

علی خزاز کا بیان ہے کہ علی بن ابی حمزہ ابو الحسن الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا آپ امام ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔

اس نے کہا کہ میں نے آپ کے جد اطہر امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ سنا تھا:

"لایکون الامام الا و له عقب" امام صاحبِ اولاد ہوتا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

شیخ! یا تو بھول گیا ہے یا جان بوجھ کر غلط بیانی کر رہا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا:

" لا یکون الامام الا و له عقب الا الامام الذی یخرج علیه الحسین بن علی فانه لا عقب له" ۰ فقال له صدقت جعلت فاک هکذا سمعت جدلا یقول.

ہر امام خواہ وہ امام حق ہو یا امام باطل ہو اس کی اولاد ہوتی ہے البتہ وہ امام باطل جس کے خلاف امام حسین نے خروج کیا تھا اس کا کوئی جانشین نہ تھا۔

یہ سن کر علی بن ابی حمزہ نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں۔ آپ نے صحیح کہا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا تھا:

عقلاً و شرعاً دونوں کا تقاضا ہے کہ زمانہ میں امام کا ہونا ضروری ہے اور امام سے

دنیا کے خالی ہونے کا نظریہ باطل ہے۔

منکرین حضرت حجت بعض اوقات یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں بیان ہوا ہے

"تمسکوا بالاول حتی یصح لکم الآخر"

پہلے امام سے تمسک رکھو یہاں تک کہ دوسرے کی امامت ثابت نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

سعد بن عبداللہ نے اس کی مناسب تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے تو پھر یہ جانشین کے وجود کو واجب قرار دیتی ہے کیونکہ اس روایت میں پہلے سے تمسک کو فرض قرار دے دیا گیا اور دوسرے کے احوال پر جب وہ تقیہ میں غائب ہو تو اس پر بحث نہیں کرنی چاہیے جب تک اللہ اسے ظہور کی اجازت نہ دے۔

یہ تمام نظریات صرف اوراقِ تاریخ میں دکھائی دیتے ہیں اور ان نظریات کے حامل اس جہان سے معدوم ہو چکے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ اپنایا تھا اور اس کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام پر امامت اس طرح سے منقطع ہو گئی ہے جیسا کہ رسول اکرمؐ پر نبوت منقطع ہوئی تھی۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں:

۱۔ زمانہ امام سے خالی نہیں رہ سکتا اگر امامت امام حسن عسکری علیہ السلام پر منقطع ہو چکی ہوتی تو اب تک قیامت قائم ہو گئی ہوتی اور قیامت کا ابھی تک نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ زمین پر حجت خدا موجود ہے۔

۲۔ احادیث متواترہ میں آئمہ کی تعداد بارہ بیان کی گئی ہے اور اگر حضرت حسن عسکری

علیہ السلام کو آخری امام مان لیا جائے تو بارہ کی تعداد پوری نہیں ہوتی۔

اس نظریہ کے ماننے والے روئے زمین سے معدوم ہو چکے ہیں۔

ایک زمانہ میں "فطحیہ" نامی ایک فرقے نے جنم لیا تھا۔ یہ لوگ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کی امامت کے قائل تھے لیکن جب عبداللہ کی وفات ہوئی تو اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اس لیے انھوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کا اقرار کیا تھا۔ ان کا نظریہ چند وجوہ باطل ہے جنھیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

امامیہ اس امر پر متفق ہے کہ حسنین کریمین علیہما السلام کے علاوہ کوئی بھی دو بھائی بیک وقت امام نہیں ہوتے جیسے کہ حسب ذیل روایات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:۔

۱۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن ولید خزاز، یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ابی اللہ ان یجعل الامامۃ لا خوین بعد الحسن و الحسین علیہما السلام"

حسنین کریمین کے بعد اللہ نے کبھی دو بھائیوں کو امامت کا عہدہ نہیں دیا۔

۲۔ محمد بن حسین بن ابی الخطاب، سلیمان بن جعفر، حماد بن عیسیٰ الجھنی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"لاتجتمع الامامۃ فی اخوین بعد الحسن والحسین علیہما السلام انما ھی فی الاعقاب واعقاب الاعقاب"

حسنین کریمین علیہما السلام کے بعد امامت دو بھائیوں میں جمع نہ ہوگی وہ نسل در نسل آگے چلے گی۔

۳۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، محمد بن عیسیٰ بن عبید، یونس بن عبدالرحمٰن، حسین بن ثویر بن ابی فاختہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"لاتعود الامامة فی اخوین بعد الحسن والحسین علیهما السلام ابدا انها جرت من علیؑ بن الحسینؑ کما قال الله: واولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب الله من المؤمنین والمهاجرین" (احزاب/6)

حسنین کریمین علیہما السلام کے بعد امامت دو بھائیوں میں کبھی نہیں آئے گی۔

یہ علی بن الحسینؑ سے چلی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: رشتہ دار کتاب اللہ کے تحت مہاجرین او مومنین سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

علی بن الحسینؑ کے بعد امامت اس کی نسل اور نسل کی نسل میں جاری رہے گا۔

ادھر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ معصوم نہ تھے اور امام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام کے ہاں جعفر کی پیدائش ہوئی تھی اور لوگوں نے آپ کو اس کی مبارک دی تو آپ نے کسی طرح کی مسرت کا اظہار نہ کیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اس بچے کی ولادت پر خوش دکھائی کیوں نہیں دیتے؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

سعد بن عبداللہ، ایک جماعت، ابوہاشم داؤد بن القاسم الجعفری اور قاسم بن محمد عباسی، محمد بن عبیداللہ، محمد بن ابراہیم العمری اور دیگر افراد سے روایت ہے جنھیں عبداللہ

بن محمد عباسی کے قتل کی وجہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔

اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جعفر مے نوش تھا اور ایک مرتبہ زندان میں گیا تو وہاں بھی اس نے مے نوشی کو ترک نہ کیا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت حجت کا ایک فرزند ہے اور وہ بھی امام ہے۔

یہ نظریہ یقیناً فاسد ہے کیونکہ اس طرح سے آئمہ کی تعداد تیرہ ہو جائے گی جو کہ احادیث کے سراسر خلاف ہے۔ یہ نظریہ بھی دنیا سے معدوم ہو چکا ہے۔

حضرت مہدی کے متعلق جتنے بھی نظریات دنیا میں اپنائے گئے ہیں ہم نے ان تمام نظریات کو بیان کیا اور ان کی تردید بھی پیش کی ہے۔ عصر حاضر میں ان فرقوں کا کوئی بھی وجود باقی نہیں ہے۔

یہ تمام نظریات معدوم ہو چکے ہیں۔ اگر یہ حق ہوتے تو ضرور باقی رہتے اور ان فرقوں کا معدوم ہونا ہی ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

☆☆☆

بی بی نے فرمایا کہ ابو محمدؑ کی والدہ، جدہ کی طرف رجوع کریں۔

میں نے کہا کہ کیا میں اس کی اقتدا کروں جس نے ایک خاتون کو اپنا وصی مقرر کیا ہے؟

بی بی نے کہا کہ تم حسین بن علی علیہ السلام کی اقتدا کرو، انھوں نے حضرت زینب عالیہ کو وصیت کی تھی۔ امام زین العابدین علیہ السلام کا علم بی بی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے ذریعہ سے ظاہر ہوا تھا، پھر بی بی نے کہا کہ تم لوگ احادیث نقل کرتے ہو کیا تم لوگوں نے یہ روایت نقل نہیں کی کہ اولاد حسینؑ میں سے نویں بیٹے کی میراث تقسیم کر دی جائے گی جب کہ وہ زندہ ہوگا۔

اس خبر کو تلعکبری حسن بن محمد نہاوندی، حسن بن جعفر بن مسلم حنفی، ابو حامد مراغی سے منقول ہے کہ میں نے خدیجہ دختر محمد تقیؑ خواہر علی نقیؑ سے یہ سوالات پوچھے۔

اس سے پہلے امام ابو محمدؑ کا ہم یہ قول نقل کر چکے ہیں کہ جب حضرت حجتؑ کی ولادت ہوئی تو آپؑ نے یہ فرمایا تھا کہ ظالم یہ گمان کرتے تھے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے تاکہ یہ نسل ہی منقطع ہو جائے۔ اب انھوں نے خدا کی قدرت کو کیسا پایا اور انھوں نے اپنے فرزند کا نام مؤمل رکھا۔

محمد بن یعقوب، حسین بن محمد اشعری، معلی بن محمد، احمد بن محمد سے منقول ہے کہ جب زبیری قتل ہوا تو امام ابو محمدؑ کی طرف سے یہ خط آیا: جو خدا اور اس کے اولیاء پر افترا کرے تو اس کی یہی جزا ہے۔ اس نے تو یہ گمان کیا تھا کہ وہ مجھے قتل کر دے گا اور میرے ہاں کوئی وارث نہ ہوگا اس نے اللہ کی قدرت کو کیسا پایا۔ اللہ نے مجھے فرزند عطا کیا جس کا نام محمدؑ رکھا ہے اور یہ فرزند 256ھ میں پیدا ہوا۔

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ کی جلالت کی وجہ سے آپؑ سے کچھ پوچھنا نہیں چاہتا اور اگر آپؑ اجازت دیں تو کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

امام نے فرمایا: پوچھو۔

میں نے عرض کیا: میرے آقا! کیا آپؑ کے ہاں کوئی فرزند ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا اگر خدانخواستہ دنیا سے رخصت ہو جائیں تو آپؑ کے فرزند کے متعلق کہاں جا کر سوال کروں؟

امام نے فرمایا کہ اس کے متعلق مدینہ میں جا کر سوال کرنا۔

محمد بن یعقوب کلینی نے عرضا ابو محمد علیہ السلام کے خادم نسیم سے روایت کی کہ صاحب الزمانؑ کی ولادت کے دس دن بعد میں ان کے پاس گیا تو مجھے چھینک آئی، معصوم بچے نے "یرحمک اللہ" کہا۔

معصوم بچہ کا یہ جواب سن کر میں بہت خوش ہوا۔ معصوم بچے نے کہا کیا چھینک کے متعلق تمھیں خوش خبری نہ دوں؟

سنو! چھینک تین دن تک موت سے امان ہے۔

محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری، اپنے والد سے، احمد بن ہلال، امیہ بن علی القیسی سالم بن ابی حیہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب محمد، علی اور حسن علیہم السلام امام کے یکے بعد دیگرے آ جائیں تو چوتھا قائم ہوگا۔

محمد بن یعقوب نے اپنے اسناد سے علا بن علی العجلی نے ایک اہل فارس سے

دیکھا کہ سوسن نے نماز قطع کی اور گھبرا کر حجرے سے برآمد ہوئی۔ میں اس سے لپٹ گئی۔ میں نے پوچھا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں کیا تم نے کچھ محسوس کیا ہے؟

اس نے کہا ہاں اے پھوپھی جان! میں ایک امر شدید محسوس کر رہی ہوں۔

میں نے کہا: انشاء اللہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ پھر میں نے ایک مسند حجرے کے وسط میں بچھا کر اس کو مسند پر بٹھایا اور خود اس طرح بیٹھ گئی جیسے قابلہ ولادت کے وقت عورت کے پاس بیٹھتی ہیں۔ اس نے میری کلائی پکڑی اور زور سے دبا کر کراہنے لگی۔ میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اب جو دیکھا تو خدا کا ولی (صلوات اللہ علیہ) زمین پر عالم سجدہ میں پڑا ہوا ہے۔ میں نے انہیں اٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا وہ بالکل صاف ستھرے، آلائش سے پاک تھے۔ اسی دوران حضرت ابو محمد علیہ السلام نے مجھے بلایا۔ میں فرزند مولود کو گود میں لیے ہوئے ان کے پاس گئی تو انہوں نے فرزند کو مجھ سے اپنی آغوش میں لے لیا اور اپنی زبان ان کی آنکھوں پر پھیری تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر زبان ان کے دہن میں دی، پھر کانوں پر پھروائی اور انہیں اپنی ہتھیلی پر بٹھایا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر پھیرتے ہوئے کہا اے فرزند! اذن خدا سے کلام کرو۔

یہ سنتے ہی اس ولی خدا (نو مولود) نے اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

"اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین ۝ ونمکن لهم فی الارض ونری فرعون وهامن وجنودهما منهم ما کانوا یحذرون ۝ (آیہ استخلاف) سورۃ القصص آیت 5،6

اس آیت کی تلاوت کے بعد نو مولود نے رسول اللہ پر اور امیر المومنین پر تمام آئمہ پر سلام اور درود بھیجا حتیٰ کہ اپنے پدر بزرگوار پر درود بھیجا تو حضرت ابو محمد علیہ السلام نے انہیں میرے حوالے کیا اور کہا: پھوپھی جان! اب انہیں ان کی ماں کے پاس لے جائیے تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور انہیں کوئی غم نہ رہے اور وہ بھی جان لیں کہ اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔

الغرض میں انہیں ان کی والدہ کے پاس لائی اور اب صبح صادق نمودار ہو چکی تھی۔

میں نے نماز فریضہ صبح ادا کی اور تعقیبات میں طلوع آفتاب تک مشغول رہی اس کے بعد حضرت ابو محمد علیہ السلام سے رخصت ہو کر اپنے گھر واپس آ گئی۔ تیسرے دن مجھے اس ولی خدا (امام عصر) کو دیکھنے کا اشتیاق ہوا لہٰذا میں پھر گئی۔ پہلے اس حجرے میں داخل ہوئی جس میں سوسن تھیں مگر میں نے اس ولی خدا کا کوئی نشان نہ پایا اور ان کا کوئی ذکر نہ سنا۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کے متعلق کچھ دریافت کروں اور سیدھی حضرت ابو محمد کے پاس آئی، مجھے ان سے حجاب محسوس ہوا کہ میں اس ولی خدا کے متعلق ان سے کچھ دریافت کروں لیکن انہوں نے خود ہی کہا: اے پھوپھی جان! اب وہ نو مولود ولی خدا اللہ کی حفاظت میں اس کے حجاب اور اس کی نگاہ میں اس وقت تک رہیں گے جب تک اللہ انہیں اذن نہ دے مگر جب میں وفات پا جاؤں اور آپ دیکھیں کہ میرے شیعوں میں ان کے متعلق اختلاف ہے تو ان میں سے جن پر بھروسہ کریں اس امر سے مطلع کر دیں مگر آپ بھی پوشیدہ رکھیں اور وہ اس لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس اپنے ولی کو اپنی مخلوق اور اپنے بندوں سے حجت کے پردوں میں پوشیدہ رکھے گا کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

جب تک کہ جبرائیل امین ان کا گھوڑا ان کے سامنے پیش نہ کر دیں تاکہ امر خدا

جو پورا ہونے والا ہے ممکن ہو جائے۔

اسی اسناد سے، محمد بن حسن بن ولید، محمد بن یحییٰ عطار، محمد بن حمویہ رازی، حسین بن رزق اللہ، موسیٰ بن محمد بن جعفر راوی ہیں کہ حکیمہ خاتون نے مجھے صاحب الزمانؑ کی ولادت کا واقعہ سنایا اور پھر کہا کہ مجھے ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا:

پھوپھی جان! آپ ساتویں دن ہمارے پاس آئیں۔ صبح ہوئی تو میں آپؑ کو سلام کے لیے گئی اور گہوارے سے کپڑا ہٹا کر اپنے سردار کو دیکھنا چاہا لیکن تو مولود مجھے نظر نہ آیا۔

میں نے پوچھا کہ بچہ کہاں گیا ہے؟

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے بچہ کو اس کے سپرد کیا ہے جس کے سپرد ام موسیٰ نے اپنے فرزند موسیٰ کو کیا تھا۔

بہر نوع میں اپنے گھر لوٹ گئی اور حسب فرمان ساتویں دن آئی اور امام علیہ السلام کو سلام کر کے بیٹھ گئی۔

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ میرے فرزند کو لے آؤ۔

قابلہ تو مولود کو ان کے والد کے پاس لائی اور تو مولود زرد کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔

امام علیہ السلام نے اسے اپنی زبان چسانی شروع کی اور بچہ پورے ذوق و شوق سے والد کی زبان چوسنے لگا جیسا کہ وہ دودھ اور شہد چوس رہا ہو۔

جب بچہ خوب سیر ہو چکا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

فرزند! اب بولو۔

بچے نے اشھدان لا الہ الا اللہ پڑھا اور نبی اکرمؐ اور باقی آئمہ پر ترتیب

سے درود و سلام پڑھنے لگا اور اپنے والد ماجد تک تمام آئمہ پر ترتیب سے درود پڑھا پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

ونرید ان نمنّ علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم آئمۃ و نجعلھم الوارثین ○ و نمکن لھم فی الارض و نری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانو یحذرون○ (آیہ استخلاف) سورۃ القصص آیت 6/5)

احمد بن علی رازی، محمد بن علی، علی بن سمیع بن بنان، محمد بن علی بن ابی الدارمی، احمد بن محمد، احمد بن عبداللہ، احمد بن روح اہوازی، محمد بن ابراہیم نے حضرت حکیمہ سے مذکورہ روایت نقل کی اور مزید یہ کہا کہ ابو محمدؑ نے 255ھ پندرہ رمضان کو مجھے بلایا۔

میں نے پوچھا کہ فرزند رسول! اس کی ماں کون ہیں؟

فرمایا: نرجس۔

جب تیسرا دن ہوا تو مجھے ولی اللہ کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔ میں گئی اور وہاں حالت نفاس میں ایک خاتون بیٹھی تھی اور اس کے پیچھے ایک گہوارہ تھا۔ میں نے گہوارہ کی طرف دیکھا اس میں ایک بچہ تھا جسے سبز رنگ کے کپڑے پہنائے گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ گہوارہ میں اللہ کا ولی سویا ہوا تھا اور اس ہاں "قنداقہ" (وہ کپڑا جس میں بچے کو لپٹایا جاتا ہے) سے باہر تھے جیسے ہی میں نے بچہ کو دیکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرانے لگے اور اپنی انگلی سے مجھے اشارہ کرنے لگے۔

میں نے بچہ کو اٹھایا اور بوسہ دینے کے لیے اسے منہ کے قریب کیا، مجھے بچہ سے انتہائی اچھی خوشبو محسوس ہوئی۔

اس وقت ابو محمدؑ نے مجھے آواز دے کر فرمایا:

پھوپھی جان! میرا بیٹا میرے حوالے کرو۔ میں نے تو مولود کو والد کے حوالے کیا

اور آپ نے فرمایا: بیٹا! انتظار ... کرو۔

علی بن بلال نے بھی حضرت حکیمہ سے یہی روایت کی ہے۔

حضرت حکیمہ سے منقول ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت صاحب الزمانؑ کی ولادت پندرہ شعبان کو ہوئی۔

ولادت کے بعد حضرت ابو محمدؑ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے فرزند کو میرے پاس لائیں۔

میں نے دیکھا تو مولود نے اعضائے سجود زمین پر رکھے ہوئے تھے اور وہ سجدہ میں مصروف تھے اور ان کے داہنے بازو پر

"جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا"

(بنی اسرائیل 81)

(حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل کا کام ہی مٹ جانا ہے)

کی آیت مجیدہ لکھی ہوئی تھی۔

تو مولود نے اللہ کی توحید، رسول خدا کی رسالت اور امیر المومنینؑ سے لے کر اپنے والد تک تمام آئمہ کی امامت کی گواہی دی پھر اپنے ماننے والوں کی خلاصی کے لئے خالق کبریا سے التجا کی۔

بی بی حکیمہ کہتی ہیں کہ پھر میرے اور ابو محمدؑ کے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا مجھے تو مولود کہیں نظر نہ آیا۔ میں نے ابو محمدؑ سے پوچھا کہ میرا مولود کہاں گیا؟

آپ نے فرمایا کہ وہ اس کے پاس ہے جو مجھ سے اور آپ سے زیادہ

اس کا حق رکھتا ہے۔

پھر ولادت کے چالیسویں روز ابو محمدؑ کے گھر گئی تو میں نے اپنے آقا صاحب الزمانؑ کو گھر میں چلتے پھرتے دیکھا۔ میں نے زندگی میں ان سے زیادہ حسین چہرے والا کوئی بچہ نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا تھا۔

حضرت ابو محمدؑ نے فرمایا کہ یہ مولود اللہ کو انتہائی پیارا ہے۔

میں نے تعجب سے کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ کا فرزند چالیس دن میں بولنے اور چلنے لگا ہے۔

امام علیہ السلام نے تبسم کر کے فرمایا

پھوپھی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ گروہ آئمہ ایک دن میں اتنا نشوونما پاتا ہے جتنا کہ دوسرے لوگ ایک سال میں نشوونما پاتے ہیں۔

حکیمہ فرماتی ہیں: میں نے ان کے سر کو بوسہ لیا اور واپس گھر آ گئی۔

پھر میں ابو محمد علیہ السلام کے گھر گئی اور بچے کو وہاں نہ پا کر ابو محمدؑ سے دریافت کیا کہ ہمارا آقا مولود کہاں ہے؟

فرمایا: ہم نے اپنے بچے کو اس ذات کے حوالے کیا ہے جس کے حوالے امام موسیٰ نے کیا تھا۔

احمد علی الرازی، محمد بن علی، حنظلہ بن زکریا کا بیان ہے کہ احمد بن بلال بن داؤد الکاتب ناصبی تھا اور وہ ناصبیت میں ... تھا اور ... "آل محمدؑ" کی دشمنی کو کبھی مخفی نہیں رکھتا تھا اور وہ اہل عراق کی شدید مذمت کرتا تھا۔ وہ مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ میرے اور تمہارے درمیان ... بہت اچھی خبر ہے۔

گھر میں اس سے خوف محسوس کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ اس کے گھر کے سامنے میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے کہا کہ بھائی آپ کے پاس کوئی تجربہ ہے؟ مجھے بھی سنائیے۔

اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں ابن الرضا کے گھر کے سامنے رہائش پذیر تھا پھر میں کاروبار کے سلسلہ میں سامرا سے قزوین چلا گیا۔ پھر ایک اچھے خاصے طویل عرصے کے بعد مجھے سامرا آنا نصیب ہوا۔ ہمارے گھر میں ایک بوڑھی خاتون رہتی تھی اور اس نے مجھے پالا پوسا تھا چنانچہ میں کئی دن گھر میں رہا پھر میں نے کہا کہ میں کربلا جا رہا ہوں۔ میری پرورش کرنے والی خاتون میری طبیعت اور میرے ناصبیانہ افکار سے بخوبی واقف تھی۔

اس نے مجھے کہا، بیٹا! خدارا خاندان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق مت اڑاؤ، جو کچھ میں نے دیکھا ہے میں تجھے وہی بتاتی ہوں۔

میں اور میری بیٹی گھر میں سوئی ہوئی تھیں رات میں ایک شخص ہمارے کمرے سے ہمارے گھر گھس آیا۔ وہ انتہائی حسین و جمیل شخص تھا اس نے شفاف کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس کے وجود سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر میں ڈر گئی، آنے والے نے کہا تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے ہمسایوں کے ہاں بچے کی پیدائش ہونے والی ہے وہ تمہیں مدد کے لیے بلائیں گے ان کے ساتھ چلی جانا۔

یہ کہا اور وہ شخص میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں نے بیٹی کو بیدار کیا اور اس سے کہا کہ تم نے کچھ دیر پہلے گھر میں ایک مرد کو دیکھا تھا؟

میری بیٹی نے نفی میں جواب دیا۔

میں ڈر گئی اور نماز شب پڑھی اور ذکر خدا کرنے لگی پھر وہ سو گیا۔

دوسری رات پھر وہی شخص آیا اور پھر وہی بات کی۔

میں نے بیٹی کو جگایا اور پوچھا کیا تو نے کچھ دیکھا ہے؟

بیٹی نے کہا امی جی! خدا خدا کریں دروازے بند ہیں ہم دونوں جاگ رہی ہیں کوئی نہیں آ سکتا یہ صرف تمہارا وہم ہے۔

میں نے چند سورتیں پڑھ کر دم کیں اور سو گئی۔

تیسری رات ہوئی تو وہی شخص پھر آیا اور مجھ سے کہا کہ اس گھر کا غلام تمہیں لینے کے لیے آ رہا ہے تم بے خوف اس کے ساتھ چلی جاؤ۔

کہنے والا غائب ہو گیا، چند لمحات بعد دروازے پر دستک ہوئی میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا دروازہ کھولیں اور میرے ساتھ سامنے والے گھر میں چلیں، حاملہ خاتون کو تمہاری ضرورت ہے۔

الغرض میں باہر گئی وہ غلام مجھے سامنے والے گھر میں لے گیا۔

اس نے گھر کا پردہ ہٹایا تو میں اندر چلی گئی، میں نے اندر جا کر دیکھا کہ ایک خاتون کے پاس زچگی ہو رہی تھی اور ایک خاتون اس کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے بھی اس کی زچگی کی خدمات سر انجام دیں، کچھ دیر بعد بچہ پیدا ہوا میں نے اسے اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور بلند آواز سے میں نے کہا کہ مبارک ہو خدا نے بیٹا دیا ہے۔

گھر میں جو خاتون بیٹھی تھی اس نے کہا، بی بی! چیخنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ بچہ میرے ہاتھوں سے غائب ہو گیا۔ میں حیران و پریشان ہو گئی۔ اس وقت وہاں موجود خاتون نے کہا کہ آپ صبر کریں۔

پھر اس غلام نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور مجھے ایک تھیلی بھی دی گئی اور میں چلی آئی

نے مجھے تاکید کی کہ ہمارے ہاں بچے کی پیدائش کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

الغرض میں گھر آئی اور میری بیٹی حسب دستور سوئی ہوئی تھی اسے میرے آنے کا بھی علم نہ تھا۔ میں نے تھیلی کھولی تو اس میں دس دینار تھے۔

میں یہ واقعہ آج تیرے سامنے اس لیے بیان کر رہی ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ خدا کی نظر میں اس خاندان کی بڑی عزت ہے۔

محمد بن یعقوب ہمارے بعض اصحاب سے، عبداللہ بن جعفر حمیری کا بیان ہے کہ میں اور شیخ ابوعمرو احمد بن اسحاق بن سعد اشعری اکٹھے ہوئے تو احمد بن اسحاق نے مجھے اشارہ کیا کہ میں ان سے ان کے جانشین کے متعلق سوال کروں۔

میں نے کہا کہ ابوعمرو! سنو میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور میں اپنے سوال کے متعلق کسی شک میں بھی مبتلا نہیں ہوں۔ میرا دین اور عقیدہ ہے کہ زمین حجت سے خالی نہیں رہ سکتی البتہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے چالیس دن پہلے حجت اٹھالی جائے گی اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور یہ وہ وقت ہوگا جب پہلے سے ایمان نہ لانے والوں کو کا ایمان فائدہ نہ دے گا اور جس نے اپنے ایمان میں اچھائی حاصل نہ کی ہوگی۔

یہ لوگ خلق میں سے بدترین لوگ ہوں گے اور انہی پر قیامت قائم ہوگی لیکن اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ میرے یقین میں اضافہ ہو جائے۔

اس طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے یہ کہا تھا کہ خدایا! تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ایمان نہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو جائے۔

مجھے ابوعلی بن اسحاق نے خبر دی کہ اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے سوال کیا کہ

کس سے دین حاصل کروں گا؟

انھوں نے فرمایا کہ عمری میرا ثقہ ہے وہ میری طرف سے تمہیں جو بھی پیغام دے تو وہ میری طرف سے ہوگا۔ تم اس کے فرمان کو سنو اور اطاعت کرو۔ وہ ہماری طرف سے موثق اور امین ہے۔

ابوعلی نے مجھے خبر دی کہ اس نے ابومحمدؑ سے اسی طرح کا سوال کیا تو امام نے فرمایا کہ عمری اور اس کا بیٹا ثقہ ہیں تم ان کی باتوں کو سنو اور اطاعت کرو۔

ابوعمرو سجدہ میں گر پڑا اور رونے لگا۔ پھر کہا کہ ہاں پوچھو۔

میں نے کہا کہ کیا تو نے ابومحمدؑ کے جانشین کو دیکھا ہے؟

کہنے لگا: جی ہاں، میں نے دیکھا ہے۔

میں نے کہا کہ اب ایک بات باقی رہ گئی ہے۔

اس نے کہا کہ بیان کرو۔

میں نے کہا کہ نام کیا ہے؟

کہا کہ اس کے متعلق سوال کرنا حرام ہے۔ میں یہ باتیں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ میں نہ تو کسی چیز کو حلال کرتا ہوں نہ ہی حرام کرتا ہوں۔ میں جو بھی کہتا ہوں وہ ان کی طرف سے کہتا ہوں۔ معاملہ سلطان کے پاس ہے۔ ابومحمدؑ دنیا سے چلے گئے اور انھوں نے کوئی جانشین نہیں چھوڑا اور اس کی میراث تقسیم کر دی گئی اور انھوں نے وہ حق لے لیا جو کہ ان کا نہیں تھا۔ اس نے اس پر صبر کیا اور اس وقت امام کے خاندان کے افراد زمین پر پھر رہے ہیں اور ان سے کوئی پوچھتا نہیں ہے۔ اب اگر نام لے لیا گیا تو پھر تلاش شروع کر دی جائے گی لہٰذا خدا سے ڈرتے رہو اور ان کا نام لینے سے پرہیز کرو۔

حضرتِ نرجس کے متعلق دوسری روایت:

بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابوالحسن کی بیٹی حکیمہ کے ہاں ایک کنیز تھی اسے نرجس کہا جاتا تھا۔ جب وہ جوان ہوئی تو امام حسن عسکری علیہ السلام گھر میں گئے اور نرجس کو دیکھنے لگے بی بی نے کہا کہ کیا بات ہے آپ اسے غور سے دیکھ رہے ہیں؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا میں اسے دیکھ کر تعجب کر رہا ہوں کیونکہ اس کے بطن سے اس بچہ کو پیدا کرے گا جو پوری کائنات میں سے معزز ہوگا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے پھوپھی سے کہا کہ آپ میرے والد سے اس عنوان پر گفتگو کریں۔

بی بی حکیمہ نے اس عنوان پر امام علی نقی علیہ السلام سے گفتگو کی اور یوں بی بی نرجس حضرت حسن عسکری علیہ السلام کے حبالۂ عقد میں آ گئیں۔

علامہ کلینی، محمد بن یحییٰ، حسن بن علی نیشاپوری دقاق، ابراہیم بن محمد بن عبداللہ موسیٰ بن جعفر علیہم السلام سیاری کا بیان ہے کہ نسیم اور ماریہ نے بیان کیا کہ جب صاحب الزمان صدفِ عصمت سے باہر آئے تو آپ نے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک دیے اور انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھائی، پھر چھینک ماری اور کہا:

"الحمد لله رب العالمین و صلی الله علی محمد و آله عبدا داخرا لله غیر مستنکف ولا مستکبر"

پھر فرمایا کہ ظالم یہ تصور کرتے ہیں کہ اللہ کی حجت ناکام ہے اور اگر ہمیں بولنے کی اجازت مل جائے تو تمام شک دور ہو جائیں گے۔

علامہ نے اپنے استاد سے لکھا ہے کہ صاحب الزمان امام علی نقی علیہ السلام کی

ولادت کے دو برس بعد 258ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

غذا

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے غلام حمزہ بن نصر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب سیدو آقا (امام معزز) تولد ہوئے تو گھر والے بے حد خوش ہوئے اور جب قد بڑے ہوئے تو مجھے یہ حکم دیا کہ گوشت کے ساتھ گودے والی ہڈی بھی لایا کرو اور بتایا گیا کہ تمہارے چھوٹے آقا کے لیے ہے۔

عقیقہ

محمد بن علی علطمانی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابراہیم بن ادریس نے بیان کیا کہ حضرت امام ابو محمد علیہ السلام نے میرے پاس ایک مینڈھا بھیجا اور کہلوایا کہ یہ میرے فلاں فرزند کے عقیقہ کا ہے۔ تم بھی کھاؤ اور اپنے اہل خانہ کو بھی کھلاؤ۔

میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں آپ سے ملا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی جو پیدا ہوا تھا مر گیا۔ اس کے بعد آپ نے دو مینڈھے بھیجے اور خط لکھا۔

بسم الله الرحمن الرحیم

یہ دونوں مینڈھے تمہارے مولا کے عقیقہ کے ہیں۔ انہیں کھاؤ۔ اللہ تمہیں مبارک کرے اور اپنے بھائیوں کو بھی کھلاؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد میں آپ سے ملا تو آپ نے کوئی ذکر نہ کیا۔

جنت میں کون جائے گا اور فرقہ مفوضہ کی مذمت

مفوضہ اور مقصرہ میں اختلافات بڑھے تو انھوں نے چاہا کہ اس کا فیصلہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے کرایا جائے اور اتفاق رائے سے کامل بن ابراہیم مدنی کو بھیجا گیا۔ کامل مدنی کا بیان ہے کہ میں نے دل میں سوچا کہ امام سے اپنی معرفت اور عقیدہ کی تائید حاصل کروں گا اور ان سے یہ قول حاصل کروں گا کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جس کی معرفت اور عقیدہ میرے جیسا ہو۔

کامل بن ابراہیم کا بیان ہے کہ جب میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے جسم پر زرق برق اور نرم و نازک قسم کا لباس ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ اللہ کا ولی اور حجت خدا ایسا نرم و نازک لباس پہنتے اور ہمیں ایسا لباس پہننے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائیوں سے مواسات کرو۔

جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا

اے کامل! یہ کہہ کے آپ نے اپنی آستین الٹ دی تو میں نے دیکھا کہ اس لباس کے نیچے آپ نے موٹے کھدر کا لباس پہن رکھا تھا۔ پھر فرمایا: یہ خشن اور کھدر کا لباس اللہ کے لیے ہے اور یہ نرم و نازک لباس تم لوگوں کے لیے ہے۔

الغرض میں نے سلام کیا اور ایک دروازے کے پاس بیٹھ گیا جس کے اوپر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اتنے میں ہوا کا جھونکا آیا اور پردہ اٹھ گیا تو دیکھا کہ اندر ایک چار سال کا بچہ ہے جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ اس بچے نے میرا نام لے کر صدا دی اور فرمایا

اے کامل بن ابراہیم!

یہ سن کر میں لرز اٹھا اور بے ساختہ میں نے لبیک کہا۔

ان صاحبزادے نے فرمایا کہ تم ولی خدا، حجت خدا اور باب الٰہی کے پاس یہ سوال لے کر آئے ہو کہ "کیا وہ شخص جس کا عقیدہ اور قول تمہارے عقیدہ اور قول کے مطابق ہوگا وہی جنت میں جائے گا اور اس کے علاوہ کوئی بھی جنت میں نہ جائے گا"۔

میں نے کہا: جی ہاں، واللہ میں یہی دریافت کرنے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو بہت قلیل لوگ جنت میں جائیں گے۔ قسم اللہ کی، بے شک وہ قوم اور گروہ بھی جنت میں داخل ہوں گے جن کو "حقیہ" کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولا! حقیہ کون لوگ ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ یہ وہ قوم ہے جن کو حضرت علی سے محبت ہے۔ جو علی کے حق کی قسمیں کھاتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ آپ کا حق اور شرف و فضل کیا ہے۔

پھر وہ صاحبزادے تھوڑی دیر خاموش رہے اور اس کے بعد فرمایا کہ تم اس لیے بھی آئے ہو کہ مفوضہ کے قول کے متعلق دریافت کرو تو سنو! وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ہمارے قلوب مشیت الٰہی کے ظرف ہیں، جب اللہ کی مشیت ہوتی ہے تو ہماری مشیت بھی ہوتی ہے۔ "وما تشاءون الا ان یشاء اللہ" (دہر/30)

اور تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے۔

پھر پردہ واپس برابر ہو گیا اور مجھ میں ہمت نہ ہوئی کہ پردہ اٹھاؤں۔

اس کے بعد امام ابو محمد حسن عسکری نے مسکرا کر میری جانب متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا

اے کامل! اب کیوں بیٹھے ہو تمہارے سوالوں کے جواب تمہیں اس نے دے دیے جو میرے بعد حجت خدا ہے۔

کامل مدنی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور پھر کبھی [illegible]

ان کی زیارت نہ ہوئی۔

ابو نعیم کہتے ہیں کہ میں نے کامل سے ملاقات کی اور اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے مجھ سے بھی یہی حدیث بیان کی۔

پانی کی سطح پر مُصلّیٰ

محمد بن یعقوب نے احمد بن نضر سے انھوں نے قنبری سے روایت کی ہے۔

وہ حضرت قنبر کی اولاد میں سے تھا اور حضرت ابو الحسن کا خادم تھا۔

احمد بن نضر کہتا ہے کہ میں نے قنبری سے کہا: کیا تم نے صاحب الامر کو دیکھا ہے؟ قنبری نے کہا کہ میں نے تو نہیں دیکھا، میرے غیر نے دیکھا ہے۔

میں نے کہا کہ وہ غیر کون تھا؟

اس نے کہا: جعفر نے انھیں دو بار دیکھا ہے۔

رشیق صاحب مادرائی سے روایت ہے کہ

رشیق صاحب مادرائی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ہم تین آدمیوں کے پاس معتضد نے ایک آدمی بھیجا اور حکم دیا کہ تم میں سے ہر ایک گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے ساتھ کوئی معمولی سی چیز بھی نہ لے البتہ زین پر ایک مصلیٰ رکھ لے اور سامرہ کے لئے نکلے اور فلاں مکان پر جا پہنچو۔ وہاں تم کو دروازے پر ایک حبشی غلام بیٹھا ملے گا، تم لوگ اس گھر کا محاصرہ کر لینا اور جو شخص بھی اس مکان میں نظر آئے اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔

چنانچہ حسب الحکم ہم لوگ سامرہ میں اس مکان پر پہنچے تو بات بالکل سچ تھی۔

دروازے پر ایک حبشی غلام موجود تھا اس کے ہاتھ میں ایک پٹی تھی جسے وہ بن رہا تھا۔

ہم نے اس شخص سے پوچھا کہ اس مکان میں کون ہے؟

اس نے کہا کہ گھر والا مالک۔

اور بخدا اس نے ہم دونوں کو کوئی اہمیت تک نہیں دی۔ بہرحال ہم نے حسب الحکم گھر کا محاصرہ کر لیا اور گھر کے دروازے پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس میں کوئی رہتا ہی نہیں ہے۔ ہم نے پردہ اٹھایا تو ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا اور اس کے اندر پانی بہہ رہا تھا جیسے دریا اور کمرے کے آخری سرے پر ایک چٹائی پانی پر تیر رہی تھی اور اس پر ایک شخص کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے ہماری طرف بالکل توجہ نہ دی۔ ہم میں سے ایک شخص احمد بن عبداللہ نے کمرے میں داخل ہونے کے لئے قدم بڑھایا تو وہ پانی کے اندر غوطے کھانے لگا۔ میں نے اسے فوراً سہارا دیا اور اسے پانی سے باہر نکالا۔ پھر اس پر غشی طاری ہو گئی۔ وہ کچھ دیر عالم غشی میں رہا۔ اس کے بعد دوسرے ساتھی نے بھی یہی حرکت کی، اس کا انجام بھی وہی ہوا جو پہلے کا ہو چکا تھا۔ اب میں حیرانی کے عالم میں تھا کہ میں کیا کروں۔ چنانچہ میں نے اہل خانہ کو پکار کر معذرت کی اور عرض کیا کہ ہم آپ سے اللہ اور رسول سے معذرت کے طالب ہیں۔ بخدا ہم کو پتہ نہ تھا کہ کس کے پاس آئے ہیں۔ ہم اللہ سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

مگر وہ حسب معذرت کے طور پر گفتار جاری رکھی لیکن انھوں نے کسی کا جواب نہ دیا اور انھوں نے ہماری طرف کوئی توجہ نہ دی اور نماز میں مشغول رہے۔ یہ دیکھ کر ہم پر عجیب ہیبت و خوف طاری ہوا اور ہم لوگ وہاں سے واپس آ گئے۔

ادھر معتضد کو ہمارے آنے کا انتظار تھا۔ اس نے دربانوں کو حکم دے دیا کہ یہ لوگ

جس وقت بھی آئیں انھیں روکا نہ جائے، ہمارے پاس آنے دیا جائے۔ چنانچہ ہم آدھی شب کے وقت واپس آئے اور معتضد کے پاس پہنچ کر آنکھوں دیکھا اور سنا ہوا سارا احوال اس سے بیان کر دیا۔

اس نے کہا: تمھارا برا ہو جائے، ابھی مجھ سے پہلے تو کسی کو اس قصے سے واقف نہیں کیا۔ ہم نے جواب دیا: نہیں۔

اس نے کہا: میں اپنے جد اور اپنے ایمان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس واقعے میں نے کسی کی زبان سے سن لیا تو تم لوگوں کی گردنیں مار دوں گا۔

اس لیے اس کی زندگی میں ہم نے اس واقعے کو کسی سے بیان کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ بن الحسن بن الفرج المؤذن، محمد بن حسن کرخی ابو ہارون کا بیان ہے کہ میں نے صاحب الزمانؑ کو دیکھا اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا اور ان کے ناف سے بالوں کی ایک لکیر سینہ تک جاتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بچہ مختون تھا میں نے ابو محمد سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ پیدا ہوا ہے جیسا سنت کے تحت ہم اس پر استرا پھروائیں گے۔

ایک جماعت، ابو المفضل شیبانی، ابو نعیم نصر بن عصام بن مغیرہ، قمی الفرا المعروف بہ قارہ، ابو سعید مراغی، احمد بن اسحاق نے حضرت ابو محمدؑ سے پوچھا کہ صاحب الامر کون ہے؟

امامؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا وہ زندہ ہے، مضبوط گردن والا ہے۔

ابو المفضل کا بیان ہے کہ میں سامرا گیا اور ابو محمد علیہ السلام کو ان کے فرزند کی

ولادت کی مبارک باد دی۔

عبداللہ بن جعفر حمیری کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے صاحب الامر کو دیکھا ہے؟

جواب دیا: جی ہاں! میں نے انھیں آخری بار انھیں بیت اللہ الحرام کے پاس دیکھا تھا وہ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

"اللھم انجز لی ما وعدتنی"

خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔

میں نے انھیں غلاف کعبہ پکڑ کر "مستجار" میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

"اللھم انتقم لی من اعدائک"

خدایا اپنے دشمنوں سے میرا انتقام لے۔

☆☆☆

فصل

ملاقاتِ امام

امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے والے افراد

واضح رہے کہ آپ کی زیارت سے مشرف ہونے والے دو طرح کے لوگ ہیں۔

ایک وہ ہیں جنھوں نے آپ کی زیارت کی اور فوراً پہچان لیا اور دوسرے وہ ہیں جنھیں زیارت کے بعد علم ہوا۔

اس مضمون کی بے شمار روایات ہیں، ہم چند روایات پر اکتفا کریں گے۔

۱۔ صحن کعبہ میں اَودی سے ملاقات

رواۃ کی ایک جماعت، ابو محمد ھارون بن موسیٰ تلعکبری، احمد بن علی رازی رحمہ اللہ [illegible] علی ابو الحسن محمد بن جعفر اسدی سے دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ 300ھ یا اس سے قریب کی بات ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھ سے علی بن ابراہیم فدکی نے بیان کیا کہ اَودی نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ ہم طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ چھ طواف کر چکے تھے اور ساتویں طواف کا ارادہ تھا کہ کعبہ کی داہنی جانب ایک گروہ کو دیکھا اس میں ایک بارعب جوان تھا جو بڑا حسین و جمیل تھا اور لوگ اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کوشش کر رہے تھے، وہ بیٹھا ہوا مصروف گفتگو تھا۔ میں نے زندگی میں اس جیسا شیریں بیان نہیں دیکھا۔

رہی تھی۔ میں گفتگو کو شوق سے کرنے آگے بڑھا تو لوگوں نے مجھے ٹھوکر دی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

ایک شخص بولا: یہ فرزند رسولؐ ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ لوگوں کے سامنے آتے ہیں اور اپنے مخصوص افراد سے گفتگو کرتے ہیں۔

میں نے ان کے پاس جا کر پوچھا کہ میرے آقا و مولا اللہ تعالیٰ آپ کی ہدایت کو ہمیشہ قائم رکھے، ایک طالب ہدایت حاضر ہے اس کی ہدایت فرمائیں۔

یہ سن کر انھوں نے زمین سے کچھ سنگ ریزے اٹھائے اور میرے حوالے کیے۔ میں لے کر مجمع سے باہر آیا تو ایک شخص نے پوچھا کہ فرزند رسولؐ نے تجھے کیا دیا ہے؟

میں نے کہا کہ چند سنگ ریزے دیے ہیں۔

پھر میں نے اسے دکھانے کے لیے مٹھی کھولی تو وہ سونے کی ڈلیاں تھیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں انھیں دوبارہ دیکھنے کے لئے اسی جوان کے پاس گیا اس جوان نے مجھ سے ارشاد کیا کہ اب تجھ پر حجت تمام ہو گئی ہے اور حق واضح ہو گیا ہے اور تیری کوری دور ہو گئی ہے۔ تو نے مجھے پہچانا کہ میں کون ہوں؟

میں نے نفی میں جواب دیا۔

انھوں نے کہا: میں مہدی قائم الزمان علیہ السلام ہوں اور اس ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو میں نے ہی عدل و انصاف سے بھرنا ہے۔ یہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی لوگ اس عرصہ میں اس طرح سے سرگرداں رہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل وادی تیہ میں بھٹکتے رہے تھے۔ جو کچھ تو نے دیکھا اس سے اہل حق کو مطلع کردو۔

۲۔ مقام ابراہیم پر ایک قمی کا زیارت سے مشرف ہونا

انہی اسناد سے، احمد بن علی رازی، محمد بن علی، محمد بن احمد بن خلف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم مسجد عباسیہ میں گئے جو کہ مصر کے شہر فسطاط سے دو منزل دور ہے۔ ہمارے سارے غلام وہاں سے ادھر اُدھر چلے گئے صرف ایک عجمی غلام مسجد میں ہمارے ساتھ رہ گیا۔ مسجد کے ایک گوشے میں ایک جلیل القدر شخص بیٹھے ہوئے تھے اور وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔

جب وقت زوال ہوا تو میں نے نماز ظہر اول وقت پر ادا کی اور ان بزرگوار کو کھانے پر مدعو کیا، انھوں نے دعوت قبول کی۔

جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے، آپ کے والد کا نام کیا ہے اور آپ کس شہر میں رہتے ہیں اور آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟

بزرگ نے جواب دیا کہ میرا نام محمد بن عبداللہ ہے، میں قم کا رہائشی ہوں اور تیس سال سے حق کی جستجو میں ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں اور اس کے لیے بہت سے شہروں اور کئی ساحلوں کا چکر لگایا ہے۔

میں نے مکہ و مدینہ میں بیس برس کا عرصہ بسر کیا اور اخبار و آثار کی جستجو کرتا رہا۔ انیسویں سال کا واقعہ ہے کہ میں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور جب مقام ابراہیم پر پہنچا تو نماز ادا کی وہاں میری آنکھ لگ گئی پھر ایک دعا پر میں بیدار ہوا، میں نے ایسی دعا کبھی نہ سنی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک جوان ہے جس کا رنگ گورا اور حسین و جمیل ہے، میانہ قد ہے اور وہ دعا میں مصروف ہے۔

پھر اس نے نماز پڑھی اور پھر مطاف سے نکل کر سعی کرنے لگا، میں اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے دل میں یہ یقین ہو گیا تھا کہ یہی صاحب الزمان ہیں۔ جب وہ سعی سے فارغ ہوئے تو ایک وادی کی طرف چل پڑے میں بھی ان کے پیچھے چلنے لگا، جب میں ان کے قریب پہنچا تو ایک دیو قامت حبشی نے میرا راستہ روکا اور بڑی مہیب آواز میں بولا، اللہ تجھے موت دے تیرا کیا ارادہ ہے؟

یہ آواز سن کر میں کانپنے لگا اور ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا، وہ بزرگوار میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

بڑی دیر تک حیرانی کے عالم میں وہیں کھڑا رہا اور اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے واپس آیا کہ میں ایک حبشی کی ڈانٹ پر کیوں رکا تھا؟

واپس آ کر میں نے خدا سے دعا کی اور کہا:

خدایا! تجھے رسول اکرمؐ اور ان کی آلؑ کا واسطہ! میری کوشش رائیگاں نہ فرما اور وہ چیز ظاہر کر دے جس سے مجھے اطمینان ہو اور میں مزید ان کی زیارت سے مشرف ہو سکوں۔

چند برس بعد میں قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو گیا۔ میں وہاں قبر و منبر کے درمیان بیٹھا تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ اس دوران کسی نے میرا شانہ ہلایا، آنکھ کھول کر دیکھا تو وہی حبشی میرے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے مجھ سے میرا حال پوچھا تو میں نے کہا الحمدللہ میں ٹھیک ہوں لیکن تمھیں بددعائیں دیتا ہوں۔

اس نے کہا کہ آپ مجھے بددعائیں نہ دیں، میں آقا کے حکم سے مجبور تھا اسی لیے میں نے تمھیں ڈانٹ دیا تھا مگر تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ تمھیں تمھارے مولا کی زیارت نصیب تو ہوئی۔

پھر اس نے مجھ سے ایک ایمانی بھائی کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟

میں نے کہا کہ وہ رقہ میں ہے۔

اس نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔

پھر اس نے میرے ایک دوست کے بارے میں پوچھا جو کہ ابجالی عابد وزاہد تھا۔

میں نے بتایا کہ وہ سکندریہ (مصر) میں ہے۔

پھر اس نے میرے کئی دوستوں کے نام لے کر ان کی خیریت دریافت کی پھر اس نے ایک اجنبی سا نام لے کر کہا کہ "منصور" کہاں ہے؟

میں نے کہا کہ میں اسے نہیں جانتا۔

اس نے کہا کہ ہاں تم اسے کیا جانو وہ ایک رومی شخص ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کرے گا وہ قسطنطنیہ سے نصرت سے پہلے آئے گا۔

پھر ایک اور شخص کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا کہ میں اسے نہیں جانتا۔

اس نے کہا کہ وہ اہل ہیت میں سے ایک شخص ہے جو میرے آقا و مولا کے خدام میں سے ہے۔ اچھا اب تم اپنے اصحاب سے کہہ دینا کہ ہمیں امید ہے کہ اللہ ظالموں سے انتقام لے گا اور مظلوموں کی مدد کی اجازت دے گا۔ میں ابھی ابھی اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے مل کر یہی پیغام انھیں پہنچا کر آ رہا ہوں اور تم سے بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ انھیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خود کو اطاعت الٰہی میں مشغول رکھو۔ خدا نے چاہا تو وقت ظہور قریب ہے۔

۳۔ آپؑ کی ناقہ کا محو پرواز ہونا:

احمد بن عبدون المعروف ابن حاشر، ابوالحسن محمد بن علی شجاعی کاتب، ابو عبداللہ

ابن ابراہیم نعمانی، یوسف بن احمد جعفری کا بیان ہے کہ میں 306ھ میں حج ادا کیا پھر اس سال اس کے بعد 309ھ تک مکہ میں مقیم رہا۔ وہاں سے پلٹ کر شام آیا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ میری نماز فجر قضا ہو گئی۔ میں محمل سے نماز کی قضا ادا کرنے کے لیے اترا تو دیکھا کہ ایک محمل میں چار آدمی سوار ہیں۔ انھیں اچانک قریب دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ ان میں سے ایک نے کہا: تمھیں تعجب کیوں ہے؟ تم نے اپنی نماز قضا کر دی ہے اور اپنے مذہب کے خلاف کیا ہے۔

میں نے کہا آپ کو میرے مذہب کا علم کیسے ہو گیا؟

اس نے کہا کہ کیا تم اپنے صاحب الزمان کو دیکھنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر اس نے چاروں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے کہا کہ میں کیسے مان لوں۔ ان کی تو بہت سی علامات ہیں۔ اس نے کہا کہ تم کیا نشانی دیکھنا چاہتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ یہ ناقہ محمل سمیت پرواز کرے یا صرف محمل پرواز کرے؟

میں نے کہا کہ ان دونوں میں سے جو بھی ہو جائے وہ کافی ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ وہ ناقہ محمل سمیت آسمان کی طرف پرواز کرنے لگ گیا۔

جس ہستی کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا وہ گندمی رنگت کے تھے اور پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔

۴۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی نماز جنازہ پڑھائی:

احمد بن علی رازی، محمد بن علی، محمد بن عبداللہ انصاری المحمدی، احمد بن عبداللہ ہاشمی العباسی کا بیان ہے کہ جس روز سامرا میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ہوئی میں آپ کے گھر گیا اور جنازہ اندر سے نکال کر باہر لایا گیا تو اس وقت ہم انتالیس افراد وہاں بیٹھے جنازے کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک بچہ جو بظاہر دس برس کا معلوم ہوتا تھا اور اس کے دوش پر ردا تھی اور وہ اسی ردا کو بطور نقاب چہرے پر ڈالے ہوئے تھا، نمودار ہوا۔

اس کے آتے ہی ہم پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم سب صف بستہ اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ الغرض اس بچے نے نماز جنازہ پڑھائی اور چلا گیا اور جس گھر سے نکلا تھا اس کے بجائے دوسرے گھر میں چلا گیا۔

ابو عبداللہ ہمدانی کا بیان ہے کہ مقام مراغہ میں میری ابراہیم بن محمد تبریزی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بھی مجھ سے ہاشمی کی روایت کو من وعن بیان کیا۔

۵۔ ابو نعیم انصاری کو دعاؤں کی تعلیم:

علی بن عائذ رازی، حسن بن وجناء نصیبی، ابو نعیم محمد بن احمد انصاری بیان کرتے ہیں کہ چھٹی ذی الحجہ 293ھ کو مکہ میں مقام مستجار پر موجود تھا وہاں تقریباً تیس آدمیوں کا گروہ تھا جن میں سوائے محمد بن قاسم علوی کے اور کوئی مخلص نہ تھا۔ ابھی ہم لوگ وہیں تھے کہ ایک جوان جلد احرام پہنے اور دونوں نعلین ہاتھوں میں لیے حلقہ طواف سے نکلا، جب وہ نزدیک آیا تو اس کے رعب سے ہم سب تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ وہ ہمارے درمیان

آ کر دوزانو بیٹھ گیا اور ہم اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام دعائے الحاح میں کیا پڑھتے تھے؟

ہم نے کہا کہ آپ ہی بتائیں تو انھوں نے کہا کہ آپ یہ دعا پڑھتے تھے۔

"اللھم انی اسالک باسمک الذی بہ تقوم السماء والارض وبہ تفرق بین الحق والباطل وبہ تجمع بین المتفرق وبہ احصیت عدد الرمال وزنۃ الجبال وکیل البحار ان تصلی علی محمد و آل محمد وان تجعل لی من امری فرجاً۔"

پروردگارا! میں تجھے تیرے اسی نام کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے سے تو آسمان کو قائم رکھے ہوئے ہے، زمین کو قائم رکھے ہوئے ہے، جس کے ذریعے سے تو حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے، جس کے ذریعے سے تو پراگندہ اور متفرق کو یکجا کرتا ہے اور جس کے ذریعے سے تو ریت کے ذروں کو شمار رکھتا ہے اور پہاڑوں کا وزن اور سمندر کے پانی کی مقدار کا علم رکھتا ہے۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر اور میرے لیے اس کام میں میرے لیے کشادگی اور چھٹکارا ہونے کا راستہ پیدا فرما دے۔

یہ کہہ کر وہ جوان اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ طواف کرنے والے کے حلقے میں شامل ہو گیا اور ہمیں خیال بھی پیدا نہ ہوا کہ یہ پوچھیں کہ یہ جوان کون ہے اور کیا ہے؟

غرض دوسرے دن اسی وقت پر وہ جوان پھر طواف کے حلقے سے نکلا اور ہماری طرف آیا۔ اسے دیکھ کر گزشتہ دن کی طرح احتراماً کھڑے ہو گئے اور وہ اپنی جگہ پر دوزانو ہو

کر بیٹھ گیا اور دائیں بائیں نظر ڈال کر بولا: تمہیں معلوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نماز فریضہ کے بعد کیا دعا پڑھتے تھے؟

ہم نے دریافت کیا: آپ ہی بتائیں وہ کیا پڑھتے تھے؟

اس جوان نے کہا کہ امیر المومنین علیہ السلام یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

"الیک رفعت الاصوات و دعیت الوجوہ ولک وضعت الرقاب والیک التحاکم فی الاعمال یا خیر من سئل ویا خیر من اعطی یا صادق یا بارئ یا من لایخلف المیعاد، یا من امر بالدعاء ووعد بالاجابۃ یا من قال ادعونی استجب لکم، یا من قال واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ۰ ویا من قال قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو العزیز الرحیم ۰ لبیک وسعدیک ھا انا ذا بین یدیک المسرف وانت القائل: لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً"

خدایا! ساری فریادیں تیری ہی طرف بلند کی جاتی ہیں۔ دعائیں تجھ ہی سے کی جاتی ہے۔ پیشانیاں تیرے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ گردنیں تیرے ہی سامنے جھکتی ہیں۔ سارے معاملات تیرے ہی سامنے پیش ہوتے ہیں تو ان میں سب سے بہتر ہے جس سے مانگا جاتا ہے۔

اے عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر! اے سچے پروردگار! اے احسان کرنے والے! اے وہ جو کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا! اے وہ جس نے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور اسے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا! اے وہ جس کا یہ ارشاد ہے کہ تم لوگ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا میں قبول کروں گا۔

اے وہ جس نے یہ فرمایا ہے کہ اے رسول! جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ تو لوگوں کو چاہیے کہ مجھے پکاریں اور مجھ پر ایمان رکھیں ہو سکتا ہے کہ تم ہدایت یافتہ بن جاؤ۔ اے وہ جس نے یہ فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ تمام گناہ معاف کر دے گا وہ قوت اور رحمت والا ہے۔ میرے معبود! میں حاضر ہوں تیرے سامنے تمام ہوں۔ میں زیادتی کرنے والا ہوں اور تو نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

پھر اس جوان نے اپنے دائیں اور بائیں دیکھا اور کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سجدہ شکر کیا کرتے تھے؟

میں نے عرض کیا: آپ ہی فرمائیں وہ جناب کیا کہا کرتے تھے۔

اس جوان نے کہا کہ امیر المومنین علیہ السلام یہ کہا کرتے تھے۔

"یامن لا یزیدہ کثرۃ الدعاء الا سعۃ وعطاءً یا من لا تنفد خزائنہ یامن لہ خزائن السموات والارض یامن لہ خزائن مادق وجل لا تمنعک اساءتی من احسانک انت تفعل بی الذی انت اھلہ فانت اھل الجود والکرم والعفو التجاوز یا رب یا اللہ لا تفعل بی الذی انا اھلہ فانی اھل العقوبۃ وقد استحققتھا لا حجۃ لی ولا عذر لی عندک ابوء لک بذنوبی

کلھا واعترف بھا کی تعفو عنی وانت اعلم بھا منی ابوء لک بکل ذنب اذنبتہ وکل خطیئة احتملتھا وکل سیئة عملتھا رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم"۔

اے وہ ذات! جس کی عطاؤں کی وسعت اس کی عطاؤں میں وسعت و کثرت پیدا کرتی ہے! اے وہ ذات جس کے خزانے ختم نہیں ہوتے اور اے وہ ذات جو آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی مالک ہے! اے وہ ذات جس کے تصرف میں چھوٹے اور بڑے خزانے ہیں! خدایا میری بدی تیری نیکی کو روک نہیں سکتی تو مجھ سے وہ سلوک کر جس کا تو اہل ہے اور مجھ سے وہ سلوک نہ کر جس کا میں مستحق اور اہل ہوں کیونکہ میں سزا کا سزاوار ہوں میں نے خود کو سزا کا مستحق بنا لیا ہے۔ (۱)

میں اپنے گناہوں کے لیے تیرے سامنے کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے تمام گناہوں کا اعتراف ہے تو انھیں معاف کر دے۔ ہر وہ گناہ جو مجھ سے سرزد ہوا ہے جس کا میں ارتکاب کر چکا ہوں اس کو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میرے ہر اس بدی اور گناہ جو کہ تیرے علم میں ہیں، معاف کر دے اور اس سے درگزر فرما کیونکہ تو سب سے زیادہ عزت والا اور سب سے بڑا صاحب کرم ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ جوان اٹھا اور طواف کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔

تیسرا دن ہوا تو جوان پھر ہمارے پاس آیا۔ ہم نے اس کی تعظیم کی۔ وہ پہلے کی

۱۔ واضح ہے کہ یہ دعا ... تعلیم ہے ... [illegible] ... معصوم تھے۔ (اس ناچیز ...)

فرش سے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور فرمایا کہ امام علی زین العابدین علیہ السلام اسی جگہ (حجر اسود اور محراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

"عبیدک بفنائک، مسکینک بفنائک فقیرک بفنائک سائلک بفنائک یسالک مالا یقدر علیه غیرک"

خدایا! تیرا ناچیز بندہ تیرے آنگن میں آیا ہے۔ تیرا مسکین تیرے آنگن میں آیا ہے۔ تیرا فقیر تیرے آنگن میں آیا ہے۔ تیرا سائل تیرے آنگن میں آیا ہے اور تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہے جو تیرے علاوہ کوئی دے نہیں سکتا۔

اس کے بعد اس جوان نے کہا:

اے محمد بن قاسم! ان شاء اللہ تم راہ راست اور خیر کے راستے پر ہو۔

(محمد بن قاسم آپ کی امامت کا قائل تھا)

پھر وہ جوان طواف کرنے والوں میں شامل ہو گیا اور ہم میں سے ہر ایک کے دل میں یہ دعائیں بیٹھ گئیں مگر ہمیں خیال ہی نہ آیا کہ اس جوان کے متعلق کچھ سوچتے۔ جب شام ہو گئی تو ابو علی محمودی نے کہا لوگو! کیا اس جوان کو پہچانتے ہو؟ خدا کی قسم! یہی تمہارے زمانے کے امام ہیں۔

ہم نے کہا: ابو علی! تمھیں کیسے پتا چلا کہ یہ امام زمانہ ہیں؟

انھوں نے کہا کہ میں سات سال سے مسلسل یہ دعا کر رہا ہوں کہ خدایا! مجھے امام زمانہ کی زیارت نصیب فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم لوگ شب عرفہ اسی گفتگو میں تھے کہ میں نے اسی جوان کو راہ چلتے ہوئے دیکھا۔ میں ان سے تعارف حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

اس گفتگو کو ہم مکالمے کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

سائل: آپ کون ہیں؟

امام: میں لوگوں میں سے ہوں۔

سائل: آپ کا تعلق کن لوگوں سے ہے؟

امام: میں اہلِ عرب ہوں۔

سائل: آپ کا تعلق عرب کے کس طبقے سے ہے؟

امام: عرب کے شریف ترین طبقے سے تعلق رکھتا ہوں۔

سائل: آپ کا تعلق کس شریف ترین طبقے سے ہے؟

امام: بنی ہاشم سے۔

سائل: بنی ہاشم میں سے کس کی نسل میں سے ہیں؟

امام: ان میں اعلیٰ اور بہترین نسل سے تعلق رکھتا ہوں۔

سائل: وہ کون ہیں؟

امام: وہی جس نے کافروں کے سر پھاڑے ہیں اور غریب و مساکین کو کھانا کھلایا اور شب کو عبادت میں بسر کرتا تھا جب کہ لوگ سوتے رہتے تھے۔

میں سمجھ گیا کہ یہ اولادِ علی میں سے ہیں لیکن چشم زدن میں میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

میں نے ان لوگوں سے پوچھا جو اس کے گرد و پیش تھے کہ کیا تم اس علوی کو جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں، یہ جوان تو ہر سال ہمارے ساتھ پیادہ حج کے لیے آتا ہے۔

میں نے کہا سبحان اللہ! میں نے تو اس کو جاتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں وہاں سے مزدلفہ آیا مگر بہت محزون و مغموم تھا۔ شب کو جو سو گیا تو خواب میں حضرت رسولِ اکرمؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے احمد! تمھاری مراد تو پوری ہو گئی۔

میں نے عرض کیا: آقا! وہ جوان کون تھا؟

فرمایا: جس کو تم نے مستجار کے وقت دیکھا تھا وہی تو تمھارے صاحب الزمان ہیں۔

۱۰۔ علی ابن مہزیار اھوازی سے ملاقات:

راویوں کی ایک جماعت نے تذکرہ کیا ہے۔ احمد بن علی رازی، علی بن حسین، قمی، حبیب بن محمد یونس بن شاذان صنعانی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں علی بن ابراہیم بن مہزیار اھوازی کے پاس گیا اور ان سے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد کے متعلق دریافت کیا۔

انھوں نے کہا: بھائی! تم نے ایک امرِ عظیم کا سوال کیا ہے۔

سنو! میں نے امام زمانہ کی زیارت کی تمنا میں بیس حج کیے مگر مجھے یہ مقصود نہ ملا۔ ایک شب جب کہ میں اپنے بستر پر سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے:

اے علی ابن ابراہیم! تجھے اللہ نے حج کا اذن دے دیا ہے۔

اس وقت رات کو تو میری سمجھ میں نہ آیا مگر جب صبح ہوئی تو مجھے فکر لاحق ہوئی۔ میں شب و روز ایامِ حج کا انتظار کرنے لگا۔

اب حج کے ایام شروع ہوئے تو میں نے سامانِ سفر درست کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مدینہ پہنچ کر میں نے حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا مگر کچھ نہ ملا۔ میں بہت متفکر ہوا اور مدینے سے مکے کی طرف روانہ

ہوا۔ راستے میں مقام الجحفہ میں ایک دن قیام کے بعد مقام غدیر کی طرف روانہ ہوا جو کہ مقام جحفہ سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر میں نے مسجد میں نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کیں لیکن وہاں بھی مقصد پورا نہ ہوا تو عسفان گیا اور یوں منازل طے کر کے مکہ جا پہنچا۔ وہاں چند دن قیام کیا اور طواف اور اعتکاف میں مصروف رہا۔ ایک شب جب میں مصروف طواف تھا تو دیکھا کہ انتہائی شکیل و جمیل جوان میرے ساتھ بڑی شان سے چل رہا تھا۔ اس کے لباس سے خوشبو آ رہی تھی اور وہ طواف کعبہ میں مصروف تھا۔ میرے دل میں کچھ احساس بیدار ہوا اور میں اس کی طرف بڑھا اور اپنے ہاتھ کو ان کے جسم سے مس کیا۔ (باقی گفتگو کو ہم مکالمہ کی شکل میں لکھ رہے ہیں)

جوان: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

ابن مہزیار: عراق کا۔

جوان: عراق میں کس مقام کے؟

ابن مہزیار: اہواز کا۔

جوان: ابن الخصیب کو جانتے ہو؟

ابن مہزیار: اللہ ان پر رحم کرے ان کی وفات ہو چکی ہے۔

جوان: اللہ ان پر رحم کرے وہ شب زندہ دار تھے اور آنسو بہا بہا کر دعائیں مانگتے تھے۔

اچھا تم علی بن ابراہیم بن مہزیار کو بھی جانتے ہو؟

ابن مہزیار: وہ میں ہی ہوں۔

جوان: ابوالحسن! اللہ تمہیں سلامتی دے وہ نشانی کہاں ہے جو تمہیں ابو محمد

حسن عسکری علیہ السلام نے دی تھی؟

ابن مہزیار: وہ میرے پاس موجود ہے۔

جوان: اچھا، اسے نکالو۔

ابن مہزیار کہتے ہیں کہ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے نکالا۔ انھوں نے اس کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ڈھلک کر رخساروں پر آ گئے۔

جوان: اے مہزیار! تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ اپنی منزل پر جاؤ اور جب رات خوب گہری ہو جائے تو شعب بنی عامر چلے آنا۔ تم مجھے وہاں پاؤ گے۔

الغرض میں اپنی منزل پر واپس آیا اور جب رات خوب گہری ہوئی تو میں نے سواری تیار کی، سامان باندھا، اس پر رکھا اور خود بھی اس کی پشت پر بیٹھ گیا اور تیزی سے شعب بنی عامر جا پہنچا۔ دیکھا تو وہاں وہی جوان ایک جگہ کھڑا ہوا مجھے آواز دے رہا تھا کہ اے ابوالحسن! ادھر آ جاؤ۔ میں نے اپنی سواری ادھر موڑ دی۔ جب قریب پہنچا تو اس نے سلام کیا اور کہا: بھائی! میرے ساتھ چلو۔

اب ہم باتیں کرتے ہوئے عرفات کی پہاڑیوں کو طے کرتے ہوئے منیٰ کی پہاڑیوں میں جا پہنچے۔ اب فجر اول طلوع ہونے والی تھی اور ہم طائف کی پہاڑیوں کے درمیان آ گئے۔ اس وقت جوان نے کہا کہ سواری سے اترو اور نماز شب پڑھ لو۔

میں نے نماز شب پڑھی۔ پھر انھوں نے نماز وتر کے لیے حکم دیا۔ میں نے نماز وتر پڑھی۔ پھر کہا کہ تعقیبات اور سجدہ شکر ادا کر لو۔

جب ہم فارغ ہوئے، جوان اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مجھے سوار ہونے کا حکم دیا۔ پھر ہم ساتھ ساتھ چلے یہاں تک کہ طائف کی پہاڑیوں کی چوٹی پر پہنچے تو جوان نے کہا:

کیا تمہیں کچھ نظر آ رہا ہے؟

ابن مہزیار کہتے ہیں کہ میں نے کہا: جی ہاں، میں ریت کا ایک ٹیلہ دیکھ رہا ہوں جس پر کمبلوں کا ایک خیمہ نصب ہے جس میں سے روشنی پھوٹ رہی ہے جسے دیکھ کر میرا دل خوش ہو رہا ہے۔ جوان نے کہا کہ وہی ہماری امید گاہ اور منزل ہے۔

پھر کہا: اچھا بھائی اور آگے چلو۔ پھر اس نے اپنی سواری آگے بڑھائی۔ میں بھی اس کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ چوٹی سے اتر کر پہاڑی کے دامن میں آ کر مجھ سے کہا کہ اب سواری سے اتر جاؤ۔ یہاں ہر جابر اور سرکش کو بھی باادب ہونا پڑے گا اور اپنے ہاتھ کی مہار چھوڑ دو۔ میں نے پوچھا: یہاں کون ہے؟

اس نے کہا کہ یہ امام قائم علیہ السلام کا حرم ہے اس میں مومن کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا اور نہ مومن کے سوا اس میں سے کوئی برآمد ہوگا۔ میں نے ہاتھ کی مہار چھوڑ دی اور اب ہم دونوں پیدل چل دیے یہاں تک کہ ہم خیمہ کے دروازے تک جا پہنچے اور داخل ہوتے ہوئے اس نے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔

تھوڑی دیر میں وہ واپس آیا اور بولا: اندر آ جاؤ۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص تہبند باندھے ہوئے، ایک چادر اوڑھے ہوئے اور اس کا ایک سرا کندھے پر ڈالے ہوئے بیٹھا ہے۔ درخشانی رنگ، قد میانہ، سر گول، پیشانی کشادہ، بھنویں ملی ہوئی، ناک ستواں، رخسار بھرے ہوئے اور داہنے رخسار پر ایک تل معلوم ہوتا تھا جیسے چاندی پر مشک کا ایک دانہ رکھا ہوا ہے۔

جب میری نظر آنجناب پر پڑی تو میں نے فوراً سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا اور میری طرف رخ کر کے اہل عراق کے متعلق دریافت کیا۔

میں نے عرض کیا: مولا وہ تو آقا! اہل عراق تو ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہر قوم میں رسوا اور ذلیل ہیں۔

آپ نے فرمایا: اے ابن مہزیار! جس طرح وہ لوگ تم پر حاکم ہیں اسی طرح تم ان پر حاکم ہو گے اور اس دن وہ لوگ ذلیل ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: آقا! آپ وطن سے بہت دور ہیں اور اس کام میں بہت دیر لگی۔ آپ نے فرمایا: اے ابن مہزیار! میرے پدر بزرگوار حضرت ابومحمد نے مجھ سے لیا کہ میں اس قوم میں نہ رہوں جس پر اللہ غضب ناک ہے اور جو دنیا اور آخرت دونوں میں ناکام ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

نیز فرمایا ہے کہ میں ایسے پہاڑوں میں رہوں جہاں پہنچنا دشوار ہو۔ آبادیوں کو چھوڑ کر ویرانوں میں رہوں۔ اللہ تم لوگوں کا مددگار ہے۔ تقیہ میں زندگی بسر کرو اس دن تک کہ اللہ مجھے حکم ظہور فرما دے۔

میں نے عرض کیا: امر ظہور کب ہوگا؟

فرمایا کہ جب تمہارے اور کعبہ کے درمیان راستہ روک دیا جائے گا۔ جب شمس و قمر ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور کواکب و نجوم ان کو گھیرے ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ یہ کب ہوگا؟

آپ نے فرمایا کہ جس سال صفا و مروہ کے درمیان دابۃ الارض کا خروج ہوگا جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی، وہ لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے وہاں چند دن قیام کیا، پھر مجھے واپسی کا حکم ملا اور اپنی

قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ مکہ سے کوفہ روانہ ہوا اور میرے ساتھ خدمت کے لیے میرا غلام بھی تھا۔ میں نے اس دوران خیر ہی خیر دیکھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرمائے۔

۷۔ جعفر کے غلام نسیم کا بیان:

رواۃ کی ایک جماعت جعفر بن محمد بن قولویہ، محمد بن یعقوب کلینی، علی بن قیس انھوں نے ایک پاسی سے روایت کی۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے سامرا میں نسیم کو ابھی ابھی دیکھا۔ اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کا دروازہ توڑا تو وہ (امام زمانہ) اندر سے نکلے اور اس کے ہاتھ میں کلہاڑا دیکھ کر فرمایا کہ تو میرے گھر میں کیا کر رہا ہے؟

نسیم نے کہا: جعفر کا خیال ہے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور انھوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اگر یہ آپ کا گھر ہے تو میں واپس جا رہا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ گھر سے چلا گیا۔

علی بن قیس کا بیان ہے کہ ابو محمد علیہ السلام کے ایک خادم سے ہم نے پوچھا تو اس نے کہا کہ تمھیں کس نے خبر دی ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے ایک عراقی پاسی نے بتایا ہے۔

اس نے کہا کہ لوگوں سے تو کوئی بات پوشیدہ ہی نہیں رہتی۔

۸۔ محمد بن اسماعیل کی گواہی:

علی بن محمد نے محمد بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر سے روایت کی ہے اور یہ اولادِ رسولؐ میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے صاحب الزماں علیہ

السلام کو دونوں مسجدوں (مکہ و مدینہ) کے درمیان دیکھا۔ وہ ابھی کمسن تھے جوان نہیں ہوئے تھے۔

۹۔ ابراہیم سے کوہِ صفا پر ملاقات:

ابراہیم بن عبدہ نیشاپوری کے خادم سے روایت ہے کہ میں ابراہیم کے ساتھ کوہِ صفا پر کھڑا تھا کہ ایک کمسن بچہ ابراہیم کے پاس آ کر ٹھہر گیا اور اس سے مناسک حج کی کتاب لے لی اور پھر اس سے مختلف مسائل پر گفتگو کی۔

۱۰۔ ابراہیم بن ادریس نے آپ کی دست بوسی کی:

ابراہیم بن ادریس سے روایت ہے کہ حضرت ابو محمد علیہ السلام کی وفات کے بعد میں نے امام زمانہ علیہ السلام کو اس وقت دیکھا جب ان کا قد کافی بڑا ہو چکا تھا۔ میں نے ان کی دست بوسی کی اور پیشانی کو بھی بوسہ دیا۔

۱۱۔ ابو علی بن مطہر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت صاحب الزماں علیہ السلام کی زیارت کی۔ آپ کا قد خاصا بڑا تھا۔

۱۲۔ ابن ابی سورہ سے ملاقات اور ان کی مدد:

احمد بن علی الرازی، ابو ذر احمد بن ابی سورہ اور اسے محمد بن حسن بن عبداللہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ زیدی الفقہ کے لحاظ سے زیدی المذہب تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ

العجر (عمایا حجرہ) کی طرف سفر کیا اور جب وہاں پہنچا تو وہاں دیکھا کہ ایک حسین و جمیل نوجوان نماز میں مصروف ہے۔ پھر ہم دونوں وہاں سے چل کر جب مدینے پہنچے تو اس نے کہا

اے ابی سورہ! کہاں کا ارادہ ہے؟

میں نے کہا کہ کوفہ جاؤں گا۔

پوچھا کہ کس کے ساتھ جاؤ گے؟

میں نے کہا کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ۔

کہا نہیں، تم ہمارے ہی ساتھ چلو۔

میں نے کہا کہ "ہمارے ساتھ" کا کیا مطلب؟

کہا کہ میرے ساتھ۔

الغرض ہم دونوں ساتھ چل پڑے اور جب مسجد سہلہ کے قبرستان پہنچے، اس نے کہا کہ وہ دیکھو وہ تمہاری منزل ہے، چاہو تو چلے جاؤ۔

پھر کہا کہ تم زراری علی بن یحییٰ کے پاس جاؤ وہ تمہیں کچھ رقم دے گا جو اس کے پاس محفوظ ہے۔

میں نے کہا کہ وہ مجھے کیوں دے گا؟

کہا کہ تم اس رقم کی نشان دہی کرنا کہ وہ اتنے دینار اور درہم پر مشتمل ہے جو فلاں جگہ رکھی ہے اور اس پر فلاں چیز کا ڈھکنا دیا گیا ہے۔

میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟

کہا کہ میں محمد بن حسن عسکری ہوں۔

میں نے کہا کہ اگر اس نشانی کے بعد بھی رقم نہ دے تو پھر؟

کہا کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں۔

ابن ابی سورہ کہتا ہے کہ زراری کے پاس گیا اور جب اس رقم کی نشان دہی کی تو اس نے وہ رقم مجھے دے دی۔

میں نے کہا کہ میرے محسن نے کہا تھا کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں۔

ابن زراری نے کہا کہ آج بڑی نشانی کے بعد کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے یہاں اس پوشیدہ کے علاوہ اور کسی کو نہ تھا۔

دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ ابو سورہ نے بیان کیا کہ اس نوجوان نے میری حوائج پوری کی۔ جواب میں میں نے اپنی تنگدستی کا ذکر کیا۔ اس طرح ہم دونوں چلتے رہے یہاں تک کہ مقام نواویس پر سحر کے وقت جا پہنچے۔

نوجوان نے اپنے ہاتھ سے زمین کریدی تو پانی نکل آیا۔ اس سے وضو کیا اور تیرہ رکعت نماز پڑھی پھر مجھ سے فرمایا تم ابوالحسن علی بن یحییٰ کے پاس جاؤ اور اس سے میرا سلام کہو اور میری طرف سے جا کر اس سے کہو کہ سات سو دینار جو فلاں مقام پر مدفون ہیں ان میں سے ایک سو دینار تمہیں دے۔

چنانچہ میں اسی وقت اس کے گھر گیا اور دستک دی، اندر سے کنیز نے پوچھا کہ کون ہے؟

میں نے کہا کہ اپنے مالک سے کہو کہ ابو سورہ آیا ہے۔ اس نے اسے پوچھتے سنا کہ ابو سورہ کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟ پھر وہ باہر آیا۔ میں نے اسے سلام کیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ وہ اندر گیا اور ایک سو دینار میرے سپرد کیے اور پوچھا کہ تم نے حضرت سے مصافحہ کیا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں۔

اس نے ازراہِ عقیدت میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور میرے ہاتھ کو اپنے چہرے پر پھیرا۔

احمد بن علی کا بیان ہے کہ روایت محمد بن علی جعفری، عبداللہ بن حسن بن نوح سے بھی مروی ہے اور یہ روایت ان کے ہاں مشہور ہے۔

۱۳۔ نمازِ مغرب اور فجر کے بارے میں امام کی ہدایت:

محمد بن یعقوب نے زہری سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے امام زمانہ کی ملاقات کے لیے بڑی جدوجہد کی اور کافی رقم خرچ کی۔ میں عمری (امام زمانہ کے پہلے نائب و سفیر) کے پاس گیا، ان کی خدمت کرتا رہا۔ پھر ایک مدت کے بعد میں نے ان سے امام زمانہ کی زیارت کی تمنا کی۔

انھوں نے فرمایا ان تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ اچھا کل صبح اول وقت آ جانا۔ میں خوشی خوشی علی الصباح ان کے ہاں گیا تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک جوان تاجروں کے لباس میں موجود ہے اور اس کی بغل میں سامان تجارت ہے۔ میں عمری کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے اشارہ کیا۔ میں ان کی طرف بڑھا اور ان سے جو کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا کیا۔ آپ نے میرے تمام سوالوں کے جواب دیے پھر آپ اٹھ کر گھر کے اندر جانے لگے تو عمری نے مجھ سے کہا۔ تمھیں اگر کچھ اور پوچھنا ہے تو پوچھ لو۔ اس کے بعد تم انھیں نہیں دیکھ پاؤ گے۔

میں آگے بڑھ کر سوال کرنا چاہتا تھا کہ آپ نے میری بات سنی اور یہ کہتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوئے۔

ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو نمازِ مغرب میں اتنی تاخیر کرے کہ آسمان میں

ستارے جھلملا جائیں اور ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو نمازِ فجر میں اتنی تاخیر کرے کہ آسمان سے ستارے غائب ہو جائیں۔ یہ فرما کر آپ گھر چلے گئے۔

۱۴۔ اسماعیل بن علی نے آپ کی زیارت کی:

احمد بن علی رازی، محمد بن علی، عبداللہ بن محمد بن جابان (۱) دہقان، ابو سلیمان داؤد بن غسان بحرانی سے روایت ہے کہ ابو سہل اسماعیل بن علی نوبختی نے مجھے بتایا کہ امام زمانہ علیہ السلام بن امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت باسعادت مقام سامرا میں ۲۵۶ھ میں واقع ہوئی تھی۔

ان کی والدہ کا نام گرامی صقیل ہے۔ ان کی کنیت ابو القاسم ہے۔ نبی اکرمؐ نے آپ کی یہی کنیت بیان کی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ میرا ہم نام ہوگا اور میرا ہم کنیت ہوگا۔ اس کا لقب مہدی ہوگا۔ وہی حجت، وہی منتظر اور وہی صاحب الزمان ہوگا۔

اسماعیل بن علی مزید بیان کرتے ہیں کہ جب امام حسن عسکری علیہ السلام مرضِ الموت میں مبتلا تھے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے خادم عقید کو طلب کیا۔ مذکور خادم حبشی تھا۔ آپ سے قبل امام علی نقی کی خدمت پر مامور تھا۔ آپ نے اس کی پرورش کی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا

عقید! (مصطکی) پانی میں ڈال کر ابال لاؤ۔

اس نے پانی ابالا تو وہ پانی آپ کی کنیز (زوجہ) صقیل والدہ صاحب الزمان لے آئیں۔

جب آپ نے پیالہ ہاتھ میں لیا تو ہاتھ کانپنے لگا اور پیالہ آپ کے دانتوں سے

۱۔ [illegible]

لگ کر بیٹھنے لگا۔ آپ نے وہ پیالہ چھوڑ دیا اور عقید سے فرمایا کہ اچھا اندر جاؤ۔ وہاں تم ایک لڑکے کو حالت سجدہ میں دیکھو گے۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔

عقید کا بیان ہے کہ میں اندر گیا ادھر ادھر دیکھا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکا سجدے میں ہے اور انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے ہے۔

میں نے قریب جا کر سلام کیا۔ میری آواز سن کر انھوں نے نماز مختصر کی۔ میں نے کہا کہ آپ کو میرے آقا بلا رہے ہیں۔

اتنے میں ان کی والدہ صقیل آ گئیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس لے گئیں۔

ابو سہل کا بیان ہے کہ جب صاحبزادہ خدمت امام میں حاضر ہوا تو ان کا چہرہ موتیوں کی طرح درخشاں تھا۔ گھونگریالے بال اور کھلے کھلے دانت تھے۔ جب امام نے صاحبزادہ کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا:

اے اپنے خاندان کے سردار! تم مجھے پانی پلاؤ اب میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ بچے نے پیالہ اٹھایا اور والد ماجد کے دہن مبارک سے لگایا۔ آپ نے پانی پینے کے بعد فرمایا کہ میری نماز کا انتظام کرو۔ آپ کے سامنے رومال رکھ دیا گیا اور بچے نے باری باری منہ اور ہاتھ وضو کے لیے دھلائے، پھر سر اور دونوں پاؤں کا مسح کر دیا۔ پھر امام نے فرمایا:

تمھیں بشارت ہو۔ تم مہدی ہو اور زمین پر حجت خدا ہو۔ تم رسول خدا کے فرزند، میرے فرزند اور میرے وصی ہو۔ تم محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فرزند ہو۔ تم پر سلسلہ امامت کا اختتام

ہے۔ تمھاری پیدائش کی بشارت رسول خدا نے دی تھی اور انھوں نے ہی تمھارا نام اور تمھاری کنیت تجویز کی تھی۔ یہ بات مجھے والد محترم نے اپنے آبائے طاہرین علیہ السلام سے سن کر تعلیم کی تھی۔ اللہ اہل بیت پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ بے شک وہ لائق حمد اور بزرگی والا ہے۔ اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

درود پاک کی تعلیم:

ابو الحسین محمد بن جعفر اسدی، حسین بن محمد بن عامر اشعری قمی، یعقوب بن یوسف ضراب غسانی نے اصفہان سے واپسی پر بتایا کہ میں نے 231ھ میں اپنے شہر کے لوگوں کے ساتھ حج کیا جو کہ عقیدہ میں ہمارے مخالف تھے۔ جب ہم مکہ پہنچے تو ہم میں سے ایک شخص نے سوق اللیل کی گلی میں ایک مکان کرائے پر لیا۔ حسن اتفاق سے وہ مکان ام المومنین حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا تھا جو کہ دار الرضا کے نام سے موسوم تھا۔ اس میں ایک ضعیفہ رہتی تھی۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ مکان کا نام دار الرضا ہے تو میں نے مکان کی خادمہ اس ضعیفہ سے دریافت کیا کہ تمھارا اس گھر کے مالک سے کیا رشتہ ہے؟ اور اس گھر کا نام دار الرضا کیوں ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میں مکان مالکوں کی ایک کنیز ہوں اور یہ مکان حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہم السلام کا ہے۔ اس میں مجھے امام حسن عسکری علیہ السلام نے رہایا تھا کیونکہ میں ان کی کنیزی میں رہ چکی ہوں۔ جب میں نے یہ سنا تو مجھے ضعیفہ سے انس پیدا ہو گیا مگر میں نے اپنے رفقا پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا۔

میں رات کو جب بھی طواف سے واپس آتا تو ان لوگوں کے ساتھ مکان کے

برآمدے میں سو جاتا تھا۔ ہم لوگ دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے کواڑے ملا کر ایک بڑا سا پتھر بھی رکھ دیا کرتے تھے۔

ایک شب ہم جس برآمدے میں سو رہے تھے اس میں مجھے ایک چراغ کی روشنی دکھائی دی جیسے کوئی مشعل ہو پھر دیکھا کہ دروازہ خود بخود کھل گیا اور ایک مرد اندر داخل ہوا جس کا قد میانہ تھا اور گندمی رنگت تھی، چھریرا بدن، پیشانی پر سجدوں کا واضح نشان، جسم پر قمیص، تہبند اور پاؤں میں موزے کے بغیر جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ سیدھا بالاخانے پر چڑھ گیا جہاں وہی ضعیفہ رہا کرتی تھی۔ ضعیفہ نے ہمیں تاکید کی تھی کہ بالاخانے پر میری بیٹی رہتی ہے لہٰذا اوپر کوئی نہ جائے۔

اب وہ مرد جب بالاخانہ کے اوپر جاتا تو میں دیکھا کرتا کہ جو روشنی بالاخانے سے گزری تھی وہ اب بالاخانہ پر جا پہنچی۔ اس ماجرا کو صرف میں ہی نہیں میرے دوسرے ساتھی بھی دیکھتے تھے اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ یہ مرد اس ضعیفہ کی بیٹی کے پاس جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ضعیفہ کی بیٹی سے نکاح متعہ کیا ہوا ہے اور یہ زن علویہ اس کو جائز سمجھتی ہے حالانکہ یہ حرام ہے۔

الغرض ہم اس مرد کو مسلسل آتے جاتے دیکھا کرتے تھے مگر جب دروازے پر جا کر دیکھتے تو پتھر اپنے مقام پر رکھا ہوتا اور دروازہ بھی بند ہوتا اور اس کو کوئی کھولتا بھی نہیں ہے اور نہ کوئی کھول کر بند کرنے آتا ہے۔ بایں ہمہ وہ مرد آتا جاتا بھی رہتا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے جستجو ہوئی اور میں نے چاہا کہ اس ضعیفہ سے اس مرد کے متعلق سوال کروں کہ یہ مرد کون ہے اور کیوں آتا ہے؟

ایک دن میں نے اس خاتون سے کہا کہ میں تجھ سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا

چاہتا ہوں مگر دوسرے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ موقع ہی نہیں ملتا اور جب تم مجھے تنہا دیکھو تو برآمدے سے نیچے آ جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں خود بھی تم سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتی تھی مگر سب لوگ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں اس لیے موقع نہیں ملا۔

میں نے کہا کہ تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہو؟

ضعیفہ نے کہا کہ دیکھو کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ وہ تم سے یہ کہتے ہیں کہ تم اپنے ساتھیوں اور شرکا سے لڑائی جھگڑا مت کیا کرو۔

میں نے کہا کہ کون کہہ رہے ہیں؟

اس نے کہا کہ میں کہہ رہی ہوں۔

چونکہ میرا دل پہلے ہی کھٹک رہا تھا اس لیے ہیبت کے مارے کچھ مزید کہنے کی مجھے جرأت نہیں ہوئی۔ صرف اتنا پوچھا کہ ساتھیوں سے تمہاری مراد کیا ہے؟ (میں یہ سمجھا تھا کہ وہ مجھے حج کے ساتھیوں کے متعلق کہہ رہی ہوگی)

اس نے کہا کہ میری مراد تیرے وہ ساتھی ہیں جو تمہارے گھر کے اندر رہتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میری اور ان لوگوں کی دینی مسائل پر نوک جھونک چلتی رہتی تھی چنانچہ ان لوگوں نے میری شکایت کی اور میں اس لیے بھاگ کر روپوش ہو گیا تھا۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ اس ضعیفہ نے میرے ان ساتھیوں کے متعلق کہا تھا۔

میں نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام سے تمہارا کیا ربط ہے؟

اس نے کہا کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خادمہ ہوں۔

جب مجھے یقین ہو گیا کہ اس کا تعلق خاندان عصمت سے ہے تو میں نے امام غائب علیہ السلام کے متعلق پوچھا اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم! سچ بتا کیا تو نے انہیں دیکھا ہے؟

اس نے کہا: اے برادر! میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا اس لیے کہ جب میں وہاں سے چلی تھی تو میری کمسنی کا عالم تھا مگر امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے یہ خوش خبری دی تھی کہ تو آخر عمر میں امام غائب کی زیارت کرے گی اور تو ان کے لیے ویسی ہی ہوگی جیسی میرے لیے ہو۔

پھر اس نے کہا کہ اس وقت میرا قیام مصر میں ہے اور اب میں یہاں اس لیے آئی ہوں کہ انہوں نے ایک مرد خراسانی کے ہاتھ جو عربی زبان سے ناواقف ہے، تیس دینار خرچ کے لیے بھیجے ہیں اور خط میں لکھا ہے کہ تم اس برس حج کر لو تو میں اسی شوق میں آئی ہوں کہ یہاں ان کی زیارت ہوگی۔

یہ قصہ سن کر میرے دل نے گواہی دی کہ جس مرد کو میں نے آتے جاتے دیکھا وہ وہی ہیں چنانچہ میں نے دس درہم لیے جن میں سے چھ کے امام زمانہ کے لیے تھے میں نے اس لیے چھپا رکھا تھا کہ ان کو مقام ابراہیم میں ڈالوں گا کیونکہ میں نے نذر مانی تھی اور دل میں سوچا تھا کہ مقام ابراہیم میں ڈالنے سے زیادہ ثواب تو اس میں ہے کہ میں یہ رقم ان لوگوں کو دے دوں جو اولاد فاطمہ میں سے ہیں۔

چنانچہ میں نے دس درہم اس ضعیفہ کو دیے اور کہا کہ اولاد فاطمہ میں سے جو تیری نظر میں زیادہ حق دار ہو اس کے حوالے کر دینا اور خیال تھا کہ ضعیفہ یہ رقم اس مرد کو دے گی جو آیا کرتا ہے۔ الغرض اس ضعیفہ نے وہ رقم لی اور بالا خانے پر گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی اور بولی کہ وہ کہتے ہیں کہ اس رقم کے لینے کا مجھے حق نہیں ہے اسے تم اسی جگہ جا کر ڈالو جس کے لیے تم نے نیت کی ہے اور نذر مانی ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس درہم کے عوض کے بدلے تم مجھ سے درہم لے لو اور وہاں ڈال دو جہاں کے لیے تم نے نذر مانی تھی۔

میں نے ایسا ہی کیا اور دل میں کہا کہ جو حکم دیا جا رہا ہے یہ اسی مرد کی طرف سے ہے۔ اور میرے پاس ایک توقیع (تحریر) کی نقل بھی تھی جو آذربائیجان میں قاسم بن العلاء کے پاس آئی تھی۔ میں نے اس ضعیفہ سے کہا: اس توقیع کی نقل اس مرد کے سامنے پیش کرو۔ جو صاحب کی توقیعات کو ضرور دیکھا ہوگا۔

اس نے کہا: لاؤ اسے پہچانتی ہوں۔

میں نے وہ نقل اس کو دکھائی اور خیال تھا کہ شاید یہ پڑھ لے گی۔ اس نے کہا کہ میں اسے یہاں تو نہیں پڑھ سکتی۔ پھر وہ توقیع لے کر اوپر چلی گئی۔ پھر کچھ دیر بعد نیچے اتر کر آئی اور بولی: ہاں یہ درست ہے اور اس کے ساتھ میں تمہیں ایک خوش خبری بھی سنانا چاہتی ہوں جو سب کے لیے مفید ہوگی۔

اس کے بعد اس ضعیفہ نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے نبی پر درود بھیجتے ہو تو کس طرح سے بھیجتے ہو؟

میں نے کہا کہ میں اس طرح کہتا ہوں:

"اللھم صل علی محمد و آل محمد وبارک علی محمد و آل محمد کافضل ما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید"

اس ضعیفہ نے کہا: نہیں، بلکہ جب تم درود بھیجو تو ہر ایک کا نام لے کر الگ الگ درود بھیجو۔ میں نے کہا: بہتر ہے۔

دوسرے دن جب وہ اوپر سے اتری تو اس کے ہاتھ میں ایک پرچہ تھا۔ اس نے کہا: انہوں نے کہا ہے کہ جب تم اپنے نبی کے اوپر درود بھیجو تو اس نسخہ کے مطابق بھیجا کرو۔

میں نے وہ پرچہ لے لیا اور اس پر عمل کرنے لگا۔ پھر میں نے متعدد راتوں میں دیکھا کہ وہ سرداب خانے سے اترتا اور چراغ کی روشنی بدستور جلتی رہتی تو میں سرداب کی طرف اور اس روشنی کے پیچھے چلتا لیکن مجھے صرف روشنی دکھائی دیتی تھی وہ شخص نظر نہ آتا تھا یہاں تک کہ وہ مسجد (کعبہ) میں داخل ہو جاتا جہاں مختلف شہروں سے لوگوں کو دیکھتا کہ دروازے پر آتے اور اپنے اپنے عریضے اس ضعیفہ کو دیتے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ ضعیفہ ان لوگوں کا رقعہ جواب کے ساتھ واپس کرتی اور ان سے ایسی زبان میں گفتگو کرتی جسے میں نہیں سمجھتا تھا۔ ان میں سے چند لوگ واپسی پر راستے میں بھی ملتے۔ یہاں تک کہ میں بغداد پہنچ گیا۔ متعدد ذیل درود جو اس پرچے میں امام زمانہ نے تحریر فرمائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم، "اللهم صل على محمد سيد المرسلين وخاتم النبيين وحجة رب العالمين المنتجب في الميثاق المصطفى في الظلال المطهر من كل آفة البرىء من كل عيب المؤمل للنجاة المرتجى للشفاعة المفوض اليه دين الله"

اللہ کے نام سے جو رحمن اور رحیم ہے۔ اے اللہ! درود بھیج محمد پر جو مرسلین کے سردار اور خاتم الانبیاء ہیں اور عالمین کے پالنے والے کی حجت و دلیل ہیں جو کہ روز میثاق کے منتخب ہیں اور مصطفیٰ اور برگزیدہ اور محمود ہیں تمام سایہ شدہ شخصوں میں جو کہ ہر آفت سے پاک و پاکیزہ ہیں اور ہر عیب سے بری ہیں اور وہ نجات اور شفاعت کی امید گاہ ہیں اور وہ دین خدا کے مختار ہیں۔

"اللهم شرف بنيانه وعظم برهانه وافلج حجته وارفع درجته واضىء نوره وبيض وجهه واعطه الفضل والفضيلة والمنزلة والوسيلة

وابعثه مقاما محمودا يغبطه به الاولون والآخرون"

اے اللہ! ان کو شرف و بزرگی عطا فرما، ان کے دین کی عمارت کو مضبوط فرما اور ان کی دلیل کو عظمت عطا کر اور ان کی حجت کو ظاہر فرما اور ان کا درجہ بلند فرما اور ان کے نور کو زیادہ کر، ان کے چہرے کو روشن فرما، ان کی فضیلتوں میں اضافہ فرما، ان کا درجہ بلند فرما، قریب ترین مقام وسیلہ عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر مبعوث فرما جس پر تمام اولین و آخرین رشک کریں۔

"وصل على امير المومنين ووارث المرسلين وقائد الغر المحجلين وسيد الوصيين وحجة رب العالمين"

اے اللہ! درود بھیج امیر المومنین پر اور مرسلین کے وارث اور روشن پیشانیوں (والوں) کے قائد، سردار اوصیاء کے سالار اور رب العالمین کی حجت پر۔

وصل على الحسن بن على امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

وصل على الحسين بن على امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

وصل على على بن الحسين امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

وصل على محمد بن على امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

وصل على جعفر بن محمد امام المؤمنين ووارث المرسلين

وحجة رب العالمين

وصلّ على علىّ بن موسى الرضا امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

وصلّ على محمد بن علىّ امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

وصلّ على علىّ بن محمد امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

وصلّ على الحسن بن علىّ امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

وصلّ على الخلف الصالح الهادى المهدى امام المؤمنين ووارث المرسلين وحجة رب العالمين

اللهم صلّ على محمد واهل بيته الائمة الهادين المهديين العلماء الصادقين الابرار المتقين دعائم دينك واركان توحيدك

وتراجمة وحيك وحججك على خلقك وخلفائك فى ارضك الذين اخترتهم لنفسك واصطفيتهم على عبادك وارتضيتهم لدينك وخصصتهم بمعرفتك وجللتهم بكرامتك

وغشيتهم برحمتك وربيتهم بنعمتك وغذيتهم بحكمتك والبستهم من نورك ورفعتهم فى ملكوتك وحففتهم بملائكتك

وشرفتهم بنبيك اللهم صلّ على محمد وعليهم صلاة كثيرة

دائمة طيبة لا يحيط بها الا انت ولا يسعها الا علمك ولا يحصيها احد غيرك

اللهم صلّ على وليك المحيى سنتك القائم بامرك الداعى اليك الدليل عليك وحجتك على خلقك وخليفتك فى ارضك وشاهدك على عبادك ○

اللهم اعز نصره ومد فى عمره وزين الارض بطول بقائه ○

اللهم اكفه بغى الحاسدين واعذه من شر الكائدين وازجر عنه ارادة الظالمين وتخلصه من ايدى الجبارين

اللهم اعطه فى نفسه وذريته وشيعته ورعيته وخاصته وعامته وعدوه وجميع اهل الدنيا ما تقر به عينه وتسر به نفسه وبلغه افضل امله فى الدنيا والآخرة انك على كل شىء قدير"

اللهم جدد به ما محى من دينك واحى به ما بدل من كتابك واظهر به ما غير من حكمك حتى يعود دينك به وعلى يديه غضا جديدا خالصا مخلصا لا شك فيه ولا شبهة معه ولا باطل عنده ولا بدعة لديه

اللهم نور بنوره كلّ ظلمة وهد بركنه كلّ بدعة واهدم بعزته كلّ ضلالة واقصم به كلّ جبار واخمد بسيفه كلّ نار واهلك بعدله كلّ جبار واجر حكمه على كلّ حكم واذل بسلطانه كلّ سلطان

اللهم اذل كلّ من ناواه واهلك كلّ من عاداه وامكر بمن كاده واستأصل بمن جحد حقه واستهان بامره وسعى فى اطفاء نوره واراد

احماد ذکرہ ٥

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدن المصطفیٰ وعلی ن المرتضیٰ والفاطمۃ الزھراء والحسن الرضا والحسین المصفا وجمیع الاوصیاء ومصابیح الدّجیٰ واعلام الھدیٰ و منار التّقیٰ والعروۃ الوثقیٰ والحبل المتین الصراط المستقیم وصلّ علیٰ ولیکَ وولاۃ عھدہ والآئمۃ من ولدہ ومدلی اعمارھم وزد فی اجالھم وبلّغھم اقصیٰ آمالھم ودنیا واخرۃ انک علیٰ کلّ شیءٍ قدیر ٥

☆☆☆

فصل

امام زمانہ علیہ السلام کے معجزات

دورِ غیبت میں آپ سے اتنے معجزات صادر ہوئے ہیں کہ ان کے بیان کرنے کے لیے پوری کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم خوفِ طوالت کے پیش نظر چند روایات ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ محمد بن ابراہیم کو وکیل مقرر فرمایا:

رواۃ کی ایک جماعت، ابوالقاسم بن محمد بن قولویہ، محمد بن یعقوب نے مرفوعاً محمد بن ابراہیم بن مہزیار سے روایت ہے کہ حضرت امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ شک ہوا کہ اب امام کون ہیں۔

میرے والد کے پاس بہت سا مال (امام) جمع تھا انھوں نے وہ سارا مال لیا اور کشتی پر سوار ہوئے، میں بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوا۔ راہ میں انھیں سخت بخار لاحق ہو گیا، انھوں نے کہا اے فرزند! مجھے واپس لے جاؤ یہ بخار میری موت کا پیغام ہے اور سنو! اس مال کے متعلق اللہ سے ڈرنا پھر مجھے وصیت کر کے انتقال کر گئے۔

والد کی وفات کے بعد میں نے دل میں سوچا کہ میرے والد دیندار انسان تھے اس لیے وہ کوئی غلط وصیت نہیں کر سکتے تھے۔

لہٰذا میں یہ مال لے کر عراق جاتا ہوں وہاں دریا کے کنارے کرائے پر ایک

مکان لوں گا اور کسی کو مال کی خبر نہ دوں گا اور اگر امام حسن عسکری علیہ السلام کی مانند کسی کی امامت واضح ہو گئی تو میں یہ مال اس کے سپرد کر دوں گا بصورت دیگر یہ سامان صدقہ کر دوں گا۔

یہ سوچ کر میں عراق گیا اور دریائے (دجلہ) کے کنارے ایک مکان کرایہ پہ لے کر رہنے لگا۔ کچھ دن کے بعد ایک قاصد میرے پاس ایک خط لے کر آیا اس میں تحریر تھا:

اے محمد! تمہارے پاس فلاں فلاں چیز ہے جو فلاں فلاں مقام پر رکھی ہوئی ہے۔

یہاں تک کہ اس میں وہ چیزیں بھی لکھی تھیں جن کا خود مجھے بھی علم نہ تھا۔

یہ خط پڑھ کر میں نے وہ سارا مال قاصد کے حوالے کر دیا پھر چند دن مزید قیام کیا مگر امام کی توجہ میری طرف نہ ہوئی جس کا مجھے رنج ہوا۔

ایک روز اچانک ایک رقعہ آیا جس میں تحریر تھا:

میں نے تمہیں تمہارے والد کی جگہ (اپنا وکیل) مقرر کر دیا۔

یہ رقعہ پڑھ کر میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

۲۔ گھوڑے اور تلوار کی قیمت بھیج دو:

احمد بن حسن کے غلام بدر نے اپنے مالک احمد بن حسن سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں خطۂ جبل میں پہنچا۔ میں امامت (آئمہ طاہرین) کا قائل نہ تھا مگر محبت ان سب سے کرتا تھا۔ اسی اثنا میں یزید بن عبدالملک مر گیا۔ اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ میرا گھوڑا، تلوار اور کمر کا پٹکا میرے مولا کو دے دینا مگر مجھے لوگوں سے خوف لاحق ہوا کہ وہ میری بے عزتی کریں گے۔ اسی لیے میں نے گھوڑے، تلوار اور پٹکے کی کچھ قیمت

اندازہ سات سو دینار لگایا اور کسی کو نہیں بتایا۔ اسی اثنا عراق سے (امام زمانہ) کا یہ خط میرے پاس آیا جس میں تحریر تھا:

گھوڑے، تلوار اور پٹکے کی قیمت سات سو دینار جو میرے تمہارے پاس امانت رکھے ہوئے ہیں تم وہی رقم مجھے بھیج دو۔

۳۔ عقیقہ کی ضرورت نہیں ہے:

ایک شخص کا بیان ہے کہ خدا نے مجھے فرزند عطا کیا۔ میں نے امام زمانہ کو خط لکھا اور اس میں یہ عرض کیا کہ میں ساتویں دن نومولود کا ختنہ اور عقیقہ کرنا چاہتا ہوں۔

جواب موصول ہوا ایسا مت کرو۔

وہ بچہ ساتویں یا آٹھویں دن مر گیا۔ میں نے امام علیہ السلام کو خط لکھ کر صورت حال واضح کی۔ امام علیہ السلام کا جواب موصول ہوا کہ اللہ تمہیں اس کا نعم البدل عطا کرے گا اس کا نام احمد رکھنا۔ احمد کو خدا ایک بیٹا دے گا اس سے کہنا کہ وہ اپنے بیٹے کا نام جعفر رکھے۔

پھر وہی کچھ ہوا جو امام نے کہا تھا۔

آپ کے ایک چاہنے والے نے آپ کو خط لکھا کہ مجھے کفن بھیجیں، آپ نے اسے جواب میں لکھا کہ ابھی تمہیں کفن کی ضرورت نہیں ہے تمہیں اسی برس کی عمر میں موت آئے گی۔

پھر آپ نے اس کی موت سے کچھ دن پہلے اس کے پاس کفن بھجوا دیا۔

۴۔ سردست زیارت ملتوی کردو:

محمد بن یعقوب نے علی بن محمد سے روایت کی ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے یہ حکم آیا کہ فی الحال مقابر قریش (کاظمین) اور الحیر (کربلا) کی زیارت پر مت جاؤ۔

اس حکم کے بعد وزیر باقطائی نے مجھے بلایا اور کہا کہ فرات کے کنارے رہنے والوں اور قریۂ البرکتین کے باشندوں سے کہہ دو کہ وہ مقابر قریش اور کربلا کی زیارت کو نہ جائیں اس لیے کہ خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ جو بھی مقابر قریش اور کربلا کی زیارت کو جائے اسے گرفتار کر لو۔

امام زمانہ علیہ السلام کی توقیعات (مکتوبات)

امام علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً جو خطوط لکھے تھے انھیں توقیعات کہا جاتا ہے۔

کتب حدیث میں آپ کی بہت سی توقیعات مرقوم ہیں ہم یہاں آپ کی چند توقیعات کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

۱۔ رواۃ کی ایک جماعت، ابو محمد تلعکبری، احمد بن علی الرازی، حسین بن علی قمی، بن علی بن حاتم قمی کی وساطت سے، یعقوب اشعر کے پاس ثقہ شیخ کا بیان ہے کہ ابن ابی غانم قزوینی اور شیعہ کی ایک جماعت کے درمیان حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے جانشین کے متعلق اختلاف ہو گیا، ابن ابی غانم کا موقف یہ تھا کہ حضرت ابو محمد کی رحلت ہو گئی ہے پھر انھوں نے کوئی وارث نہیں چھوڑا، پھر اس عنوان کا ایک مکتوب تیار کیا گیا اور اس مکتوب کو ناحیہ مبارک کی طرف روانہ کیا گیا اور اس میں اس تنازعہ کا ذکر کیا گیا۔

امام کی طرف سے انھیں یہ جواب موصول ہوا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ عافانا اللہ وایاکم من الضلالۃ والفتن ووھب لنا ولکم روح الیقین واجارنا وایاکم من سوء المنقلب انہ انھی الی ارتیاب جماعۃ منکم فی الدین وما دخلھم من الشک والحیرۃ فی ولاۃ امورھم فغمنا ذلک لکم لا لنا وساءنا فیکم لا فینا لان اللہ معنا ولا فاقۃ بنا الی غیرہ والحق معنا فلن یوحشنا من قعد عنا ونحن صنائع ربنا والخلق بعد صنائعنا (۱)

یا ھؤلاء مالکم فی الریب تترددون وفی الحیرۃ تنعکسون او ما سمعتم اللہ عزوجل یقول: "یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" (النساء/59)

اوما علمتم بما جاءت بہ الآثار مما یکون ویحدث فی ائمتکم عن الماضین والباقین منھم علیھم السلام

او ما رأیتم کیف جعل اللہ لکم معاقل تأوون الیھا واعلاما تھتدون بھا من لدن آدم علیہ السلام الی ان ظھر الماضی علیہ السلام کلما غاب علم بدا علم واذا افل نجم طلع نجم؟ فلما قبضہ اللہ الیہ ظننتم ان اللہ ابطل دینہ وقطع السبب بینہ وبین خلقہ کلا ما کان ذلک ولا یکون حتی تقوم الساعۃ ویظھر امر اللہ سبحانہ وھم کارھون وان الماضی علیہ السلام مضی سعیدا فقیدا علی منہاج آبائہ علیھم السلام حذو النعل بالنعل وفینا وصیتہ وعلمہ ومن ھو خلفہ ومن ھو یسد

لا ینازعنا موضعه الا ظالم آثم و لا یدعیه دوننا الا جاحد کافر ولولا ان امر الله تعالی لا یغلب وسره لا یظهر و لا یعلن لظهر لکم من حقنا ما تبهر منه عقولکم ویزیل شکوککم لکنه ماشاء الله کان ولکل اجل کتاب فاتقوا الله وسلموا لنا وردوا الامر الینا فعلینا الاصدار کما کان منا الایراد ولا تحاولوا کشف ما غطی عنکم ولا تمیلوا عن الیمین و تعدلوا الی الشمال واجعلوا قصدکم الینا بالمودة علی السنة الواضحة فقد نصحت لکم والله شاهد علی وعلیکم ولولا ما عندنا من محبة صلاحکم ورحمتکم والاشفاق علیکم لکنا عن مخاطبتکم فی شغل فیما قد امتحنا به من منازعة الظالم العتل الضال المتتابع فی غیه المضاد لربه الداعی ما لیس له الجاحد حق من افترض الله طاعته الظالم الغاصب وفی ابنة رسول الله ﷺ لی اسوة حسنة وسیردی الجاهل رداء عمله وسیعلم الکافر لمن عقبی الدار عصمنا الله وایاکم من المهالک والاسواء والآفات والعاهات کلها برحمته فانه ولی ذلک والقادر علی ما یشاء وکان لنا ولکم ولیا وحافظا والسلام علی جمیع الاوصیاء والاولیاء والمؤمنین ورحمة الله وبرکاته وصلی الله علی محمد و آله وسلم تسلیما"٥

بنام خداوند رحمٰن و رحیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں گمراہی اور فتنوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں اور تمہیں روحِ یقین عطا فرمائے اور ہمیں اور تمہیں برے انجام سے محفوظ رکھے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک جماعت دین میں شک کرنے لگی ہے اور انہیں اپنے

والیانِ امور کے متعلق شک اور سرگردانی لاحق ہوئی ہے۔

اس حالت کو دیکھ کر ہمیں غم ہوا اور یہ غم تمہارے لیے ہے ہماری اپنی ذات کے لیے نہیں ہے اور اس طرزِ عمل سے ہمیں دکھ ہوا لیکن یہ دکھ بھی تمہارے لیے ہے ہمارے لیے نہیں ہے کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا کے علاوہ ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ حق ہمارے ساتھ ہے۔ اور کسی کی دوری سے ہمیں پریشانی لاحق نہیں ہوتی اور ہم رب کے بنائے ہوئے اور بعد میں مخلوق کو ہم نے بنایا ہے۔ (1)

1۔ اصل عربی: "نحن صنائع ربنا و الخلق بعد صنائعنا" کے الفاظ امیر المومنین علیہ السلام کے ایک مکتوب میں بھی موجود ہیں اور یہ نہج البلاغہ کے حصہ مکتوبات کا اٹھائیسواں مکتوب ہے۔ البتہ نہج البلاغہ کے الفاظ یہ ہیں:

"فانا صنائع ربنا والناس بعد صنائع لنا" اگر یہی الفاظ ہوں تو ان کا اردو ترجمہ وہی ہوگا جو ہم نے لکھا ہے اور اگر "صنائع لنا" کی بجائے "صنائعنا" ہو جیسا کہ یہاں شیخ الطائفہ نے لکھا ہے تو بھی اس کا ترجمہ یہی ہے کہ ہم اللہ کے احسان پروردہ ہیں اور لوگ ہمارے احسان پروردہ ہیں۔

مرحوم مفتی جعفر حسین رحمۃ اللہ نے نہج البلاغہ کے اس مکتوب کی شرح میں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کا یہ قول نقل کیا ہے:

"یقول لیس من البشر علینا نعمة بل الله تعالی هو الذی انعم علینا فلیس بیننا و بینه واسطة والناس باسرهم صنائعنا فنحن الواسطة بینهم و بین الله تعالی و هذا مقام جلیل ظاهره مشهور و باطنه انهم عبید الله و ان الناس عبیدهم" (شرح ابن ابی الحدید جلد 3/451)

حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں بلکہ خداوند عالم نے ہمیں تمام نعمتیں دی ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہے اور تمام لوگ ہمارے احسان پروردہ ہیں [illegible] ہم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ ایک عظیم منزلت اور جلیل مقام ہے۔ ان الفاظ کا ظاہری مفہوم وہی ہے جو تمہارے گوش گزار ہوا ہے لیکن ان کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور [illegible] کے بندے ہیں۔ (نہج البلاغہ مترجم مکتوب 28)

اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم شک اور حیرت میں ڈوبے ہوئے ہو کیا تم نے
اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں
سے صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو۔"

کیا تمہیں علم نہیں کہ جو کچھ آثار میں بیان ہوا ہے اور جو کچھ تمہارے سابق آئمہ پر
گزری ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے کیسی پناہ گاہیں پیدا کی ہیں تاکہ تم
ان کی پناہ حاصل کرو۔ اللہ نے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عسکری علیہ السلام تک
علامات قائم فرمائیں اور جب ہدایت کا ایک پرچم غائب ہوتا اور دنیا سے رخصت ہوتا تو
اس کی جگہ دوسرا پرچم ظاہر ہوتا تھا۔ جب ایک ستارہ غروب ہوتا تو دوسرا ستارہ طلوع ہوتا
رہا۔

اور جب اللہ نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو اپنے جوارِ رحمت میں بلایا تو تم یہ
سمجھ گئے کہ اب اللہ نے اپنے دین کو باطل کر دیا اور اپنے اور مخلوق کے درمیانی واسطوں
کو منقطع کر دیا جب کہ ایسا نہیں ہے اور تا قیامت ایسا نہ ہو گا اور اللہ کا امر ظاہر ہو گا جب کہ
شک کرنے والوں کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے آباء طاہرین کے نقشِ قدم پر چلتے
ہوئے سعادت مندانہ طور پر دنیا سے رخصت ہوئے تھے جب کہ ان کی وصیت اور علم ان
کے جانشین کے پاس ہے جو تمہارے درمیان موجود ہے اور جو بھی جانشین کے بارے میں ہم
سے نزاع کرے اور مخالفت کرے تو وہ گناہگار اور ظالم ہے اور ہمارے علاوہ کوئی اس کا
دعویدار نہیں ہے۔ ہمارے علاوہ اگر کوئی اس کا دعویٰ کرے تو وہ منکر و کافر ہو گا۔ ہمارا فرمان

مطلب نہیں ہوتا اور اس کے راز فاش نہ ہوں گے تمہارے لیے ہمارا حق اس انداز سے
ظاہر ہو جاتا جو تمہاری عقول سے شکوک و شبہات کے پردے ہٹ جاتے لیکن خدا جو چاہے گا
وہی ہو گا موقع کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ لہٰذا خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور ہمارے فرمان
کے لیے تسلیم ہو جاؤ اور اپنے مسائل اور امور کے لیے ہم سے رجوع کرو۔ ہمارا یہ وظیفہ
ہے کہ تمہیں علم عطا کریں اور ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم علم و معرفت کی طرف تمہاری
راہنمائی کریں۔ جن باتوں کو تم سے مخفی رکھا گیا ہے ان کے جاننے پر اصرار نہ کرو اور سیدھے
راستے سے انحراف نہ کرو اور بائیں طرف جھکاؤ نہ رکھو۔ ہماری دوستی اور محبت کا قصد کر کے
سنتِ رسولؐ کے مطابق ہماری پیروی کرو۔ میں نے تمہیں نصیحت کر دی ہے۔ اللہ میرا اور
تمہارا گواہ ہے۔

اگر ہمیں تمہاری اصلاح سے محبت نہ ہوتی اور ہم تم پر رحمت کے خواہش مند نہ
ہوتے تو ہمیں تم سے رابطے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ ہمیں ظالم اور سرکش سے مقابلہ درپیش
ہے اور وہ ایسا شخص ہے جو اپنی گمراہی میں اندھا ہے جو وہ اپنے رب کا نافرمان ہے۔ وہ ایسے
دعویٰ کرتا ہے جس کا حق نہیں ہے وہ اس کا منکر ہے جس کی اطاعت کو اللہ نے فرض کیا ہے
وہ شخص ظالم و غاصب ہے۔ دختر رسولؐ ہمارے لیے عمل تقلید نمونہ ہیں۔ جاہل کو اس کے
عمل کی خرابی چھوڑ دے گی کافر عنقریب جان لے گا کہ آخرت کا گھر کس کے لیے ہے۔

اللہ ہمیں اور تمہیں ہلاکتوں سے محفوظ رکھے وہ اس کا مالک ہے اور جو چاہے اس
پر کامل قدرت رکھتا ہے اور وہ ہم سب کا مالک ہے۔ تمام اوصیاء، اولیاء اور مومنین پر سلام
اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں۔ اللہ کا درود ہو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اور آپؐ کی جملہ آل پر اور سلام ہو۔

۲۔ جعفر کذاب کی مذمت میں توقیع:

راویوں کی ایک جماعت، تلعکبری، احمد بن علی، اسدی، سعد بن عبداللہ الاشعری، الشیخ صدوق احمد بن اسحاق بن سعد الاشعری، اسحاق بن احمد سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مرتبہ ان کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ جعفر (کذاب) ابن علی نے آپ کو ایک خط لکھا ہے اور اس میں اپنا تعارف کروایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے بعد امام ہے اس کے پاس حلال و حرام کے علاوہ بھی علوم موجود ہیں جن کی لوگوں کو ضرورت ہے۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب میں نے جعفر بن علی کا خط پڑھا تو حضرت صاحب الزمان کو خط لکھا اور لفافہ میں جعفر کے خط کو بھی ڈال دیا تو آنجناب کی طرف سے میرے پاس یہ جواب آیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ اتانی کتابک ابقاک اللہ والکتاب الذی انفذته درجه واحاطت معرفتی بجمیع ما تضمنه علی اختلاف الفاظه وتکرر الخطا فیه ولو تدبرته لوقفت علی بعض ما وقفت علیه منه الحمدلله رب العالمین حمد الاشریک له علی احسانه الینا و فضله علینا ابی اللہ عزوجل للحق الا تماما وللباطل الا زهوقا وهو شاهد علی بما اذکره ولی علیکم بما اقوله اذا اجتمعنا لیوم لاریب فیه ویسألنا عما نحن فیه مختلفون انه لم یجعل لصاحب الکتاب علی المکتوب الیه ولا علیک ولا علی احد من الخلق جمیعاً امامة مفترضة ولا طاعة ولا ذمة وسابین لکم جملة تکتفون بها ان شاء اللہ تعالی ٭

یا هذا یرحمک اللہ ان اللہ تعالی لم یخلق الخلق عبثا ولا اهملهم سدی بل خلقهم بقدرته وجعل لهم اسماعا وابصارا وقلوبا والبابا ثم بعث الیهم النبیین علیهم السلام مبشرین ومنذرین یامرونهم بطاعته وینهونهم عن معصیته ویعرفونهم ما جهلوه من امر خالقهم ودینهم وانزل علیهم کتابا وبعث الیهم ملائکة یاتین بینهم و بین من بعثهم الیهم بالفضل الذی جعله لهم علیهم وما اتاهم من الدلائل الظاهرة والبراهین الباهرة والآیات الغالبة

فمنهم من جعل النار علیه بردا وسلاما واتخذه خلیلا و منهم من کلمه تکلیما وجعل عصاه ثعبانا مبینا و منهم من احیی الموتی باذن اللہ وابرا الاکمه والابرص باذن اللہ ومنهم من علمه منطق الطیر و اوتی من کل شیء ثم بعث محمدا صلی اللہ علیه و آله رحمة للعالمین وتمم به نعمته وختم به انبیائه وارسله الی الناس کافة واظهر من صدقه ما اظهر و بین من ایاته وعلاماته ما بین ٭

ثم قبضه صلی اللہ علیه و اله حمیدا فقیداً سعیداً وجعل الامر بعده الی اخیه وابن عمه ووصیه ووارثه علی بن ابی طالب ثم الی الاوصیاء من ولده واحدا واحدا واحیابهم دینه واتم بهم نوره و جعل بینهم و بین اخوانهم و بنی عمهم والادنین فالادنین من ذوی ارحامهم فرقانا بینا یعرف به الحجة من المحجوج والامام من الماموم بان عصمهم من الذنوب وبراهم من العیوب وطهرهم من الدنس ونزههم من اللبس جعلهم خزان علمه و مستودع حکمته وموضع سره وایدهم

بالدلائل ولولا ذلک لکان الناس علیٰ سواء و لادعا امر الله عزوجل کل احد ولما عرف الحق من الباطل ولا العالم من الجاهل

وقد ادعی هذا المبطل المفتری علی الله الکذب بما ادعاه فلا ادری بایة حالة هی له رجاء ان یتم دعواه افقه فی دین الله؟ فوالله مایعرف حلالا من حرام ولا یفرق بین خطاء و صواب، ام بعلم فما یعلم حقا من باطل ولا محکما من متشابه ولا یعرف حد الصلاة ووقتها ام بورع فالله شهید علی ترکه الصلاة الفرض اربعین یوماً یزعم ذلک لطلب الشعوذة ولعل خبره قد تادی الیکم وهاتیک ظروف مسکره منصوبة و آثار عصیانه لله عزوجل مشهودة قائمة ام بآیة فلیات بها ام بحجة فلیقمها ام بدلالة فلیذکرها قال الله عزوجل فی کتابه ٭

بسم الله الرحمن الرحیم ۝ تنزیل الکتاب من الله العزیز الحکیم ۝ ما خلقنا السموات والارض و ما بینهما الا بالحق واجل مسمی والذین کفروا عما انذروا معرضون ۝ قل ارأیتم ماتدعون من دون الله اورنی ما ذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السماوات ائتونی بکتاب من قبل هذا او اثارة من علم ان کنتم صادقین ۝

ومن اضل ممن یدعوا من دون الله من لا یستجیب له الی یوم القیامة وهم عن دعائهم غافلون ۝ واذا حشر الناس کانوا لهم اعداء وکانوا بعبادتهم کافرین ۝ (احقاف / 1 تا 6)

فالتمس تولی الله توفیقک من هذا الظالم ماذکرت لک وامتحنه

وسله عن آیة من کتاب الله یفسرها او صلاة فریضة یبین حدودها و ما یجب فیها لتعلم حاله و مقداره یظهر لک عواره ونقصانه والله حسیبه ۝

حفظ الله الحق علی اهله واقره فی مستقره وقد ابی الله عزوجل ان تکون الامامة فی اخوین بعد الحسن والحسین علیهما السلام واذا اذن الله لنا فی القول ظهر الحق واضمحل الباطل وانحسر عنکم والی الله ارغب فی الکفایة وجمیل الصنع والولایة وحسبنا الله و نعم الوکیل وصلی الله علی محمد و آل محمد"

ترجمہ: بنام خداوند بخشندہ و مہربان

اللہ تم کو سلامت رکھے تمہارا خط ملا اور وہ خط بھی ملا جو تم نے لفافہ میں رکھ دیا تھا۔ میں اس کے مضمون سے مطلع ہوا۔ اس میں جگہ جگہ تضاد اور غلطیاں ہیں اگر تم اسے غور سے پڑھتے تو تمہیں خود بھی معلوم ہو جاتا۔ میں اس رب العالمین کی حمد بجا لاتا ہوں جس کی حمد میں کوئی شریک نہیں ہے اس نے ہم پر اپنا احسان و فضل فرمایا۔ اللہ کو اس کے علاوہ اور کچھ منظور نہیں ہے کہ وہ حق کو اتمام تک پہنچائے اور باطل کو مٹا دے۔

اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اور جس کا ذکر کر رہا ہوں اس پر گواہ رہے گا اس دن کہ جس کے آنے میں شک ہی نہیں۔ وہ ہم لوگوں سے پوچھے گا اس امر کے متعلق جس میں ہم نے اختلاف کر رکھا ہے۔ اس نے اس خط کے لکھنے والے کو کتاب الٰہی (یعنی مجھ) پر اور تم پر اور اس کی مخلوق میں سے کسی شخص پر امام نہیں بنایا نہ اس کی اطاعت فرض کی نہ کوئی ذمہ داری سونپی جناب میں اس کی ذرا وضاحت کر دوں تاکہ وہ ان شاء اللہ تم لوگوں کے لیے کافی ہو۔

اے احمد بن اسحاق اللہ تم پر رحم فرمائے رسول اللہ نے کسی مخلوق کو بے کار خلق نہیں

حا۔ میم۔ یہ کتاب کا نزول اللہ زبردست صاحبِ حکمت کی طرف سے ہے ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے ایک مقررہ مدت تک کے لیے حق کے ساتھ پیدا کیا اور جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ اسی بات سے اعراض کرتے ہیں جس سے ان کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ (اے حبیبؐ) کہہ دیجئے کہ تم لوگ ذرا سوچو تو سہی کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود سمجھ کر پکارتے (عبادت کرتے) ہو (وہ کیا ہیں) مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین سے کس چیز کو پیدا کیا ہے یا آسمان میں ان کی کوئی شراکت و شرکت ہے۔

اگر تم سچے ہو تو میرے پاس اس سے پہلے والی کوئی کتاب یا علمی آثار لا کر دکھاؤ۔ بھلا اس سے زیادہ بھی کوئی گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے بجائے کسی اور کو پکارے جو قیامت کے دن تک اس کا جواب ہی نہ دے سکیں حالانکہ ان کو تو ان کی پکار کا شعور تک نہیں اور جب لوگوں کو یکجا جمع کیا جائے گا تو وہی ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔

(سورۃ الاحقاف/1-6)

۔ تو اللہ تمھیں توفیق دے اس خادم سے پوچھو جو میں نے تمھیں بتایا ہے اور اس کا امتحان لو اور قرآن مجید کی کسی ایک آیت کی اس سے تفسیر دریافت کرو یا نماز فریضہ کے حدود کیا ہیں؟

یہ دریافت کر کے دیکھو کہ اس میں کیا واجب ہے تا کہ تمھیں اس کا حال اور علمی قابلیت کا پتہ چل جائے اور تمھیں اس کے نقص و عیب کا پتہ چل جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حق کو اس کے اہل میں محفوظ کر دیا ہے اور اس کو اس کے محل پر رکھا ہے اور اللہ کو یہ منظور نہیں کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد امامت کا عہدہ دو بھائیوں کے لیے اور جب اللہ عز و جل ہمیں بولنے کی اجازت دے گا تو حق ظاہر ہوگا اور باطل مرجھا جائے گا

اور میں اللہ تعالیٰ سے کفایت چاہتا ہوں۔

(بس) وہ ہمارے لیے کافی ہے اور بہترین وکیل ہے اور اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر۔

۲۔ اسحاق بن یعقوب کے مسائل کے جوابات:

رواۃ کی ایک جماعت، جعفر بن محمد بن قولویہ اور ابو غالب زراری، محمد بن یعقوب کلینی، اسحاق بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمری رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ میرا ایک خط میرے مولا تک پہنچا دیں۔ اس خط کے اندر میں نے کچھ مشکل مسائل لکھے تھے پھر امام صاحب الزمان علیہ السلام کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی یہ توقیع میرے پاس آئی اور وہ توقیع یہ ہے:

اما ما سالت عنہ ارشدک اللہ وثبتک من امر المنکرین لی من اہل بیتنا و بنی عمنا فاعلم انہ لیس بین اللہ و بین احد قرابۃ ومن انکرنی فلیس منی وسبیلہ سبیل ابن نوح و اما سبیل عمی جعفر وولدہ فسبیل اخوۃ یوسف علیہ السلام واما الفقاع فشربہ حرام ولا باس بالشلماب اما اموالکم فما نقبلھا الا لتطہر وا فمن شاء فلیصل ومن شاء فلیقطع فما اتانا اللہ خیر مما اتاکم"

اللہ تمھیں ہدایت پر قائم رکھے۔ اللہ تمھیں ہمارے منکرین کے مقابلے میں ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ ہمارے منکرین کا تعلق ہمارے اپنے خاندان اور عم زادوں سے ہے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہے۔

جو میرا انکار کرے تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ فرزند نوح کی مانند ہے۔ جہاں تک میرے چچا جعفر اور اس کی اولاد کا تعلق ہے تو وہ فرزند نوح کی مانند ہیں اور ان یوسف کے بھائیوں کی مانند ہے۔ واضح رہے کہ فقاع حرام ہے البتہ آب شعیر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم تمہارے اموال صرف اس لیے قبول کرتے ہیں تاکہ تم لوگ پاک و طاہر ہو جاؤ۔ اب جس کا جی چاہے ہمیں مال بھیجے اور جسے نہ چاہے وہ مال نہ بھیجے۔ اللہ نے ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے وہ تمہارے مال و متاع سے کہیں بہتر ہے۔

واما ظهور الفرج فانه الى الله و كذب الوقاتون

اور جہاں تک ہمارے ظہور کا تعلق ہے تو یہ اللہ کے اختیار میں ہے اور ہمارے ظہور کا وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ہیں۔

واما قول من زعم ان الحسين لم يقتل فكفر و تكذيب وضلال

اور کسی کا یہ نظریہ رکھنا کہ امام حسین علیہ السلام قتل ہی نہیں ہوئے تو کفر و تکذیب اور گمراہی ہے۔

"واما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة حديثنا فانهم حجتي عليكم وانا حجة الله عليهم"

اور جو یہ حوادث کے لیے ہمارے راویان حدیث کی طرف رجوع کرو، وہ میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں اللہ کی طرف سے ان پر حجت ہوں۔

"واما محمد بن عثمان العمري رضي الله عنه و عن ابيه من قبل فانه ثقتي و كتابه كتابي"

اور محمد بن عثمان عمری اور ان سے پہلے ان کے والد میرے قابل بھروسہ ہیں

اور ان کی تحریر ہماری تحریر ہے۔

واما محمد بن علي بن مهزيار الاهوازي فسيصلح الله قلبه و يزيل عنه شكه

اور محمد بن علی بن مہزیار اہوازی تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے دل کی اصلاح کرے گا اور اس کا شک دور کردے گا۔

واما ما وصلتنا به فلا قبول عندنا الا لما طاب وطهر وثمن المغنية حرام

اور جو چیز ہمارے پاس بھیجی گئی ہے تو ہمارے یہاں وہی چیز قبول ہے جو طیب و طاہر ہو اور گانا گانے والی اجرت حرام ہے۔

واما محمد بن شاذان بن نعيم فانه رجل من شيعتنا اهل البيت

اور محمد بن شاذان بن نعیم تو وہ اہل بیت کے شیعوں میں سے ہے۔

واما ابو الخطاب محمد بن ابي زينب الاجدع فانه ملعون و اصحابه ملعونون فلا تجالس اهل مقالتهم فاني منهم بري و آبائي عليهم السلام منهم براء

اور ابوالخطاب محمد بن ابی زینب اجدع (ناک کٹا) تو وہ ملعون ہے اور اس کے تمام ساتھی ملعون ہیں۔ ان لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ میں اور میرے آباء ان لوگوں سے بیزار ہیں۔

واما المتلبسون باموالنا فمن استحل منها شيئا فاكله فانما ياكل النيران

اور جو لوگ ہمارے اموال سے متعلق ہیں تو وہ شخص اس میں ذرا سی چیز کو بھی اپنے لیے حلال کرے اور اسے کھائے تو آگ کھائے گا۔ (جہنم کی آگ)

وأما الخمس فقد أبيح لشيعتنا وجعلوا منه في حل إلى وقت ظهور أمرنا لتطيب ولادتهم ولا تخبث

جہاں تک خمس کا معاملہ ہے تو ہم نے یہ اپنے شیعوں کے لیے مباح کر دیا ہے اور ہمارے امر کے ظہور تک ان کے لیے حلال ہے تاکہ ان کی ولادت پاک و پاکیزہ رہے اور گندی نہ ہو۔ (۱)

وأما ندامة قوم قد شكوا في دين الله على ما وصلونا به فقد أقلنا من استقال ولا حاجة لنا في صلة الشاكين

اگر وہ لوگ دین خدا میں شک کرتے ہیں اور اپنے بھیجے ہوئے مال پر نادم ہیں تو ان میں سے جو معافی مانگنا چاہے تو ہم انہیں معاف کر دیں گے اور ہمیں شک کرنے والوں کے مال کی ضرورت نہیں ہے۔

وأما علة ما وقع من الغيبة فإن الله عز وجل يقول: "يا أيها الذين آمنوا لا تسألوا عن أشياء إن تبد لكم تسؤكم" (المائدة/101)

اور یہ سوال کہ غیبت کیوں واقع ہوئی تو اللہ کا ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! زیادہ چیزوں کا سوال نہ کیا کرو۔ اگر وہ تمہیں بتادی جائیں تو

۱۔ [illegible] خمس کے متعلق روایات میں مختلف طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں۔

ا۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

[illegible]

تم کو برا معلوم ہو۔

إنه لم يكن أحد من آبائي إلا وقد وقعت في عنقه بيعة لطاغية زمانه وإني أخرج حين أخرج ولا بيعة لأحد من الطواغيت في عنقي

سوا ہمارے آبائے کرام میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس پر ان کے زمانے کے ظالم کی بادشاہت نہ رہی ہو لہٰذا غیبت اس لیے ہے کہ میں ظہور کروں تو مجھ پر کسی طاغوت کی بادشاہت نہ ہوگی۔

"وأما وجه الانتفاع بي في غيبتي فكالانتفاع بالشمس إذا غيبها عن الأبصار السحاب وإني لأمان لأهل الأرض كما أن النجوم أمان لأهل السماء فأغلقوا أبواب السؤال عما لا يعنيكم ولا تتكلفوا علم ما قد كفيتم وأكثروا الدعاء بتعجيل الفرج فإن ذلك فرجكم والسلام عليك يا إسحاق بن يعقوب وعلى من اتبع الهدى"

اور یہ سوال کہ زمانہ غیبت میں مجھ سے انتفاع (نفع و فائدہ) کی صورت کیا ہے تو اس کا طریقہ ویسا ہی ہے جیسے آفتاب بادلوں میں چھپا ہوتا ہے اور لوگ اس سے منتفع ہوتے ہیں۔ میں اہل زمین کے لیے اسی طرح امان ہوں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں لہٰذا اپنے سوالات کے دروازے بند کرو جن سے تمہیں کوئی مطلب نہیں اور تعجیل فرج (کشادگی میں جلد بازی) کے لیے زیادہ سے زیادہ دعا کرو کیونکہ اسی میں تمہاری کشادگی ہے۔

اے اسحاق بن یعقوب! تم پر سلام ہو اور ان لوگوں پر بھی سلام ہو جو ہدایت پر چلتے ہیں۔

۴۔ عقیدہ تفویض کی تردید:

حسین بن ابراہیم، ابو العباس احمد بن علی بن نوح، ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد کاتب، ابو الحسن احمد بن محمد بن تربک الرہاوی، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ، ابو الحسن علی بن احمد دلال قمی کا بیان ہے کہ شیعوں کی ایک جماعت میں اس بات پر اختلاف ہوا کہ اللہ نے خلق و رزق آئمہ کے سپرد کر دیا ہے۔

ایک گروہ نے کہا کہ یہ محال ہے اور یہ بات اللہ کے لیے جائز نہیں ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اجسام کو پیدا نہیں کر سکتا۔

اس کے مقابلے میں دوسری جماعت نے کہا کہ اللہ نے آئمہ کو اس پر قدرت دی ہے اور خلق و رزق کے معاملات انہیں تفویض کر دیے ہیں لہذا وہ خدا کی دی ہوئی قدرت سے خلق بھی کرتے ہیں اور رزق بھی دیتے ہیں۔

اس مسئلہ میں شدید نزاع پیدا ہو گیا۔

ایک شخص نے کہا کہ اس مسئلہ میں تم لوگ ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کی طرف رجوع کیوں نہیں کر لیتے۔ تم یہ مسئلہ ان سے پوچھو وہ اس مسئلہ کو واضح کر دیں گے صاحب امام العصر علیہ السلام تک رسائی کا وہی راستہ ہیں۔

اس پر سب لوگ راضی ہو گئے چنانچہ فریقین نے مسئلہ لکھا اور امام علیہ السلام کے حضور جواب کو بھیج دیا۔

اس کے جواب میں امام کی طرف سے یہ توقیع برآمد ہوئی۔

ان اللہ تعالیٰ ھو الذی خلق الاجسام و قسم الارزاق لانہ لیس

بجسم ولا حال فی جسم لیس کمثلہ شیء وھو السمیع العلیم وأما الائمۃ علیھم السلام فانھم یسألون اللہ تعالیٰ فیخلق ویسألونہ فیرزق ایجابا لمسألتھم واعظاما لحقھم

اللہ تعالیٰ نے ہی اجسام کو پیدا کیا اور ارزاق کو تقسیم کیا کیونکہ وہ نہ تو جسم ہے اور نہ کسی دوسرے جسم میں حلول کرتا ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے وہ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے لیکن آئمہ اللہ سے سوال کرتے ہیں وہ پیدا کرتا ہے اور وہ اس سے سوال کرتے ہیں وہ رزق دیتا ہے اس طرح سے اللہ ان کے سوال کو قبول کرتا ہے اور ان کے حق کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

کپڑے روئی کی گانٹھ میں ہیں:

حسین بن ابراہیم، ابن علی بن نوح، ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد بنت ام کلثوم بنت ابی جعفر عمری سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ آل نوبخت کے کچھ لوگوں نے جن میں ابو الحسن بن کثیر نوبختی بھی تھے مجھ سے بیان کیا۔ مجھ سے ام کلثوم بنت ابی جعفر محمد بن عثمان نے بھی بیان کیا کہ قم اور اس کے قرب و جوار سے کچھ مال بھیجا گیا تاکہ وہ امام صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچا دیں۔

جب قاصد نے وہ مال بغداد میں ابو جعفر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور واپس جانے لگا تو ابو جعفر نے کہا کہ ایک چیز ابھی باقی رہ گئی ہے جو تمہارے سپرد کی گئی تھی وہ کہاں ہے؟

قاصد نے جواب دیا کہ میرے پاس اب کوئی بھی چیز نہیں ہے جو کہ میرے سپرد کیا

کیا تھا جس نے وہ سب آپ کے پاس پہنچا دیا۔

الغرض وہ چلا گیا کہ ان پیسوں کو لے کر جو اس کے ساتھی سے ملی تھیں وہ ابو جعفر کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ سے جو پاس سب کچھ گئی ہیں ہے۔

ابو جعفر نے کہا کہ تم سے کہا جاتا ہے کہ تمہیں فلاں شخص نے دو رومال دیے تھے وہ کہاں ہیں؟

اس شخص نے کہا خدا کی قسم! میں بھول گیا تھا میں نہیں جانتا کہ وہ کپڑے کہاں رکھے تھے۔

ابو جعفر نے کہا جاؤ تم سے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قطان کے پاس جاؤ جس کو تم نے روئی کی دو گٹھڑیاں دی ہیں اس کی ایک گٹھڑی میں تلاش کرو اس پر جو تحریر ہے کہ اس گٹھڑی کے گوشے میں یہ دو کپڑے ہیں۔

یہ سن کر اس قاصد کو بڑی حیرت ہوئی اور واپس آ کر اس گٹھڑی کو کھولا جس کی نشاندہی ابو جعفر نے کی تھی تو وہ کپڑے اس کے ایک کونے میں دبے پڑے تھے وہ انہیں لے کر ابو جعفر کی خدمت میں آیا اور ان کے حوالے کیا۔

قاصد کے پاس کوئی تحریر یا اسباب کی فہرست نہ تھی کیونکہ وہ مختلف لوگوں کا سامان تھا جس کی تحریر شیعوں کے خوف سے نہ لکھی جاتی تھی۔ یہ بات شیعوں کے درمیان رائج تھی کہ سامان دینے والے کو خود پتہ نہ ہوتی تھی کہ کس نے کیا دیا ہے وہ صرف ابو جعفر ہی کو پتہ ہوتا تھا کہ کس نے کیا دیا۔

قاصد سے صرف اتنا کہا جاتا تھا کہ یہ سامان فلاں کے پاس پہنچا دو اور اس کے ساتھ

دینے والوں کے سامان کی فہرست نہ دی جاتی تھی۔

طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنا

(حذف سند) ابو الحسین محمد بن جعفر اسدی الکوفی کا بیان ہے کہ میں نے کچھ سوال محمد بن عثمان العمری کی خدمت میں بھیجے تھے ان کے جواب میں توقیع آئی جس میں نماز کے وقت کے متعلق یہ لکھا تھا۔

"تم نے آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنے کی بات پوچھی ہے اور جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع و غروب کرتا ہے اور اگر بالفرض ایسا ہی ہے تو پھر نماز کے ذریعے شیطان کی ناک رگڑو۔"

نقش انگشتر

ابو محمد ہارون، ابو علی محمد بن ہمام، ابو علی بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر سمان کا نقش انگشتر یہ تھا۔

"لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین"

میں نے اس سے اس نقش کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھ سے امام حسن عسکری نے بیان کیا کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس ایک انگشتری تھی جس میں عقیق کا نگینہ جڑا ہوا تھا۔ وفات کے وقت آپ نے وہ انگوٹھی امام حسن علیہ السلام کے حوالے فرمائی۔ امام حسن علیہ السلام نے وفات کے وقت امام حسین علیہ السلام کے حوالے کی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں اس نگینہ پر کوئی نقش کندہ کرانا

چاہتا تھا۔ خواب میں مجھے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ روح اللہ! آپ بتائیں کہ میں اس پر کون سا نقش کندہ کراؤں؟

انھوں نے فرمایا کہ آپ اس پر "لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین" کندہ کرائیں کیونکہ یہ عبارت توراۃ کا ابتدائیہ ہے اور انجیل کا اختتامیہ ہے۔

کفن کی درخواست

رواۃ کی ایک جماعت، ابو محمد حسن بن حمزہ علوی، علی بن محمد کلینی کا بیان ہے کہ محمد بن زیاد صیمری (۱) نے حضرت امام زمانہ سے کفن کی درخواست کی تھی۔

آپ نے جواب میں لکھا کہ تمھیں 281ھ میں اس کی ضرورت پڑے گی۔ اس کی موت سے پہلے آپ نے کفن بھجوا دیا اور چند دنوں بعد ان کی وفات ہو گئی۔

ابن ابی سورہ سے ملاقات

رواۃ کی ایک جماعت، احمد بن محمد بن عیاش، ابن مروان کوفی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابن ابی سورہ نے بیان کیا:

ایک مرتبہ میں شب عرفہ حائر (کربلا) زیارت کو گیا۔ زیارت کے بعد صحرا کے راستے سے واپس ہوا، جب مقام مناۃ پر پہنچا تو تھوڑا دم لینے کے لیے بیٹھ گیا۔ پھر اٹھ کر چلا تو دیکھا کہ میرے پیچھے کوئی شخص آ رہا ہے، اس نے میرے قریب آ کر کہا کہ کیا ہم بھی

۱۔ صحیح علی بن زیاد صیمری ہے۔

تمہارے ساتھ چلیں؟

میں نے کہا جی ہاں۔

ہم دونوں ساتھ چلنے لگے تو میرے ہمراہی نے سوال کیا کہ تمھارا کیا حال ہے؟

میں نے کہا کہ میں بے حال اور بے مال ہوں۔ نہ تو زر نقد ہے اور نہ ہی سازو سامان ہے۔

میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ جب تم کوفہ پہنچو تو ابو طاہر زراری کے گھر جانا اور اسے دیکھو باہر آئے گا تو اس کے ہاتھوں میں قربانی کے ذبیحہ کا خون ہوگا۔

اس سے کہنا کہ تم سے کہا گیا ہے کہ مجھ کو دیناروں کی وہ تھیلی دے دو جو تخت کے پائے کے پاس رکھی ہے۔

یہ سن کر مجھے تعجب ہوا، وہ شخص یہ کہہ کر مجھ سے جدا ہو گیا اور معلوم بھی نہ ہوا کہ وہ کہاں گیا۔

جب میں کوفہ میں داخل ہوا تو میں حسب فرمان ابو طاہر محمد بن سلیمان زراری کے گھر پہنچا دستک دی تو وہ اسی حال میں باہر آیا جیسا کہ میرے ہمسفر نے کہا تھا۔

میں نے کہا کہ تم سے کہا گیا ہے کہ تم مجھے دیناروں کی وہ تھیلی دے دو جو تخت کے پائے کے پاس رکھی ہے۔ اس نے کہا: بسر و چشم۔

وہ اندر گیا اور تھیلی مجھے لا کر دی، میں خدا کا شکر کرتے ہوئے واپس آیا۔

ابن ابی سورہ کی ملاقات بروایت دیگر

رواۃ کی ایک جماعت، ابی غالب بن محمد زراری، ابو عبداللہ محمد بن زید مروان ابو

عیسیٰ محمد بن علی الجعفری وابوالحسین محمد بن علی بن الرقام دونوں نے بیان کیا کہ ابو سورہ جس کا تعلق مشائخ زیدیہ سے تھا، نے بیان کیا کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے کربلا پہنچا اور ارادہ کیا کہ یوم عرفہ کے اعمال وہیں بجالاؤں گا۔

چنانچہ میں نے نماز عشاء پڑھی پھر کھڑا ہوا اور سورہ حمد کی تلاوت شروع کی، دیکھا ایک خوبصورت نوجوان ظاہر ہوا جو کہ جبہ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے بھی سورہ حمد کی تلاوت شروع کی۔

اب یہ یاد نہیں کہ ہم میں سے پہلے کس نے تلاوت ختم کی جب دن ہوا تو ہم حرم حسینی سے نکل کر فرات کے کنارے جا پہنچے، اس جوان نے کہا تمھیں تو کوفہ جانا ہے۔

چنانچہ میں فرات والے راستے سے چلنے لگا مگر جوان نے خشکی کا راستہ اختیار کیا لہٰذا میں نے اپنا راستہ چھوڑا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔

اس نے کہا کہ اچھا آؤ۔

اب ہم دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے اور "سناۃ" کے قلعہ کی دیوار کے پاس پہنچ کر ہم نے کچھ دیر آرام کیا، بیدار ہوئے تو ہم جبل خندق پر آ پہنچے۔

جوان نے کہا کہ تم تنگدست معلوم ہوتے ہو اور عیال دار بھی ہو تم کوفہ پہنچ کر ابو طاہر زراری کے پاس جانا اور اس کے دروازے پر دستک دینا، وہ گھر سے نکلے گا تو اس کے ہاتھوں پر قربانی کے جانور کا خون لگا ہوا ہوگا، اس سے کہنا کہ اس شکل وشمائل کے حامل ایک جوان نے کہا کہ تمھارے پاس بیس دینار کی ایک تھیلی ہے جو اس کے کسی دوست نے بھیجی ہے وہ مجھے دے دو۔

ابو سورہ کا بیان ہے کہ میں ان کے کہنے کے مطابق ابو طاہر زراری کے پاس گیا

اور اس جوان کا پیغام سنایا۔

ابو طاہر نے کہا کہ الحمد اللہ، تمھیں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے پھر وہ روانہ ہوا اور دیناروں کی تھیلی لاکر میرے حوالے کردی اور میں واپس آیا۔

امامِ زمانہؑ کا فرستادہ

محمد بن عبید اللہ علوی کا مہمان

ابو عبد اللہ محمد بن زید بن مروان جو کہ مشائخ زیدیہ میں سے تھے کا بیان ہے کہ ہم لوگ سرزمین "البر" پر وارد ہوئے تو وہاں میں نے ابو الحسین محمد عبید اللہ علوی سے ابو سورہ کی یہ روایت بیان کی (جو مذکور ہوئی ہے)

انھوں نے کہا کہ یہ روایت صحیح ہے پھر انھوں نے کہا کہ میرے پاس ایک جوان آیا۔ میں نے اس کے چہرے بشرے سے کچھ اندازہ کیا تو اپنے پاس بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو منتشر کردیا، اس کے بعد اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟

اس نے کہا کہ میں خلف (صاحب الزمانؑ) کا فرستادہ ہوں اور بغداد میں ایک شخص کے پاس گیا تھا۔

میں نے پوچھا کہ جانے کے لیے تمھارے پاس سواری ہے؟

اس نے کہا، جی ہاں! طلحیین کے گھر ہے۔

میں نے کہا کہ پھر جا کر لے آؤ، میں نے اپنے ایک غلام کو اس کے ساتھ بھیج دیا وہ جا کر اپنی سواری لے آیا اور اس دن اس نے میرے ہاں قیام کیا اور میرے پاس کھانا

کھایا اور اس سے معرفت کی راز دارانہ باتیں بھی ہوئیں۔

پھر میں نے پوچھا کہ تم کس راستے سے جاؤ گے؟

اس نے کہا کہ یہاں سے نجف جاؤں گا وہاں سے وادی [illegible] دوسری سواری خریدوں گا اور اس پر سوار ہو کر مغرب کی جانب امام زمانہ علیہ السلام کے پیچھے چلا جاؤں گا۔

دوسرے دن وہ اپنی سواری پر سوار ہوا میں بھی اس کے ہمراہ اپنی سواری پر چلا۔ ہم دونوں [illegible] کے پیچھے ہوئے وہاں اس نے [illegible] اور میں [illegible] نجف پہنچ کر میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

ایک صوفی کی روایت

ابو عبداللہ محمد بن زید کا بیان ہے کہ کئی سال پہلے کی بات ہے کہ ابو بکر بن [illegible] عطار کی دکان کا [illegible] میرے پاس آیا وہ ایک صوفی تھا اور صوفیوں کی ساتھ ہی رہتا تھا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو اور اب تک کہاں رہے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ میں نے مسلسل سات سال تک سفر کیا۔

میں نے پوچھا کہ اس عرصہ میں تم نے سب سے زیادہ عجیب چیز کیا دیکھی؟

اس نے جواب دیا کہ ایک بار [illegible] گیا اور وہاں ایک ایک سرائے میں قیام پذیر ہوا جہاں [illegible] کرتے ہیں۔ اس سرائے کے وسط میں ایک مسجد تھی جس میں [illegible] لوگ نماز پڑھا کرتے تھے وہاں ایک پیش نماز بھی تھا اور میں نے وہاں ایک [illegible] دیکھا جو نماز کے وقت ہی اپنے کمرے سے نکلتا تھا اور کسی سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔

رہن سہن صاف ستھرا رہتا اور روش پر چلا کرتا تھا۔

جب میں نے ایک عرصہ تک اس کے طور طریقے دیکھے تو ان کا گرویدہ ہو گیا،

ایک دن میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تاکہ آپ کی خدمت کروں۔

اس نے کہا کہ جیسے تمہاری مرضی۔

چنانچہ میں مسلسل ان کی خدمت میں رہنے لگا یہاں تک کہ وہ پوری طرح سے مجھ سے مطمئن ہو گیا۔

ایک دن میں نے موقع پا کر ان سے کہا اللہ آپ کی عزت و توقیر میں اضافہ فرمائے آپ اپنا تعارف کرائیں کہ آپ کون ہیں؟

انھوں نے کہا کہ میں صاحب الزمان ہوں۔

میں نے پوچھا کہ آپ کب ظہور فرمائیں گے۔

فرمایا کہ ابھی ظہور کے وقت کو بہت دیر ہے۔

میں ان کی مسلسل خدمت کرتا رہا اور آپ اپنے دستور کے مطابق وہاں مقیم رہے آپ لوگوں اور بے مقصد باتوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہتے۔

ایک دن انھوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے سفر درپیش ہے۔

میں نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا امر (حکومت) کب ظہور ہوگا؟

انھوں نے کہا کہ میرے ظہور کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ فتنہ و فساد پھیل جائے گا اور میں مسجد الحرام میں موجود ہوں گا وہاں لوگ آپس میں مشورہ کریں گے کہ ہمیں

چاہیے کہ ہم ایک امام کا انتخاب کریں۔ اس مسئلہ پر بحث ہوگی اس دوران ایک شخص اٹھ کر یہ کہے گا لوگو ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ یہ مہدیؑ موعود ہیں۔

یہ سن کر لوگ مجھے رکن و مقام کے درمیان بٹھا دیں گے اور میری بیعت کریں گے اور یہ وہ وقت ہوگا جب لوگ میرے ظہور سے مایوس ہو چکے ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم دونوں سمندر کے کنارے جا پہنچے، آپ سمندر میں پانی پر کھڑے ہو کر مجھے پکارنے لگے کہ میرے ساتھ آ جاؤ۔

میں نے کہا کہ میں سمندر سے دور ہی رہوں گا۔

انھوں نے کہا کہ افسوس ہے میری موجودگی میں تم ڈر رہے ہو!!

میں نے کہا کہ مجھے اس کی ہمت نہیں پڑتی۔

یہ سن کر آپ سطح سمندر پر چلتے ہوئے نگاہوں سے چھپ گئے۔(۱)

ابوغالب زراری کا واقعہ

رواۃ کی ایک جماعت، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن عیاشی، ابو غالب زراری سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں کوفہ سے چلا، میرے ہمراہ میرا ایک ایمانی بھائی بھی تھا جس کا

۱۔ عرض مترجم: اس روایت میں دو باتیں عجیب سی دکھائی دیتی ہیں۔

۱۔ امام علیہ السلام ایک عام شخص کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ امام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہو!!! ایک عام امام کے پیچھے کیسے نماز پڑھ سکتا ہے؟!!!

۲۔ حرم میں موجود افراد آپ کا چناؤ کریں گے۔ خدا کا بنایا ہوا امام کسی طرح کے انتخاب کا محتاج نہیں ہوتا۔ "وربک یخلق ما یشاء و یختار، ماکان لھم الخیرۃ" "تیرا رب پیدا کرتا ہے اور وہی چنتا ہے۔ لوگوں کو چناؤ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔" (اضافہ من المترجم)

نام ذہن سے محو ہو گیا ہے اور یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح نے بالکل گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی کو نائب مقرر کیا تھا۔

لوگ ابو جعفر شلمغانی کے پاس جایا کرتے تھے اور اپنے مسائل ان تک پہنچایا کرتے تھے۔

میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ کیا تم ابو جعفر شلمغانی کی ملاقات کے لیے چلو گے وہ آج کل اس گروہ کے لیے رابطہ کا ذریعہ ہیں۔ میں ان سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ناحیہ مقدسہ سامرا میں امام زمانہؑ کی خدمت میں میرے لیے دعا کی گزارش کریں۔

میں نے کہا کہ ہاں چلو۔

اور ہم ان کے پاس گئے تو دیکھا ان کی مجلس میں ہمارے اصحاب میں سے بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ ہم دونوں نے ابو جعفر شلمغانی کو سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

وہ میرے ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟

میرے ساتھی نے بتایا کہ یہ آل زرارہ سے تعلق رکھتا ہے، پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ خاندان زرارہ میں سے تم کس کی اولاد ہو؟

میں نے کہا کہ میں زرارہ کے بھائی بکیر بن اعین کی اولاد میں سے ہوں۔

انھوں نے کہا کہ واقعی وہ مذہبی معاملات میں ایک جلیل القدر خاندان ہے اس کے بعد میرے ساتھی نے ان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک عریضہ میں ایک کام کے لیے درخواست لکھ بھیجیں۔

انھوں نے فرمایا، اچھا میں ایسا کرتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ سنا تو میرا بھی دل چاہا کہ میں بھی دعا کے لیے عریضہ لکھوں اور میرے دل میں خیال تھا کہ اپنی زوجہ کے لیے دعا کراؤں وہ مجھ سے بہت خفا تھی لیکن میرے دل میں اس کے لیے گنجائش تھی، دعا کی درخواست کروں۔

اس بات کو میں نے کبھی کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا لہٰذا میں نے سوچا کہ میں اس بات کو عریضے میں بھی بیان نہ کروں گا۔

چنانچہ میں نے عرض کیا کہ اللہ آپ کو ہمیشہ زندہ و سلامت رکھے میری بھی ایک حاجت ہے؟ انھوں نے پوچھا کیا حاجت ہے؟

میں نے کہا میری حاجت میرے دل میں ہے اس کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

انھوں نے سامنے رکھا ہوا ایک کاغذ اٹھایا جس پر لوگوں کی حاجات لکھی ہوئی تھیں اور اس کاغذ پر یہ لکھا کہ زراری اس مشکل کے حل کے لیے دعا چاہتا ہے جو کہ اس کے دل میں ہے۔

اس کے بعد انھوں نے کاغذ لپیٹا اور ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

کچھ دنوں بعد میرے ساتھی نے کہا کہ ابو جعفر کے پاس چلیں اور معلوم کریں کہ ہماری حاجات کے متعلق کیا جواب آیا ہے۔

چنانچہ ہم دونوں ان کے پاس گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ انھوں نے ہمیں دیکھ کر کاغذ نکالا اس میں لوگوں کے بہت سے مسائل کے جواب لکھے ہوئے تھے۔

پہلے وہ میرے ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سوال کا جواب پڑھ کر سنایا پھر میری طرف رخ کیا اور یہ جواب پڑھا:

''زراری کا مسئلہ میاں بیوی کا ہے، اللہ نے دونوں میں صلح کرا دی ہے۔''

یہ سن کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔ ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر واپس آئے میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ اب تمھیں یقین آیا؟

میں نے کہا کہ صرف یقین ہی نہیں بلکہ بہت ہی تعجب ہوا۔

اس نے پوچھا کہ وہ کیسے؟

میں نے بتایا کہ یہ ایک راز تھا جس کو میرے اور اللہ کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا مگر امام نے وہ مسئلہ بھی بتایا اور اسے حل بھی کر دیا۔

اس کے بعد میں کوفہ آیا اور اپنے مکان میں داخل ہوا تو میری وہ زوجہ جو کہ پہلے میکے میں تھی وہ خود میرے پاس چلی آئی اور مجھ سے اپنے رویہ کی معافی مانگی، میں نے اسے معاف کر دیا پھر اس نے مرتے دم تک کبھی میری مخالفت نہ کی تھی۔

ابو غالب احمد بن محمد بن سلیمان زراری کا یہ قصہ مجھ سے بہت سے لوگوں نے بیان کیا نیز ابو الفرج بن مظفر نے بغداد کے محلہ سوقہ غالب میں اپنے گھر کے اندر بروز اتوار ذی القعدہ کی پانچ تاریخ 356ھ کو ابو غالب سے سن کر یہ واقعہ لکھا۔ ابو غالب کا بیان ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کی ماں سے شادی کی۔ یہ میری پہلی بیوی تھی۔ اس وقت میں بیس برس کا تھا۔ میں شروع میں اس کے باپ کے گھر میں رہتا تھا یہاں تک اپنے سسرال سے گزارش کی کہ میری بیوی کو میرے اپنے گھر لے جانے کی اجازت دیں لیکن ان لوگوں نے میری بات نہ مانی۔ اسی دوران اس کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جو کچھ دنوں کے بعد مر گئی۔ میں لڑکی کی پیدائش پر اسے دیکھنے کے لیے نہ گیا اور نہ ہی اس کی موت پر۔ ان لوگوں سے میرا نزاع اور بڑھ گیا۔

بالآخر میری اور ان کی صلح اس بات پر ہوئی کہ وہ میری زوجہ کو گھر جانے کی

اجازت دیں گے لیکن جب میں زوجہ کو لینے کے لیے گیا تو انھوں نے رخصتی سے پھر انکار کر دیا اور یہ معاملہ مزید التوا میں چلا گیا۔ میں نے کچھ عرصہ بعد پھر مطالبہ کیا اور انھوں نے منع کر دیا اور نزاع مزید بڑھتی چلی گئی، یہ نزاع کئی برس تک جاری رہا اس دوران ایک اور بچی پیدا ہوئی لیکن میری بیوی میرے گھر نہ آئی۔

اس کے بعد میں بغداد چلا گیا اس وقت کے حاکم کوفہ ابو جعفر محمد بن احمد زجوزجی تھے جو کہ میرے لیے باپ یا چچا کی مانند تھے۔ میں نے ان کے ہاں قیام کیا اور انھیں اپنی گھریلو ناچاقی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا، انھوں نے مشورہ دیا کہ تم (امام زمانہ کو) ایک عریضہ لکھو اور ان سے دعا کی سفارش کرو۔ میں نے ایک عریضہ لکھا اور اس میں گھریلو ناچاقی کا ذکر کیا پھر وہ عریضہ لے کر ہم دونوں محمد بن علی کے پاس گئے جو اس وقت حسین بن روح اور ہم لوگوں کے درمیان واسطہ اور وکیل تھے اور اپنا عریضہ ان کے حوالے کر کے درخواست کی کہ آپ یہ عریضہ روانہ کریں۔ انھوں نے میرا عریضہ لے لیا مگر جواب میں کئی دن کی تاخیر ہو گئی میں پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا جواب میں تاخیر سے مجھے بڑی تکلیف ہوئی ہے۔

انھوں نے کہا کہ اس کا غم نہ کرو یہ اچھا ہے کہ جواب میں تاخیر ہے اس لیے کہ اگر جواب جلد آتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ حسین بن روح کی طرف سے ہے جب کہ تاخیر کا یہ مطلب ہے کہ اس کا جواب حضرت امام زمانہ کی طرف سے آیا ہے۔

یہ سن کر میں واپس آ گیا اس کے بعد تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ابو جعفر الزجوزجی نے میرے پاس ایک آدمی کو بھیجا تو آنے والے نے ایک رقعہ نکالا اور کہا کہ یہ تمہارے عریضہ کا جواب آ گیا اگر چاہو تو اسے نقل کر لو اور یہ خط مجھے واپس کر دو۔

میں نے وہ خط لیا اس میں یہ تحریر تھا کہ شوہر اور زوجہ کے درمیان اللہ نے صلح کرا دی ہے۔

میں نے خط نقل کیا اور انھیں واپس کر دیا اور کوفہ آیا اور میری ذرا سی کوشش سے میری زوجہ مجھ کو مل گئی پھر وہ برسوں میرے ساتھ ہی رہی اس سے مجھے اولاد بھی ہوئی۔ میں نے اسے دکھ بھی دیے اور اس کے ساتھ ایسا رویہ بھی رکھا جسے کوئی عورت برداشت نہیں کرتی اس کے باوجود ہمارے مابین کوئی فساد نہیں ہوا اور نہ اس کے گھر والوں سے بھی نزاع ہوا یہاں تک کہ میرے اور اس کے درمیان زمانے نے جدائی ڈال دی۔

لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ ابو غالب کا بیان ہے کہ اس قصہ سے بہت پہلے میں ایک اور رقعہ لکھ چکا تھا جس میں میں نے درخواست کی تھی کہ آپ میری جائداد قبول فرمالیں لیکن اس میں میری نیت قربۃً الی اللہ کی نہ تھی بلکہ یہ خواہش تھی کہ اس طرح خاندان نوبخت سے میرا میل ملاپ بڑھے اور دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں مگر اس عریضہ کا مجھے کوئی جواب نہ آیا۔

چنانچہ میں نے اپنی جائداد ابوالقاسم موسیٰ بن حسن زجوزجی کے نام لکھ دی۔ یہ ابو جعفر زجوزجی کے بھائی کے فرزند تھے، وہ میرے لیے قابل بھروسہ دیانت و دولت میں مقام رکھتے تھے۔

چنانچہ اس امر کو ابھی کچھ زیادہ دن بھی نہیں گزرے تھے کہ عربوں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میری ساری جائداد لوٹ لی یہاں تک کہ اناج، آلات اور مویشی وغیرہ بھی لے گئے جس کی قیمت تقریباً ایک ہزار دینار ہوتی تھی۔ میں ان کی قید میں ایک مدت تک پڑا رہا، بالآخر میں نے خود کو ان سے نجات دلانے کے لیے ایک سو دینار اور ڈیڑھ ہزار درہم مزید ادا

کیے اور تقریباً پانچ سو در ہم مختلف اخراجات کے مجھ پر عائد کیے اور میں ان کی قید سے آزاد ہو گیا۔ اب مجھے اس جائیداد کی ضرورت پیش آئی میں نے اس کو فروخت کر دیا۔

محمد بن علی الشلمغانی عزاقری کا انجام

یہ شخص ابتدا میں صحیح العقیدہ تھا اور حضرت حسین بن روح نے چند دنوں کے لیے اسے اپنا جانشین بھی مقرر کیا تھا لیکن وہ اس اعزاز کو برداشت نہ کر سکا پھر اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ امام زمانہ کا سچا سفیر میں ہی ہوں اور حسین بن روح غلط ہے۔ آخر کار اس کا جو انجام ہوا وہ حسب ذیل روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ (من المترجم)

حسین بن عبید اللہ، ابوالحسن محمد بن احمد بن داؤد قمی، ابو علی بن حمام کا بیان ہے کہ محمد علی شلمغانی عزاقری نے شیخ حسین بن روح کے پاس خط بھیجا کہ آپ مجھ سے مباہلہ کر لیں کیونکہ میں ہی امام زمانہ کا اصل نامزد کردہ نائب اور سفیر ہوں اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں علم کا اظہار کروں اور میں نے اس کا ظاہری و باطنی طور پر اظہار بھی کیا ہے اگر آپ چاہیں تو میں مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔

شیخ حسین بن روح نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہم دونوں میں سے جو بھی دوسرے کے مقابلے کے لیے پیش قدمی کرے گا وہ مغلوب ہو گا۔

چنانچہ عزاقری نے پیش قدمی کی تو وہ قتل کر دیا گیا اور اسے سولی پر چڑھا دیا گیا اس کے ساتھ ابن ابی عون بھی، یہ واقعہ 323ھ کا ہے۔

ایک اور مسئلہ کا جواب

ابن نوح کا بیان ہے کہ میں نے محرم 317ھ کو ہواز کے اندر ایک قدیمی کتاب میں یہ روایت دیکھی کہ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد حسن بن علی بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب الجرجانی کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں شہر قم میں موجود تھا کہ ایک شخص نے اپنی حاملہ زوجہ کے ہونے والے بچہ کا انکار کر دیا اور کہا کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے اور اس کے متعلق لوگوں میں بحث مباحثہ شروع ہو گیا۔ لوگوں نے شیخ حسین بن روح کے پاس ایک آدمی کے ہاتھ خط بھیجا مگر انھوں نے اس خط کو پڑھے بغیر واپس کر دیا اور کہا کہ یہ خط ابو عبداللہ بزوفری کے پاس لے جاؤ اور وہ اس کا جواب دیں گے۔

وہ قاصد خط لے کر ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے جواب دیا:

(وہ شخص غلط فہمی میں مبتلا ہے) دراصل بیٹا اسی شخص کا ہے اس نے فلاں روز فلاں مقام پر اپنی زوجہ سے مباشرت کی تھی اسی روز اس کا حمل قرار پایا تھا۔

اس سے کہنا کہ جب اس کا بیٹا پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھے۔

قاصد یہ پیغام لے کر واپس آیا اور لوگوں کو بتایا کہ یہ جواب ملا ہے پھر جب بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھا گیا۔

تمھارے یہاں دو فرزند ہوں گے اور دونوں فقیہ ہوں گے

ابن نوح نے اپنے اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ علی بن الحسین بن موسیٰ بن

بابویہ کی شادی ان کے چچا محمد بن موسیٰ بن بابویہ کی صاحب زادی سے ہوئی تھی مگر ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ انھوں نے شیخ حسین بن روح کو خط لکھا کہ آپ حضرت حجت علیہ السلام سے عرض کریں کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ خدا انھیں ایسی اولاد دے جو عالم دین اور فقیہ ہو۔

جواب آیا اس زوجہ سے اولاد نہ ہوگی ایک دیلمی کنیز تمھاری ملکیت میں آئے گی اس کے بطن سے اللہ تمھیں دو فرزند عطا کرے گا اور وہ دونوں فقیہ ہوں گے۔

ابو عبداللہ سورۃ کا بیان ہے کہ ابوالحسن بن بابویہ کے ہاں تین فرزند پیدا ہوئے ان میں محمد اور حسین دو بھائی ایسے ماہر علم صاحبان حافظہ تھے کہ اہل قم میں ان کا کوئی بھی نظیر نہ تھا ان کے تیسرے بھائی کا نام حسن تھا جو بڑے عابد و زاہد تھے، لوگوں سے کم ملتے تھے اور وہ فقیہ نہ تھے۔

ابن سورۃ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی علی بن الحسین کے دونوں فرزند ابو جعفر اور ابو عبداللہ کوئی روایت بیان کرتے تو لوگ ان کے حافظہ پر حیرت کرتے اور کہا کرتے کہ اپنی یہ خصوصیت امام زمانہ علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت سے حاصل ہوئی ہے۔

گونگے کو گویائی مل گئی

ابو عبداللہ بن سورۃ قمی کا بیان ہے کہ سرور نامی شخص جو کہ عابد و مجتہد تھا اس سے اہواز میں میری ملاقات ہوئی۔

اس کا بیان ہے کہ بچپن میں، میں گونگا تھا یہاں تک کہ میں چودہ سال کا ہو گیا تو میرے والد اور چچا مجھے حسین بن روح کے پاس لے گئے اور کہا کہ آپ امام زمانہ سے

گزارش کریں کہ ہمارے اس نوجوان کے لیے اللہ سے دعا مانگیں تاکہ یہ بولنے لگے۔

حضرت حسین بن روح نے کہا کہ تم لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم کربلا جاؤ۔

یہ حکم سن کر میرے والد اور چچا مجھے لے کر کربلا پہنچے، غسل کیا اور زیارت کی پھر میرے والد اور چچا نے مجھے میرا نام لے کر پکارا تو میں نے لبیک کہا۔

انھوں نے کہا مارے تم تو بولنے لگ گئے ہو!!

میں نے کہا، جی ہاں۔

عبداللہ بن سورۃ کا بیان ہے کہ یہ شخص بلند آواز میں بولتا تھا۔

چالیس دن بعد تمھاری وفات ہو جائے گی

شیخ مفید اور حسین بن عبیداللہ نے محمد بن احمد صفوانی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے قاسم بن العلاء کی زیارت کی تھی، اس نے ایک سو ستر برس کی عمر پائی تھی اسی برس تک اس کی بینائی صحیح رہی بعد میں وہ نابینا ہو گیا تھا اور مرنے سے ایک ہفتہ قبل اس کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

اس نے امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کی زیارت کی تھی۔

میں آذربائی جان کے شہر ران میں اس کے پاس قیام پذیر تھا اور امام علیہ السلام کے دو معزز نائبین محمد بن عثمان عمری اور ابوالقاسم بن روح انھیں مسلسل خطوط بھیجا کرتے تھے لیکن دو ماہ سے یہ رابطہ منقطع تھا جس کا انھیں شدید قلق تھا۔

ایک دن ہم ان کے پاس بیٹھے تھے کہ دربان نے اطلاع دی کہ عراق سے ایک قاصد آیا ہے۔

قاسم یہ خبر سن کر بے حد خوش ہوئے اور قبلہ رو ہو کر سجدہ شکر بجالائے۔ اتنے میں قاصد اندر آیا وہ چھوٹے قد والا تھا اور اس نے مصری جبہ پہنا ہوا تھا۔ محاملی جوتا پاؤں میں تھا اور اس کے دوش پر تھیلا تھا۔

قاسم نے ان سے معانقہ کیا اور پانی اور تھال منگوا کر ان کے ہاتھ پاؤں دھلوائے۔

اس کے بعد قاصد نے تھیلے سے خط نکال کر قاسم کو دیا، قاسم نے وہ خط اپنے کاتب کو پڑھنے کے لیے دیا۔

کاتب نے دل میں خط پڑھا اور رونے لگ گیا۔ قاسم نے کہا کہ کیوں خیر تو ہے روتے کیوں ہو؟

کاتب نے جواب دیا کہ اس خط میں لکھا ہے کہ اس خط کے پہنچنے کے بعد تم چالیسویں دن رحلت کرو گے۔

قاسم نے قاصد سے کہا کہ کیا میرا دین سلامت ہوگا؟

قاصد نے کہا، جی ہاں۔

یہ سن کر قاسم مسکرانے لگے اور کہا کہ میں طویل زندگی بسر کر چکا ہوں اب مجھے زندگی بہتر ہی نہیں لگتی اگر ایمان کی حالت میں دنیا چھوڑ دوں تو اس سے زیادہ مجھے کیا چاہیے۔

قاصد نے ان کے کفن کے لیے سات کپڑے دیے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے انھیں کفن کے لیے اپنا قمیص عطا کیا تھا۔

قاسم کا ایک دوست تھا جس کا نام عبدالرحمن تھا لیکن وہ سخت ناصبی تھا، وہ دنیاداری

کی وجہ سے قاسم اس سے محبت کرتے تھے۔

عبدالرحمن ان کے گھر ان کی گھریلو ناچاقی ختم کرانے کے لیے آیا۔

قاسم نے کہا کہ امام زمانہ علیہ السلام کا یہ خط عبدالرحمن کو بھی پڑھنے کے لیے دیا جائے۔

وہاں پر موجود مشائخ نے ان سے کہا کہ اسے یہ خط پڑھنا مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ متعصب ناصبی ہے اور اس بات کو ہر شیعہ بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

قاسم نے کہا کہ میں یہ خط اسے اس لیے پڑھوانا چاہتا ہوں تاکہ اسے ہدایت حاصل ہو جائے۔

الغرض اسے یہ خط پڑھنے کے لیے دیا گیا، جب اس نے خط میں یہ پڑھا کہ چالیس دن کے بعد تم مر جاؤ گے تو اس نے خط کو پھینک دیا اور کہنے لگا:

جناب! آپ سمجھدار ہیں موت کے متعلق کوئی بھی نہیں جانتا کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے "تکسب غداً وما تدری نفس بای ادرض تموت" (لقمان/34)

کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ یعنی کوئی نہیں جانتا کل کیا ہوگا۔

اللہ نے فرمایا، "عالم الغیب فلا یظہر علی غیہ احدا" (جن/26)

اللہ عالم الغیب ہے اور وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔

قاسم نے جواب دیا کہ آیت پوری پڑھیں آگے اللہ نے فرمایا ہے، "الا من ارتضی من رسول" سوائے اس کے جسے وہ رسول سے چن لے۔

اور میرا مولا رسول کے چنے ہوئے ہیں۔

پھر حضرت قاسم نے کہا کہ تم تاریخ لکھ لو اگر میں ان چالیس دن کے بعد زندہ رہا

تو مجھے یقین ہوگا کہ میں غلط کار ہوں اور اگر یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی تو پھر آپ اپنے نظریات پر ضرور نظرِ ثانی کرنا۔

عبدالرحمٰن نے تاریخ لکھ لی۔

اس خط کے ساتویں دن قاسم کو شدید بخار آ گیا۔ انھوں نے دیوار کا سہارا لیا، بخار میں شدت پیدا ہوئی اور جب تکلیف حد سے بڑھ گئی تو انھوں نے بے ساختہ کہا:

"یا محمد، یا علی یا حسن یا حسین یا موالی کونوا شفعائی الی اللہ"

محمد، علی، حسن و حسین! اے میرے سردارو! خدا کے حضور میرے شفاعت کنندہ بنو۔

انھوں نے یہ جملے تین بار کہے۔ اس کی آنکھیں ابلنے لگیں اور اس کی آنکھوں سے گوشت کے پانی جیسا پانی برآمد ہوا۔ انھوں نے اپنی آستین سے اپنی آنکھ کو صاف کیا اس کے بعد ان کی آنکھ بالکل ٹھیک ہو گئی۔

انھوں نے اپنے تمام دوستوں اور اولاد کو بلایا اور کہا کہ خدا نے ہمیں آنکھیں دے دی ہیں۔

ان کی بینائی کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ قاضی شہر ابو سائب عتبہ بن عبید اللہ مسعودی انھیں دیکھنے آیا اس نے قاسم سے کہا کہ دیکھو میری انگوٹھی میں کون سا نگینہ جڑا ہوا ہے۔

قاسم نے فوراً جواب دیا کہ اس میں فیروزہ جڑا ہوا ہے اور اس پر تین سطریں لکھی ہیں البتہ کمزوری کی وجہ سے میں اس عبارت کو پڑھنے سے قاصر ہوں۔

قاسم نے اپنے بیٹے حسن سے کہا کہ فرزند! خدا تمھیں ایک مقام پر فائز کرنا چاہتا ہے تم شکر ادا کر کے اسے قبول کرو۔

بیٹے نے جواب دیا بابا جان! میں آپ کا ہر فرمان پورا کروں گا۔

قاسم نے کہا کہ تم میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ تم شراب پیتے ہو تمھیں اس سے توبہ کرنا ہوگی۔

بیٹے نے کہا، ابا جان! آج کے دن میں نہ صرف شراب سے بلکہ دوسرے تمام برے اعمال سے بھی توبہ کرتا ہوں۔

حضرت قاسم نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ اگر امام زمانہ کی طرف سے تمھیں وکالت حاصل ہو جائے تو میری جائیداد فرجیہ کی نصف کمائی پر تمھارا حق ہوگا اور باقی جائیداد امام زمانہ کی ملکیت میں رہے گی اور اگر تم اس منصب کے اہل ثابت نہ ہوئے تو پھر کوئی اور روزگار تلاش کرنا۔

الغرض جب چالیسواں دن ہوا تو طلوع فجر کے وقت حضرت قاسم کی وفات ہو گئی۔ ان کی وفات کے بعد ان کا دوست عبدالرحمٰن پا پیادہ بازار میں دوڑنے لگا اور بار بار کہتا تھا "یا سیداہ"

لوگوں نے یہ منظر تعجب سے دیکھا اور کہنے لگے

عبدالرحمٰن! آپ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟

اس نے کہا، لوگو! خاموش ہو جاؤ میں نے وہ کچھ دیکھا ہے جو تم نے نہیں دیکھا۔

اس کے بعد اس نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور سابقہ نظریات کو ترک کر دیا۔

ابو علی ابن محمد نے قاسم کو غسل دیا اور ابو حامد نے پانی ڈالا۔ انھیں کفن میں پانچ علی

رضا علیہ السلام کا عطا کردہ قمیص پہنایا گیا اور امام صاحب الزماں علیہ السلام کے بھیجے ہوئے سات کپڑے بھی کفن میں پہنایا گیا۔

پھر چند دنوں بعد امام زمانہ کی طرف سے تعزیت نامہ موصول ہوا اور آخر میں یہ الفاظ درج تھے۔

"الھمک اللہ طاعتہ وجنبک معصیتہ"

یہ وہی دعا ہے جو اس کے والد نے اپنے فرزند کو دی تھی اور خط کے آخر میں یہ جملہ لکھا تھا۔ "قد جعلنا اباک اماما لک وفعالہ لک مثالا"

ہم نے تمہارے والد کو تمہارا رہنما بنایا اور ان کے افعال کو تمہارے لیے مثال بنایا ہے۔

یہ 307ھ کا واقعہ ہے جب غیبت صغریٰ کے ایام تھے اور حضرت ابوالقاسم حسین بن روح امام زمانہ کے نامزد کردہ تیسرے نائب تھے۔

اس سال حسن بن علی الوجناء نصیبی اور محمد بن فضل موصلی کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ موصلی سچا شیعہ تھا لیکن اسے حسین بن روح پر اعتراض تھا اور وہ انھیں امام زمانہ کا نامزد کردہ سفیر و نائب ماننے پر آمادہ نہ تھا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ امام کے اموال ان کے پاس جمع نہیں کرانے چاہئیں اور مزید یہ کہ حسین بن روح مال امام غیر مستحق افراد میں تقسیم کرتے ہیں۔

پھر کافی بحث تمحیص کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ خالی قلم سے ایک نامہ امام زمانہ کے نام لکھا جائے اور اس خط میں سیاہی کو استعمال نہ کیا جائے پھر وہ نامہ حسین بن روح کے حوالے کیا جائے اور کہا جائے کہ آپ امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں اسے بھیجیں اور ان کی طرف سے جو جواب موصول ہوئے اس سے ہمیں مطلع فرمائیں۔

چنانچہ انھوں نے ایک قلم گھڑا اور ایک ورق پر اپنے مسائل لکھے اور سیاہی استعمال نہ کی۔ پھر انھوں نے وہ خالی ورق حسین بن روح کے سپرد کیا اور کہا کہ ہمیں ان مسائل کے جواب چاہئیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے وہ نامہ ان کے سپرد کیا اور دوسرے دن ان کے پاس گئے۔ حسین بن روح نے فرمایا کہ تمہارے مسائل کا جواب آچکا ہے۔ انھوں نے امام زمانہ علیہ السلام کا خط پڑھا تو اس میں ان کے تمام اشکالات کے جواب لکھے ہوئے تھے۔

امام زمانہ علیہ السلام کے خط کے بعد محمد بن فضل کو تسلی ہوگئی اور اسے یقین ہوگیا کہ حسین بن روح امام زمانہ علیہ السلام کے نامزد کردہ نائب اور سفیر ہیں۔ اگر وہ سفیر نہ ہوتے تو یہ جواب موصول نہ ہوتا۔ اس کے بعد وہ ابن الوجناء کے ساتھ حسین بن روح کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنے سوء ظن پر معافی طلب کی اور انھوں نے اسے معاف کردیا۔

حسین بن روح کی توثیق:

ابومحمد حسین بن محمد بن یحییٰ علوی کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے بھتیجے طاہر نے بغداد کے روئی بازار میں اپنے گھر پر بیان کیا کہ ایک مرتبہ ابوالحسن علی بن احمد بن علی عقیقی 298ھ بغداد میں علی بن عیسیٰ بن جراح کے پاس آئے اور وہ اس وقت اپنی جائیداد پر تھے۔ عقیقی نے ان سے اپنی حاجت بیان کی تو انھوں نے کہا کہ اس شہر میں تمہارے خاندان کے بہت سے افراد موجود ہیں اگر میں ہر سوال کرنے والے کو جواب دینا شروع کردوں تو یہ سلسلہ بہت طویل ہو جائے گا۔

عقیقی نے کہا: بہت بہتر، اب میں اس سے حاجت طلب کروں گا جس کے قبضہ میں میری حاجت روائی ہے۔

علی بن عیسیٰ نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟

عقیقی نے کہا: وہ خداوند کریم ہے۔

یہ کہہ کر وہ غصہ کے عالم میں وہاں سے چلے گئے۔

عقیقی نے کہا کہ جب میں وہاں سے واپس آیا تو حسین بن روح کا فرستادہ میرے پاس آیا تو میں نے اس سے علی بن عیسیٰ کی شکایت کی کہ اس نے میری بے عزتی کی اور میرے ساتھ بداخلاقی سے پیش آیا۔

عقیقی کے لیے مولاؑ کا رومال:

فرستادہ نے جا کر حسین بن روح سے ان کا واقعہ بیان کیا تو حسین بن روح ایک سو درہم جو کہ عدد اور وزن میں پورے تھے اور ایک رومال اور حنوط اور کفن کے پارچے ان کے پاس بھیجے اور کہلایا کہ تمھارے مولا تم کو سلام کہتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ جب تمھیں کوئی رنج وغم ہو تو اس رومال سے اپنا منہ پونچھ لیا کرو۔ یہ تمھارے مولا کا رومال ہے۔ یہ درہم، حنوط اور کفن کے پارچے بھی بھیجے ہیں اور فرمایا ہے کہ اسی شب میں تمھاری حاجت بھی پوری ہو جائے گی۔ جب تم مصر جاؤ گے تو محمد بن اسماعیل تمھارے مرنے سے دس دن پہلے مر جائے گا۔ یہ تمھارا کفن اور حنوط ہے اور تمھاری تجہیز وتدفین کے لیے رقم بھی ہے۔

عقیقی کا بیان ہے کہ میں نے وہ سب لے کر بحفاظت رکھ دیا اور فرستادہ واپس چلا گیا۔ ابھی میں اپنے دروازے پر کسی کام میں مشغول ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اپنے غلام خیر سے کہا کہ ذرا دیکھو کس نے دستک دی ہے؟ خیر نے باہر جا کر دیکھا اور واپس آ کر کہا کہ وزیر علی بن عیسیٰ کے چچازاد بھائی حمید بن محمد کاتب کا غلام ہے۔ میں نے کہا کہ اندر بلاؤ۔

وہ اندر آیا اور کہنے لگا کہ میرے مالک حمید نے کہلایا ہے کہ آپ کو وزیر نے بلایا

ہے لہٰذا آپ میرے ساتھ سواری پر چلیے۔

عقیقی کا بیان ہے کہ پھر سواری پر سوار ہو کر گلی کوچوں کو طے کرتا ہوا شارع وزراء میں پہنچا۔ دیکھا کہ حمید میرے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے مجھے دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ہم دونوں سواریوں پر سوار ہو کر وزیر کے پاس جا پہنچے۔

وزیر نے مجھ سے کہا: اے شیخ! اللہ نے تیری حاجت پوری کر دی۔

وہ مجھ سے معذرت کرنے لگا، اور مجھے سربمہر ایک تحریر دی۔ میں وہ لے کر واپس ہوا۔

ابو محمد حسن بن محمد کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے مقام نصیبین میں خود ابوالحسن علی بن احمد عقیقی نے بیان کیا کہ اس حنوط میں سے صرف اپنی پھوپھی کے لیے میں نے تھوڑا سا نکالا ہے۔ باقی میں نے عقیقی کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور حسین بن روح نے مجھے بتایا ہے کہ میں جائیداد کا مالک بنا دیا گیا ہوں اور یہ کہ تمھاری حاجتیں امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں لکھ کر بھیج دی گئی ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے اٹھ کر عقیقی کی پیشانی اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور کہا:

ذرا مجھے بھی تو اس کفن وحنوط اور ان درہموں کی زیارت کرا دیں۔

چنانچہ انھوں نے کفن نکالا جس میں ایک دھاری دار یمنی چادر، تین کپڑے اور عمامہ تھا۔ پورے سو درہم تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا: جناب مجھے ان میں سے ایک درہم عنایت فرما دیں، میں اس کی انگوٹھی بنواؤں گا۔

انھوں نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی ہے تو تم میرے پاس سے جتنے چاہے لے لو۔ میں نے کہا: نہیں، میں تو اسی میں سے لوں گا۔

اور اس پر میں نے اصرار کیا اور بڑھ کر ان کی پیشانی اور آنکھوں کو بوسہ دیا۔ پھر انھوں نے مجھے ایک درہم دے دیا جسے میں نے اپنے رومال میں باندھ کر اپنی آستین میں چھپا لیا۔ پھر جب میں سرائے میں آیا تو اپنا تھیلا کھولا اور اس رومال کو تھیلے میں رکھ دیا اور اپنی کتابیں اور کاپیاں اس کے اوپر رکھ دیں۔ کئی دن تک سرائے میں قیام کیا۔

ایک دن میں نے اس درہم کو ٹٹولا تو دیکھا کہ رومال میں گرہ تو اسی طرح لگی ہوئی ہے مگر درہم نہیں ہے۔ میرے دل میں وسواس پیدا ہوا اور سیدھا عقیقی کے دروازے پر پہنچا، ان کے غلام خیر سے کہا میں شیخ سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے اندر لے گیا۔

عقیقی نے پوچھا: کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا: جناب وہ درہم جو آپ نے دیا تھا میری تھیلی سے غائب ہے۔

یہ سن کر انھوں نے اپنا تھیلا منگوایا اور تمام درہموں کو شمار کیا تو وہ وزن اور عدد کے اعتبار سے پورے 100 تھے۔

میں نے عرض کیا: ایک درہم پھر سے آپ مجھے واپس دے دیں۔

انھوں نے انکار کر دیا۔ پھر وہ مصر چلے گئے اور محمد بن اسماعیل کے انتقام کی خبر سنی اور ٹھیک دس روز بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا اور جو کفن ان کے پاس (امام زمانہ علیہ السلام) نے بھیجا تھا حنوط اور درہم سب ان ہی کے تکفین و تجہیز میں صرف ہوئے۔

اولادِ نرینہ کی درخواست:

محمد بن علی اسود کا بیان ہے کہ محمد بن عثمان عمری کی وفات کے بعد علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ نے مجھ سے کہا کہ ابوالقاسم حسین بن روح سے کہیں کہ وہ امام زمانہ علیہ

السلام سے عرض کریں کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔ میں نے حسین بن روح تک علی بن الحسین کا پیغام پہنچایا۔

پیغام کو تین دن گزرے تھے کہ ابوالقاسم نے فرمایا کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام نے علی بن الحسین کے لیے دعا کر دی ہے اور فرمایا ہے اس کے یہاں ایک بابرکت فرزند پیدا ہوگا۔

محمد بن علی بن اسود کا بیان ہے کہ میں نے خود بھی اپنے لیے فرزند کی دعا کے لیے درخواست کی مگر میری درخواست منظور نہ ہوئی اور جواب میں لکھا کہ اس کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

چنانچہ علی بن الحسین کے یہاں اسی سال فرزند پیدا ہوا پھر اس کے بعد اور اولادیں بھی پیدا ہوئیں لیکن میرے یہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی اور علی بن الحسین کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ بڑا ہو کر شیخ صدوق کے نام سے مشہور ہوا تھا۔

شیخ صدوق علیہ رحمہ کا بیان ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی اسود اکثر فرماتے تھے جب بھی وہ ہمیں ہمارے شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھتے اور میری ذہانت کا مشاہدہ کرتے تو وہ کہا کرتے تھے کہ تمھاری اس قدر علمی رغبت میں کوئی تعجب نہیں ہے اس لیے کہ تم امام زمانہ علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوئے ہو۔

حسین بن روح کی مختلف زبانوں سے آشنائی:

رواۃ کی ایک جماعت، مہر بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ، محمد بن علی بن

ا۔ آبہ: ہمدان کا ایک شہر تھا جہاں معاندین آل محمدؐ رہائش پذیر تھے اور یہ شہر "ساوہ" کے قریب تھا۔ اس شہر میں امام موعود سے لاعلم لوگ تھا۔ (حسن احمد جرجانی عنہ)

مسئل راوی ہیں کہ "آبہ" (۱) میں ایک خاتون رہتی تھی جس کا نام "زینب" تھا۔ اس کے شوہر محمد بن عبدیل آبی تھے۔ وہ تین سو دینار لے کر میرے چچا جعفر بن احمد کے پاس آئی اور درخواست کی کہ میں یہ رقم امام زمانہ علیہ السلام کے نائب حسین بن روح تک پہنچانا چاہتی ہوں اور آپ میرے ساتھ کسی بااعتماد شخص کو بھیجیں جو کہ ان کے سامنے میری ترجمانی کر سکے۔ میرے چچا نے ترجمانی کے لیے مجھے اس خاتون کے ساتھ روانہ کیا۔ جب ہم حضرت ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس گئے تو انھوں نے اس خاتون سے خالص آبی زبان میں کہا:

"زینب جبجبونا جبجبون جبجبون بداکولیة جبجبونسته"

اس جملہ کا معنی یہ ہے۔

زینب! آپ کیسی ہیں اور کہاں سے آئی ہیں اور آپ کے بچے کیسے ہیں؟

میں نے خاتون سے کہا کہ بی بی! اب آپ کو کسی ترجمان کی ضرورت نہیں ہے۔

الغرض خاتون نے وہ رقم ان کے سپرد کی اور واپس اپنے گھر آ گئی۔

حسین بن رَوح ہر بات حکم امام سے کہتے تھے:

محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت حسین بن روح کی محفل میں موجود تھا وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے اور ان میں علی بن عیسیٰ قصری بھی موجود تھے۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں کچھ سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

حضرت حسین نے فرمایا، پوچھو۔

اس نے کچھ سوال پوچھے اور حسین بن روح نے جواب دیے۔

میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ کہیں یہ اپنی طرف سے تو جواب نہیں دیتے۔

انھوں نے میرے دل کے خیالات کو جان کر فرمایا:

محمد بن ابراہیم! آسمان سے گر کر کسی پرندے کے منہ میں چلے جانا یا ہوا کے زور سے کسی دور دراز مقام پر پھینکا جانا تو میرے لیے قابل برداشت ہے لیکن اپنی رائے کے تحت دین خدا میں کوئی بات کہنا قابل برداشت نہیں ہے، تم جو کچھ بھی سنتے ہو یہ سب کچھ حجت کی عطا ہوتی ہے۔

اسال حج پر مت جاؤ:

قرامطہ نے سرکشی کی اور حاجیوں کو لوٹنا شروع کر دیا یہ تناثر نجوم کا سال تھا (۱)۔

اس سال میرے والد علی بن حسین نے حضرت حسین بن روح کو خط لکھا کہ میں اسال حج پر جانا چاہتا ہوں، انھوں نے جواب میں لکھا کہ اسال حج پر مت جاؤ۔

میرے والد نے دوسرا خط لکھا اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی اب مجھ پر حج واجب ہو چکا ہے، کیا میں نذر واجب کو چھوڑ دوں؟

جواب آیا کہ اگر تمھیں ضرور ہی جانا ہے تو پھر آخری قافلہ میں جانا۔

میرے والد نے اس پر عمل کیا اور قرامطہ کے شر سے بچ گئے جب کہ پہلے قافلوں کو انھوں نے تہ تیغ کر دیا تھا۔

اپنے ایک طلب گار کو لکھا:

ابوالعباس احمد بن حسن بن ابی صالح خجندی امام زمانہ کے عاشق تھے اور وہ آپ کی

۱۔ اس سال آسمان سے بہت بڑی مقدار میں ستارے ٹوٹے تھے اس وجہ سے اس سال کو "تناثر النجوم" یعنی ستارے ٹوٹنے کا سال کہا جاتا ہے۔ ([illegible])

ملاقات کے لیے شہر بہ شہر کو بہ کو پھرا کرتے تھے لیکن ملاقات نہ ہوئی۔

انھوں نے ابوالقاسم حسین بن روح سے کہا کہ آپ عریضہ بھیجیں اور اس میں شدت اشتیاق کو بیان کریں۔

الغرض عریضہ بھیجا گیا اور امام علیہ السلام کی طرف سے جواب آیا:

"من بحث فقد طلب و من طلب فقد دل و من دل فقد اشاط و من اشاط فقد اشرک"

جو میری جستجو کرتا ہے وہ میری طلب میں روانہ ہوتا ہے اور وہ دشمنوں کو میری راہنمائی کرتا ہے اور میرے لیے خطرات پیدا کرنے والا مشرک ہے۔

جب میں نے یہ توقیع ملاحظہ کی تو حضرت کی جستجو چھوڑ کر گھر میں آرام کی زندگی بسر کرنے لگ گیا۔

کیا اللہ اپنے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کر سکتا ہے؟

محمد بن ابراہیم طالقانی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوالقاسم حسین بن روح کی خدمت میں موجود تھے۔

محفل میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

آپ یہ بتائیں امام حسین علیہ اسلام خدا کے دوست تھے؟

فرمایا: جی ہاں۔

سائل نے کہا کہ اچھا یہ بتائیں کہ ان کا قاتل دشمن خدا تھا؟

فرمایا: جی ہاں۔

پھر سائل نے کہا کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ اپنے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کرے؟

حضرت ابوالقاسم نے فرمایا کہ اب میری بات کو پوری توجہ سے سنو:

اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ لوگوں سے براہ راست گفتگو نہیں کرتا، انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے اس نے انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا۔ اگر رسول کسی دوسری جنس سے ہوتے تو انسان ان سے مانوس نہ ہوتے اور ان کی باتوں کو کبھی بھی قبول نہ کرتے، اسی لیے اللہ نے انسانی جنس سے ہی ان جیسے افراد کو مقام رسالت پر فائز کیا۔ وہ بھی باقی انسانوں کی طرح سے کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے اور اپنی ضروریات کے لیے بازاروں میں بھی جایا کرتے تھے۔

جب انھوں نے دوسرے انسانوں کو خدا کا پیغام پہنچایا تو لوگوں نے کہا کہ تم بھی ہمارے جیسے انسان ہو ہم تمھاری باتوں کو تب مانیں گے جب تم ہمیں ایسی نشانی دکھاؤ گے جس کے بجالانے سے ہم عاجز ہوں۔

اس لیے اللہ تعالی نے انھیں ایسے معجزات عطا کیے جو دوسرے انسانوں کے بس سے باہر تھے۔ چنانچہ کسی کی بددعا پر طوفان بھیجا اور تمام منکرین کو نیست و نابود کیا، کسی کے لیے آگ کے شعلوں کو گل و گلزار میں بدل دیا۔

کسی کی دعا پر پتھر سے ناقہ برآمد کی اور اس کے تھنوں سے دودھ جاری کیا اور کسی کے لیے دریا کو شگافتہ کیا اور اس کے لیے پتھر سے پانی کے چشمے برآمد کیے اور خشک لکڑی اس کے ہاتھ میں آ کر سانپ میں بدل جاتی تھی۔

اور کسی کو پیدائشی اندھوں اور مبروص افراد کو تندرست کرنے کی قوت عطا کی اور اس کو مردہ زندہ کرنے کی طاقت عطا فرمائی اور لوگ جو کھاتے اور جو گھروں میں ذخیرہ کرتے وہ اس کی خبر دیتے تھے۔

اور کسی رسول کے لیے چاند کو شق کیا اور درخت اور پتھروں نے ان سے کلام کیا۔

اس طرح سے اللہ نے اپنے نمائندوں کو غالب بنایا اور منکرین کو مغلوب کیا۔

فرض کرو کہ خدا کے یہ نمائندے اگر ہر حال میں ہی غالب رہتے اور کبھی مغلوب نہ ہوتے تو اہل دنیا انہیں معبود بنا لیتے اور خالق حقیقی کو چھوڑ کر خدا کے نمائندوں سے لو لگا لیتے اور خدا کی کوئی بات ہی نہ کرتے۔

اللہ نے اپنے نمائندوں کو مختلف مصائب سے گزارا تاکہ ان کا صبر بھی لوگوں کے سامنے آئے اور راحت ظاہر ہونے پر بھی شکر کا مظاہرہ کیا اور مصائب کے وقت صبر کا مظاہرہ کیا۔

یہ مصائب و آلام ان پر اس لیے وارد ہوئے کہ مخلوق یہ جان لے کہ یہ خدا نہیں ہیں ان کا خدا وہی ہے جو سب کا خالق اور معبود ہے۔

خدا کی یہ حیثیت ہے کہ جس نے ہلاک ہونا ہے تو وہ دلیل و برہان سے ہلاک ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلیل و برہان سے زندہ رہے۔

یہاں تک ہم نے اس فصل میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے چند معجزات لکھے اور آپ کی توقیعات میں سے کچھ توقیعات کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ان معجزات اور توقیعات کو ہزاروں میں سے ایک بھی سمجھنا چاہیے ورنہ اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

ظہور سے مانع اسباب

بہت سے اذہان میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام آخر ظہور کیوں نہیں کرتے؟

آپ کے عدم ظہور کی واضح علت یہ ہے کہ آپ کو اپنے قتل سے خوف لاحق ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی وجہ ہوتی تو آپ پوشیدگی اختیار نہ کرتے اور تکالیف و مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرتے۔ آخر انبیائے کرام نے بھی دنیا میں دعوت حق کے پیغام کی سربلندی کے لیے مصائب جھیلے تھے۔

اللہ کے پاس یہ طاقت ہے کہ وہ قاتل کو روک بھی سکتا ہے۔ اللہ امام اور قاتل کے درمیان حائل ہو سکتا ہے پھر ظہور کیوں نہیں ہو جاتا؟

خدا کے روکنے کے دو طریقے ہیں:

۱۔ پہلا طریقہ جو کہ تکلیف شرعی کے عین مطابق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ شرعی حکم دے کہ امام کی مخالفت نہ کرو اور ان کی اتباع کرو، ایسا حکم پہلے سے ہی موجود ہے۔

۲۔ اللہ زور و قدرت جبر کر کے قاتل کو قتل سے روک دے اور یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ انسانی آزادی اور حریت عمل کے خلاف ہے اور اس سے مقصود ہی ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ تکلیف شرعی کا مقصود استحقاق ثواب ہے اور اس میں جبری رکاوٹ اس مقصد کے منافی ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ قتل سے جبری رکاوٹ مخلوق کے لیے باعث فساد ہو لہذا اللہ کی طرف سے اس کا صدور صحیح نہیں ہے۔

اشکال:

کیا امام زمانہ کے آباء طاہرین ظاہر نہ تھے وہ تو حالات کی تنگی سے خوف زدہ نہیں ہوئے تھے اور انھوں نے ایسی پوزیشن اختیار نہ کی تھی کہ ان تک کسی کی رسائی ہی نہ ہو۔

جواب:

امام زمانہ علیہ السلام اور آپ کے آباء طاہرین کے حالات میں واضح فرق پایا جاتا ہے کیونکہ آپ کے آباء طاہرین کے پروگرام میں حکومت وقت کے خلاف تلوار اٹھانا شامل نہ تھا اور ان کے سامنے بھی یہ مشن نہ رہا کہ انھوں نے طاغوتی حکومتوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ وہ ہمیشہ امام مہدی کے منتظر رہتے تھے اور ان حالات میں سلاطین وقت کو اس بات کی فکر نہ تھی کہ کون ان کی امامت کا عقیدہ رکھتا ہے۔ سلاطین وقت صرف یہ چاہتے تھے کہ ان کا تخت و تاج قائم رہے اور کسی کا عقیدہ کیا ہے اس سے انھیں چنداں سروکار نہیں تھا۔

اس کے برعکس صاحب الزمان کی حالت بالکل مختلف ہے کیونکہ آپ نے تلوار کے ساتھ خروج کرنا ہے، آپ نے حکومتوں کو گرانا ہے اور ہر سلطان کے تخت و تاج کو ختم کرنا ہے۔ آپ عدل کو عام کریں گے اور ظلم و ستم کا خاتمہ کرنا ہے۔

اور جس ذات نے یہ سب کچھ کرنا ہو تو دنیا کے تمام طاغوتی حکمران اس کی مخالفت تو کریں گے۔ کائنات کے عظیم ترین انقلاب برپا کرنے والی ذات کے خلاف جملہ طاغوتی حکمران ان کے خلاف جاسوسوں کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔

آپ کے آباء طاہرین غائب نہیں ہوئے تھے بلکہ ظاہر رہے تھے کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ اگر کوئی ہولناک واقعہ پیش بھی آیا تو ان کے بعد ان کا جانشین موجود ہے جو ان

کے مشن کو چلائیں گے اور امام زمانہ کی یہ کیفیت نہیں ہے کیونکہ اگر امام زمانہ کو خدانخواستہ کچھ ہو جاتا ہے تو ان کا کوئی قائم مقام نہیں تھا۔

ان معاملات کی وجہ سے آپ کی غیبت ضروری ہوگئی تھی۔

اشکال:

ظہور کے وقت امام کو کیسے معلوم ہوگا کہ ان کا خوف ختم ہو چکا ہے کیا انھیں وحی سے بات معلوم ہوگی؟

جب کہ امام پر وحی نہیں ہوتی یا انھیں ضروری علم سے یہ معلوم ہوگا؟

یہ بات تکلیف کے خلاف ہے یا انھیں ایسے حالات و قرائن سے معلوم ہوگا جو کہ ظن کا موجب ہوگا اور یہ تقصیر یا نقص ہے۔

جواب:

اس اشکال کے ہم دو جواب دیں گے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اکرمؐ کی زبان سے پہلے سے ہی ان تمام حالات کی پیش گوئی کر دی تھی اور امام زمانہ کے آباء طاہرین ان حالات کو بیان کر چکے ہیں اور آئمہ کے بیانات میں آپ کی غیبت اور زمانہ خوف کو پوری طرح سے بیان کیا گیا ہے لہذا ان تعلیمات سے امام زمانہ جان لیں گے کہ اب ان کے ظہور کا وقت آ چکا ہے۔ آپ کا علم ظن و تخمین پر مبنی نہیں ہوگا۔

۲۔ اس وقت کی علامات سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ان کے ظہور کا وقت آ چکا ہے۔

اس مفہوم کی کچھ روایات بھی ملتی ہیں جو اس نظریہ کی تائید کرتی ہیں۔

ا۔ حسین بن عبیداللہ، ابو جعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان نیشاپوری، حسن بن محبوب، علی بن رئاب، زرارہ کا بیان ہے کہ ظہور سے قبل قائم کی غیبت واقع ہوگی۔

میں (راوی) نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہوگی؟

فرمایا کہ انہیں قتل کا خوف ہوگا۔

روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ صاحب امرؑ میں حضرت موسیٰؑ کی سنت ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ ان میں کون سی خصوصیت ہوگی۔

فرمایا کہ وہ بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح سے خوف میں مبتلا ہوں گے اور وہ حکم الٰہی سے غیبت اختیار کریں گے۔

حضرت رسول خداؐ نے شعب ابی طالب میں کئی سال تک غیبت اختیار کی تھی اور تین دن تک غار میں بھی چھپے رہے تھے اور امیر المومنینؑ نے بھی حالات کو مد نظر رکھ کر اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

ب۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن حسین بن ابی الخطاب، صفوان بن یحییٰ، عبداللہ بن مسکان، محمد بن علی الحلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

حضرت رسول اکرمؐ مکہ میں پانچ برس تک خوف کی حالت میں مخفی رہے تھے۔ اس عرصہ میں آپ ظاہر نہ ہوتے تھے۔ اس عرصہ میں حضرت علیؑ اور حضرت خدیجہؑ آپ کے ساتھ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلے عام تبلیغ کی اجازت عطا فرمائی۔ اس کے بعد آپؐ نے کھل کر تبلیغ دین شروع کردی تھی۔

ج۔ سعد، احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن الحسین بن ابی الخطاب، حسن بن محبوب، علی بن رئاب، عبیداللہ بن علی الحلبی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

نزول وحی کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ تیرہ برس تک مکہ میں رہے۔ آپ نے تین سال تک پوشیدگی کے عالم میں بسر کیے تھے جب تک خدا کی طرف سے آپؐ کو حکم نہ ملا آپ نے کھلے عام تبلیغ شروع نہیں کی تھی۔

د۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری، محمد بن سنان، محمد بن یحییٰ خثعمی، ضریس الکناسی، ابو خالد الکابلی سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ وہ قائم کا پورا نام بتائیں تاکہ میں ان کے نام سے معرفت حاصل کرسکوں۔ آپ نے فرمایا:

اے ابو خالد! تو نے مجھ سے ایک ایسے امر کا سوال کیا اگر بنی فاطمہ انہیں اچھی طرح سے پہچان لیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ وہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔

ھ۔ سعد بن عبداللہ، ہمارے اصحاب کی جماعت، عثمان بن عیسیٰ، خالد بن نجیح، زرارہ بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ نے فرمایا: نوجوان کے قیام سے پہلے اسے غیبت میں جانا ہوگا۔

میں نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہوگی؟

فرمایا: اسے جان کا خوف ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنے شکم کی طرف اشارہ کیا۔

پھر فرمایا: زرارہ! وہ منتظر ہوگا۔ لوگ اس کی ولادت پر شک کریں گے۔ کچھ کہیں گے کہ ان کا والد لاولد فوت ہوا تھا۔ کچھ کہیں گے کہ وہ غائب ہیں۔ وہ اپنے والد کی

وفات سے دو برس پہلے پیدا ہوگا۔ وہ منتظر ہوں گے۔ اللہ یہ چاہے گا کہ اس زمانہ میں شیعوں کا امتحان لے۔ اس وقت باطل پرست شک میں مبتلا ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

آپ نے فرمایا: زرارہ! اگر تو اس زمانے کو پالے تو یہ دعا پڑھنا۔

"اللھم عرّفنی نفسک فانّک ان لم تعرّفنی نفسک لم اعرف نبیّک اللھم عرّفنی نبیّک فانّک ان لم تعرّفنی رسولک لم اعرف حجتک اللھم عرفنی حجتک فانّک ان لم تعرفنی حجتک ظللت عن دینی"

غیبت یا شیعوں کا امتحان

۶۔ سلیم بن قیس الہلالی، جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

برادر! قریش تیرے خلاف جمع ہو جائیں گے اور وہ آپ پر ظلم کے لیے جمع ہو جائیں گے اور اگر آپؑ کو مددگار مل جائیں تو ان سے جہاد کرنا اور مددگار نہ ملیں تو اپنے ہاتھ کو روکے رکھنا اور اپنی جان کا تحفظ کرنا۔ شہادت تمہارے عقب میں ہے۔

زمانہ غیبت میں شیعوں کا امتحان ہوگا اور اس کے متعلق بہت سی احادیث منقول ہیں اور زمانہ غیبت میں جو صبر و استقامت اختیار کریں گے اللہ انھیں اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

اس مفہوم کی ہم چند روایات نقل کریں گے۔

۷۔ حسین بن عبیداللہ، ابو جعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان نیشاپوری، ابن ابی نجران، محمد بن منصور، اپنے والد سے اس کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے؟

ہیہات، ہیہات! جس منظر کو دیکھنے کے لیے تمھاری آنکھیں بلند ہو رہی ہیں وہ منظر تمھیں اس وقت تک دیکھنا نصیب نہ ہوگا یہاں تک کہ تمھیں چھانٹی سے گزارا جائے گا۔

تمھاری نگاہیں جس کی منتظر ہیں وہ منظر دیکھنا تمھیں اس وقت تک نصیب نہ ہوگا جب تک تمھارے درمیان تمیز نہ کر دی جائے۔

تمھاری نگاہیں جس طرف اٹھ رہی ہیں خدا کی قسم! تمھیں وہ بات کبھی نہ ملے گی مگر مایوسی کے بعد۔

خدا کی قسم! تمھیں وہ چیز حاصل نہ ہوگی جس کا تم انتظار کر رہے ہو جب تک بدبخت پوری طرح سے بدبخت نہ ہو جائے اور خوش بخت، خوش بخت نہ ہو جائے۔

۸۔ سعد بن عبداللہ اشعری، محمد بن حسین بن ابی الخطاب، حسن بن علی بن فضال، ثعلبہ بن میمون، مالک جہنی، اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ پریشان تھے اور زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے عرض کیا:

امیر المومنینؑ! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو متفکر دیکھ رہا ہوں اور آپ زمین پر لکیریں کھینچ رہے ہیں؟ کیا آپ دنیا کو چاہنے لگے ہیں؟

فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میں نے کبھی زندگی میں دنیا کو طلب ہی نہیں کیا۔ میں اس مولود کے متعلق سوچ رہا ہوں جو کہ گیارہویں امام کی صلب سے ہوگا اور وہ مہدیؑ ہوگا اور وہ ظلم و جور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرے گا۔ اس کے دور میں حیرانی اور غیبت ہوگی۔ اس عرصہ میں بہت سی اقوام گمراہ ہوں گی اور بہت سے لوگوں کو ہدایت حاصل ہوگی۔

۳۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، احمد بن محمد بن ابی نصر کا بیان ہے کہ امام علی نقیؑ علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کی قسم! تمہیں وہ نعمت حاصل نہ ہوگی جس کی طرف تمہاری نگاہیں اٹھی ہیں یہاں تک کہ تم میں تمیز کی جائے گی اور تمہیں خالص کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ تم میں سے قلیل ترین افراد ہی اس عقیدہ پر باقی رہ جائیں گے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم ويعلم الصابرين ○ (آل عمران/142)

اور کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم جنت میں یوں ہی چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تک اللہ نے یہ دیکھا ہی نہیں ہے کہ تم میں جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کون ہیں۔

۴۔ سعد بن عبداللہ، حسین بن عیسیٰ علوی اپنے والد اور دادا سے، علی بن جعفر کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب گیارھویں امام کا فرزند مفقود

(غائب) ہو جائے تو خدارا اپنے دین کو بچائے رکھنا۔ اس دور میں کوئی چیز تمہیں تمہارے دین سے دور نہ کرنے پائے۔

فرزند! صاحب الامر کی غیبت یقینی ہے اور غیبت اتنی طویل ہو جائے گی کہ اس کا اقرار کرنے والے بھی اس عقیدہ سے منحرف ہو جائیں گے۔

ان کی غیبت خدائی آزمائش ہے اور اس کے ذریعے خدا اپنی مخلوق کا امتحان لے گا۔

۵۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، ابن ابی نجران، عمرو بن مساور، مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

فرمایا: تشہیر سے گریز کرنا۔ اللہ کی قسم! تمہارا امام اس جہان میں مدتوں غائب ہو جائے گا اور یہ عرصہ ہمارے شیعوں کی آزمائش کا ہوگا یہاں تک کہ لوگ کہنے لگیں گے کہ وہ مر گیا، قتل ہو گیا، ہلاک ہو گیا، نجانے کس وادی میں چلا گیا۔ اہل ایمان کی آنکھیں ان پر اشک فشانی کریں گی اور تمہیں ایسے تھپیڑے لگیں گے جیسا کہ سمندر کی متلاطم امواج کشتیوں کو تھپیڑے لگاتی ہیں۔ ان حالات میں صرف وہی نجات پائے گا جس سے اللہ نے میثاق لیا ہوگا اور اس کے دل میں ایمان لکھا ہوگا اور اپنی روح سے اس کی تائید کی ہوگی۔

زمانہ غیبت میں بارہ مشتبہ پرچم بلند ہوں گے اور یہ علم نہ ہو سکے گا کہ کس کا پرچم کون سا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ امام کے اس بیان کو سن کر میں رونے لگا اور کہا کہ اس زمانہ میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

پھر امام نے دھوپ کی طرف دیکھا جو کہ برآمدے میں آ رہی تھی۔ فرمایا: ہمارا معاملہ تو اس دھوپ سے زیادہ واضح ہے۔

۶۔ محمد بن جعفر اسدی، ابو سعید آدمی، محمد بن حسین، محمد بن ابی عمیر، ابو ایوب، محمد بن مسلم اور ابو بصیر کا بیان ہے کہ ہمیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

یہ امر اس وقت تک قائم نہ ہوگا جب تک دو تہائی افراد ختم نہ ہو جائیں۔

ہم نے کہا کہ جب دو تہائی انسان ہلاک ہو جائیں گے تو پھر پیچھے کون بچا ہوا ہوگا؟

فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم باقی تہائی میں ہو گے۔

۷۔ جابر جعفی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کی کشائش کب ہوگی؟

فرمایا کہ ہماری کشائش اس وقت تک نہ ہوگی جب تک تمھیں چھانا نہ جائے گا۔

آپ نے یہ جملہ تین بار فرمایا:

آخر کار اس کے نتیجہ میں گندگی صاف ہو جائے گی اور صاف مومن باقی رہ جائیں گے۔

۸۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، یعقوب بن یزید، حماد بن عیسیٰ، ابراہیم بن عمر یمانی نے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اے گروہ شیعہ! اے شیعان آل محمد! تمھیں خالص کیا جائے گا اور حالت یہ ہو گی کہ جیسے کوئی شخص آنکھ میں سرمہ لگاتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ آنکھ میں کوئی چیز گئی ہے لیکن جب سرمہ غائب ہوتا ہے تو پتا بھی نہیں چلتا۔

چنانچہ صبح ہوگی تو آدمی محسوس کرے گا کہ وہ ہماری شریعت اور طریقہ پر ہے لیکن شام ہوگی تو وہ اس سے نکل چکا ہوگا اور اسے علم تک نہ ہوگا۔

۹۔ محمد بن عبداللہ، اپنے والد سے، ایوب بن نوح، عباس بن عامر، ربیع بن محمد المسلی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا:

تمھیں ایسے توڑا جائے گا جیسا کہ شیشہ کو توڑا جاتا ہے اور شیشہ کو جوڑا جائے تو وہ جڑ جاتا ہے لیکن تمھیں ٹھیکری کی طرح سے توڑا جائے گا۔ ٹھیکری ٹوٹنے کے بعد نہیں بنتی۔ تمھیں خالص کیا جائے گا۔ تمھیں چھاج سے گزارا جائے گا جیسا کہ گندم کے دانوں کو چھاج سے گزارا جاتا ہے۔

۱۰۔ جعفر بن محمد بن مالک کوفی، اسحاق بن محمد، ابی ہاشم، فرات بن احنف کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت قائم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قائم غیبت اختیار کریں گے اور جاہل یہ تک کہیں گے کہ اللہ کو آل محمد کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

۱۱۔ محمد بن حسین بن ابی الخطاب، محمد بن اسماعیل بن بزیع، عبداللہ بن عبدالرحمن الاصم، عبدالرحمن بن سیابہ، عمران بن میثم، عبایہ بن ربعی الاسدی کا بیان ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا:

ایک زمانہ آئے گا جب تم کسی امام ہدایت اور دکھائی دینے والے رہنما کے بغیر ہو گے۔ اس وقت تمھارے بعض افراد دوسرے بعض افراد پر تبرا کریں گے۔

۱۲۔ علی بن یقطین کہتے ہیں کہ مجھے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

علی! شیعہ دو صدیوں سے امیدوں پر زندہ ہیں۔

یقطین (علی بن یقطین کا والد جو کہ بنی عباس کا پیروکار تھا) نے اپنے فرزند علی سے کہا:

عجیب بات ہے رسول خداؐ نے بنی عباس کی حکومت کی پیش گوئی کی تھی، ان کی حکومت قائم ہوگئی لیکن تمہارے آئمہ نے اپنے خاندان کی حکومت کی پیش گوئی کی تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔

یہ اعتراض سن کر اس کے فرزند نے اپنے والد سے کہا کہ دونوں پیش گوئیاں ایک ہی زبان سے ہوئی ہیں البتہ تمہاری دلچسپی کی پیش گوئی تمہارے سامنے آچکی ہے اور ہماری پیش گوئی کے پورا ہونے کو ایک عرصہ درکار ہے۔

اگر ہمارے آئمہ یہ کہتے کہ ظہور قائمؑ کو دو صدیاں یا تین صدیاں دیر ہے تو لوگوں کے دل سخت ہو جاتے اور بہت سے افراد اسلام کو ہی چھوڑ دیتے اسی لیے لوگوں کے دلوں کی تسکین کے لیے ہادیان دین نے فرمایا کہ ظہور قریب ہے تاکہ لوگ مایوس نہ ہوں۔

دو آدمی سامرا آئے اور امام زمانہؑ کو خط لکھا کہ ہم آپؑ کے والد ماجد اور دادا علیہم السلام کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ عریضہ پر ایک شخص کا نام تھا دوسرے کا نام نہیں تھا۔ جواب آیا کہ تو بھی مزار پر جاسکتا ہے اور جو تیرے ساتھ ہے وہ بھی جاسکتا ہے۔

☆☆☆

فصل

امامِ زمانہ علیہ السلام کے سفراء

اس فصل میں ہمارا مرکزی مضمون تو امام زمانہ علیہ السلام کے سفراء کا ذکر ہے۔ لیکن ہم نے یہ مناسب جانا کہ امام زمانہ علیہ السلام کے سفراء کے ذکر سے پہلے آئمہ ہدیٰ کے کچھ دیگر سفیروں اور وکلاء کا تذکرہ بھی کیا جائے لیکن اس میں اختصار کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ آئمہ سے منسوب وکلا اور سفراء سارے کے سارے قابل تعریف نہ تھے۔ ان میں بھی کچھ مذموم سیرت افراد شامل تھے۔ کچھ روایات میں ہمیں آئمہ علیہم السلام سے یہ روایت بھی منقول دکھائی دیتی ہے کہ ذوات طاہرہ نے فرمایا:

خدامنا و قوامنا شرار خلق الله!!

ہمارے خادم اور ہمارے وکیل خدا کی مخلوق میں سے بدترین ہیں۔

چنانچہ محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے محمد بن صالح ہمدانی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام صاحب الزمان علیہ السلام کو خط لکھا کہ میرے افراد خانہ یہ روایت سنا کر مجھے اذیت دیتے ہیں کہ آئمہ نے فرمایا تھا:

ہمارے خادم اور ہمارے وکیل خدا کی مخلوق میں سے سب سے بدترین ہیں۔

امام زمانہ علیہ السلام نے جواب میں لکھا:

افسوس ہے تم نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں پڑھی۔

"وجعلنا بینهم و بین القری التی بارکنا فیها قری ظاهرة" (سبا/18)
ہم نے ان کے درمیان اور جن بستیوں میں ہم نے برکت ڈالی کئی ظاہر گاؤں پیدا کیے۔

چنانچہ ہم بابرکت بستیاں ہیں اور تم ظاہری گاؤں ہو۔

قابل تعریف سفراء اور وکلاء

۱۔ حمران بن اعین:

حسین بن عبید اللہ، ابو جعفر محمد بن سلیمان بزوفری، احمد بن ادریس، احمد بن محمد بن عیسیٰ، حسن بن علی بن فضال، عبید اللہ بن بکیر، زرارہ کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے حمران بن اعین کا ذکر کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:
وہ کبھی بھی مرتد نہیں ہوگا۔
پھر آپ نے، کچھ دیر کے لیے سر جھکایا اور پھر کہا:
جی ہاں، اللہ کی قسم! وہ کبھی مرتد نہیں ہوگا۔

۲۔ مفضل بن عمر:

انہی اسناد سے، احمد بن ادریس، احمد بن محمد بن عیسیٰ، حسین بن سعید، محمد بن ابی عمیر، حسین بن احمد منقری، اسد بن ابی علاء، ہشام بن احمر کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق

علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ سے مفضل بن عمر کے متعلق سوال کروں۔ اس وقت امام زمانہ علیہ السلام اپنی زمین پر گئے ہوئے تھے اور وہ دن شدید گرم تھا اور تپش کی وجہ سے آپ کا پسینہ سینے پر بہہ رہا تھا۔
آپؑ نے ابتدا کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا: جی ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ شخص مفضل بن عمر ہی ہے۔
ہشام بن احمر کہتے ہیں کہ میں کچھ مال حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ مال مفضل بن عمر کے پاس جا کر جمع کرا دو۔ میں نے فرمانِ امام کے تحت سارا مال ان کے پاس جا کر جمع کرا دیا۔
موسیٰ بن بکر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عرصہ تک امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں رہا۔ میں نے وہاں یہ دیکھا کہ آپؑ کے پاس جو بھی مال آتا تو وہ مفضل بن عمر کی طرف سے ہوتا تھا۔
امام کے پاس جب بھی کوئی شخص مال لے کر آتا تو آپؑ مال لانے والے سے فرماتے کہ یہ مال مفضل کے پاس لے جاؤ۔

۳۔ معلّیٰ بن خنیس:

یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے وکیل مالیات تھے۔ بنی عباس کے پہلے حکمران سفاح عباسی کے چچا داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے انہیں شہید کیا تھا اور انہیں قتل کر کے صلیب پر چڑھایا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کو ان کی موت کا سخت صدمہ ہوا۔ امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

داؤد! تو نے میرے غلام اور میرے خازن کو کیوں قتل کیا؟ تو خدا کے سامنے اس کا کوئی عذر پیش نہیں کر سکے گا۔

ایک اور خبر میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ تیس برس تک امام جعفر صادق علیہ السلام کا وکیل مالیات تھا۔ وکیل ہونے کے باوجود وہ اپنے آپ کو وکیل نہیں کہلاتے تھے۔ وہ انتہائی نیک سیرت اور فاضل انسان تھے۔ امام علی رضا علیہ السلام کے زمانہ امامت میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

۴۔ عبداللہ بن جندب بجلی:

عبداللہ بن جندب بجلی۔ یہ بزرگوار امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضا علیہم السلام کے وکیل تھے اور وہ اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار تھے اور دونوں آئمہ کی نظروں میں ایک بڑا مقام انہیں حاصل تھا۔

۵۔ زکریا بن آدم:

ابو طالب قمی کی یہ روایت انتہائی اہم ہے کہ میں امام ابوجعفر ثانی (محمد تقیؑ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ آپ کی زندگی کے آخری ایام تھے۔ میں نے امام علیہ السلام سے یہ کلمات سنے:

اللہ صفوان بن یحییٰ، محمد بن سنان، زکریا بن آدم اور سعد بن سعد کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان لوگوں نے مجھ سے وفا کی ہے۔ ان خوش بخت افراد میں

زکریا بن آدم کو خصوصی مقام حاصل ہے۔

امام ابوجعفر (محمد تقی علیہ السلام) نے زکریا بن آدم کے متعلق فرمایا:

جس دن وہ پیدا ہوا اس دن اس پر رحمت ہو اور جب مرا وہ قابل رحمت تھا اور جس دن وہ اٹھایا جائے گا اس دن بھی اس پر رحمت ہوگی۔ اس نے عارف حق ہو کر زندگی بسر کی، وہ حق کا قائل رہا۔ وہ صابر تھا حق کے لیے محنت کرنے والا تھا اور اللہ اور رسول کے احکامات کو ادا کرنے والا تھا۔ وہ دنیا سے اس حالت میں رخصت ہوا کہ اس نے عہد شکنی نہیں کی۔ اللہ اسے اس کی نیت کا اجر عطا کرے اور اس کی محنت کا صلہ دے۔

۶۔ محمد بن سنان:

علی بن الحسین بن داؤد کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ محمد بن سنان سے اللہ راضی رہے کیونکہ میں اس سے راضی ہوں۔ اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی تھی اور نہ ہی میرے والد کے کسی فرمان کی نافرمانی کی تھی۔

۷۔ عبدالعزیز بن مہتدی قمی الاشعری:

اس کے متعلق امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

جو جو شرعی رقم تم جمع کر کے لائے ہو وہ میں نے وصول کر لی ہیں۔ اللہ تیری مغفرت فرمائے اور ان لوگوں کی بھی مغفرت کرے۔ اللہ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے۔

٨۔ علی بن مہزیار اہوازی:

یہ ثقہ اور قابل تعریف انسان تھے۔

علاء المدائنی نے حسن بن شمعون سے روایت کی ہے کہ میں نے وہ خط علی بن مہزیار کے سامنے پڑھا جسے امام محمد تقی علیہ السلام نے تحریر کیا تھا۔ اس خط کی عبارت یہ ہے:

علی! اللہ تعالیٰ تمھیں اچھی جزا دے اور تمھیں اپنی جنت میں جگہ دے اور تمھیں دنیا و آخرت کی ہر رسوائی سے محفوظ رکھے اور تمھیں ہمارے ساتھ محشور کرے۔

علی! میں نے تمھیں اچھی طرح سے آزمایا ہے اور تمھاری خیر خواہی، اطاعت، خدمت اور فرائض کی ادائیگی کو اچھی طرح سے جان لیا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے تم جیسا آدمی نہیں دیکھا تو امید ہے کہ میں سچا ہی قرار پاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ تمھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور دن رات اور سردی گرمی میں تمھارا مقام اور تمھاری خدمت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جس دن اللہ قیامت کے دن مخلوق کو جمع کرے تو وہ تمھیں اپنی رحمت سے نوازے جس پر تو رشک کرے۔ بے شک وہ دعاؤں کے سننے والا ہے۔

٩۔ ایوب بن نوح بن درّاج:

عمر بن سعید المدائنی جو کہ فطحی تھا، کا بیان ہے کہ میں مقام "صریا" میں امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اتنے میں ایوب بن نوح امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے آ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔

امام علیہ السلام نے انھیں کسی چیز کا حکم دیا، وہ آپ کا کام کرنے کے لیے گھر سے روانہ ہوئے تو امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا

عمر! اگر تم کسی جنتی کو دیکھنا چاہتے ہو تو اسے دیکھو۔

١٠۔ علی بن جعفر الہمانی:

وہ صاحب فضیلت اور پسندیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ وہ امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کے وکیل تھے۔

احمد بن علی رازی، علی بن مخلد ایادی نے ابو جعفر العمری سے روایت کی ہے کہ ابو طاہر بن بلال حج پر گیا۔ اس نے علی بن جعفر کو دیکھا کہ وہ لوگوں میں بڑی بڑی رقومات بانٹ رہا تھا۔ واپسی پر اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں ان کے اس وکیل کی شکایت کی۔ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا:

ہم نے اسے ایک لاکھ دینار خرچ کرنے کا حکم دیا تھا، اس کے بعد ہم نے اسے مزید ایک لاکھ دینار خرچ کرنے کی اجازت دی لیکن اس نے اسے قبول نہ کیا۔

آخر باقی لوگوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ ہمارے معاملات میں دخل اندازی کریں جب کہ ہم نے انھیں اپنے امور میں شامل ہی نہیں کیا۔

پھر علی بن جعفر امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے لیے تیس ہزار دینار کا حکم جاری کیا۔

۱۱۔ ابوعلی بن راشد:

ابن ابی جید، محمد بن حسن بن ولید، الصفار، محمد بن عیسیٰ سے منقول ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے بغداد، مدائن اور عراق کے موالی کو لکھا کہ میں نے علی بن حسین بن عبدربہ کی جگہ علی بن راشد کو اپنا وکیل مقرر کیا ہے اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ بقلم خود

محمد بن یعقوب نے مرفوعاً محمد بن فرج سے روایت کی ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر علی بن راشد، عیسیٰ بن جعفر اور ابن عبد کے متعلق آپ کی رائے دریافت کی، آپ نے جواب میں لکھا:

تم نے ابن راشد رحمۃ اللہ کا ذکر کیا ہے وہ خوش بخت ہو کر زندہ رہا اور شہید ہو کر مرا۔ آپ نے ابن عبد اور عاصمی کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

عبد کے سر پر لوہے کا گرز مارا گیا وہ شہید ہو گئے تھے اور ابن عاصم کو دجلہ کے پل پر تین سو کوڑے مارے گئے پھر انھیں دریا میں پھینک دیا گیا۔

یہ وہ وکلا اور سفرا تھے جن کی آئمہ نے توثیق کی تھی۔ ہم نے تمام وکلا کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ وہ مشہور ہیں اور کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔

قابل مذمت وکلا

۱۔ صالح بن محمد بن سہل:

علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں ابوجعفر ثانی (امام تقی)

کی خدمت میں موجود تھا کہ اتنے میں صالح بن محمد بن سہل ہمدانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ آپ کی طرف سے وکیل تھا اس نے کہا:

میرے پاس آپ کے دس ہزار درہم تھے وہ میں نے خرچ کر دیے ہیں آپ وہ رقم میرے لیے حلال کر دیں۔

ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا: تجھے معاف کیا۔

جب صالح اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا:

ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ آل محمد کے فقراء، اور مساکین و مسافروں کے مال کو ہضم کر لیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دیں، اللہ تعالیٰ ان سے ضرور پوچھے گا۔

۲، ۳، ۴۔ علی بن ابی حمزہ بطائنی، زیاد بن مروان قندی، عثمان بن عیسیٰ الرواسی:

یہ تینوں افراد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے وکیل تھے اور ان کے پاس بہت سا مال امام تھا۔ جب امام علیہ السلام کی وفات ہوئی تو انھوں نے وہ ساری دولت اپنے پاس رکھ لی اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا سرے سے انکار کر دیا اور امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا انکار کر دیا۔

سابقہ صفحات میں ہم ان کے متعلق تفصیلی بحث کر چکے ہیں اسی لیے ہم واقعات کو دہرانا پسند نہیں کرتے۔

۵۔ فارس بن حاتم بن ماہویہ قزوینی:

عبداللہ بن جعفر حمیری کا بیان ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام نے علی بن عمر قزوینی کو خط لکھا اور اس میں تحریر کیا:

اللہ کو تم جس وسیلہ سے پکارتے ہو اس کا باطن میرے پاس ہے اس عقیدہ پر محکم رہنا۔ تم نے جس کی حقیقت مجھ سے پوچھنے کی درخواست کی ہے وہ شخص فارس ہے، اللہ اس پر لعنت کرے۔ تم پوری قوت سے اس پر لعنت بھیجو اور اس سے دشمنی رکھو۔

میں یہ نہیں کہتا کہ تم غلط طریقے سے اللہ کی عبادت کرو، تم اس پر لعنت کے لیے پوری کوشش کرو اور پورے اسباب کے ساتھ اس کی مخالفت کرو۔ اپنے اصحاب کو اس سے دور رکھو اور اس کے عقائد کی بھرپور تردید کرو، میری طرف سے میرے شیعوں تک یہ پیغام پہنچاؤ کہ میں بارگاہ خداوندی میں اس سے بیزار ہوں اور میں اس ذمہ داری کے متعلق تم سے ضرور پوچھوں گا۔

ہلاکت ہے اس نافرمان اور منکر ولایت پر۔

میں نے یہ خط شب سہ شنبہ نہم ماہ ربیع الاول 250ھ کو تحریر کیا ہے۔ میں خدا پر توکل کرتا ہوں اور اس کا بے حد مشکور ہوں۔

۶۔ محمد بن ہلالی عبرتائی:

محمد بن یعقوب لکھتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے عمری کو ایک خط موصول ہوا جو کہ کافی طویل تھا، اس کا ماحصل یہ ہے:

ہم خدا کے حضور ابن ہلال (اس پر خدا رحم نہ کرے) سے بے زاری کا اعلان

کرتے ہیں اور جو بھی اسحاق سے بے زاری اختیار نہ کرے اس سے بھی ہم بے زاری کا اعلان کرتے ہیں۔

اسحاق اور اس کے شہر والوں کو اس فاجر کے حالات سے آگاہ کرو۔

مذموم افراد کے ذکر کو ہم یہیں ختم کرتے ہیں۔

قابل اعتماد سفراء

۱۔ سفیر اول ابو عمرو عثمان بن سعید عمری:

زمانہ غیبت صغریٰ میں امام صاحب الزمان علیہ السلام کو ممدوح اور قابل ستائش سفراء میں سے سب سے پہلے سفیر شیخ موثق ابو عمرو عثمان بن سعید عمری ہوئے ہیں جو کو حضرت ابو الحسن امام علی نقی ابن امام محمد تقی علیہما السلام نے اور پھر ان کے فرزند ابو محمد علیہ السلام نے اپنا سفیر مقرر فرمایا تھا۔

درحقیقت یہ بنی اسد میں سے ہیں اور اسدی ہیں لیکن انھیں العمری اس لیے کہا جاتا ہے کہ ابو نصر ھبۃ اللہ بن محمد بن احمد کاتب ابن بنت ابو جعفر عمر نے روایت کی ہے یہ حقیقتاً اسدی ہیں مگر ان کو ان کے جد سے منسوب کر کے العمری کہا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں انھیں عسکری بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ عسکر (سامرا) میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ انھیں "سمان" روغن فروش بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ روغن کی تجارت کیا کرتے تھے تاکہ تجارت کی وجہ سے ان کا معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رہے۔

چنانچہ جب شیعہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں کوئی رقم بھیجنا چاہتے تو وہ انھیں دے دیا کرتے تھے اور یہ خوف اور تقیہ سے ان کی رقوم کو تیل کے ڈبوں و تیل کی مشکوں میں ڈال کر امام کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔

ابوعمرو العمری کی سفارت کے لیے امام کی نص

احمد بن اسحاق کا بیان:

احمد بن اسحاق بن سعد قمی، عبداللہ بن جعفر حمیری، محمد بن ہمام اسکافی، ابو محمد ہارون بن موسیٰ کے حوالے سے اور انھوں نے رواۃ کی ایک جماعت کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک دن میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مولا! میں کبھی یہاں سے غائب رہتا ہوں اور کبھی موجود ہوتا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر نہیں رہتا اب آپ یہ فرمائیں کہ ہم لوگ کس کے قول کو قبول اور کس کے حکم پر عمل کریں۔

آپ نے فرمایا:

یہ ابوعمرو میرے قابل اعتماد اور امین ہیں اور یہ جو کچھ کہیں گے میری طرف سے ہوگا اور جو حکم دیں گے وہ بھی میری طرف سے ہوگا۔

پھر حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے وفات پائی تو میں ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی عرض کیا جو آپ کے والد ماجد سے عرض کیا تھا تو آپ نے یہ فرمایا:

یہ ابوعمرو ہیں جو میرے والد ماجد کی زندگی میں بھی ثقہ و امین تھے اور آپ کی وفات کے بعد میرے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ یہ جو کچھ کہیں گے میری طرف سے کہیں گے اور جو حکم دیں گے وہ میری طرف سے ہوگا۔

ابوالعباس حمیری کہتے ہیں کہ ہم لوگ ابوعمرو کے متعلق امام کے اس قول کا اور ان کی جلالت قدر اور علو منزلت کا برابر تذکرہ کیا کرتے تھے۔

رواۃ کی ایک جماعت، ابو محمد ہارون، محمد بن ہمام، عبداللہ بن جعفر کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی رحلت کے بعد ہم نے ایک سال حج کیا۔ میں بعد ازاں احمد بن اسحاق کے پاس گیا وہاں میں نے ابوعمرو کو دیکھا تو میں نے احمد بن اسحاق کو اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ شیخ ہمارے ہاں ثقہ اور پسندیدہ ہیں اور پھر ان سے براہ راست کہا کہ آپ کے متعلق ہمیں آئمہ علیہم السلام کے یہ اقوال معلوم ہوئے ہیں۔ آپ منقول خاص لوگوں میں سے ہیں جن کے قول کی صداقت میں شک نہیں کیا جاسکتا۔

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور آپ کو ان دو اماموں کا واسطہ دیتا ہوں جنھوں نے آپ کی توثیق کی ہے تو کیا آپ نے حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟

یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا کہ جب تک میں زندہ ہوں تب تک یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

میں نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کسی سے یہ بات بیان نہ کروں گا۔

فرمایا: جی ہاں! میں نے ان کی زیارت کی ہے ان کی گردن موٹی اور انتہائی حسین و دلکش تھی۔

میں نے کہا کہ ان کا نام کیا ہے؟

فرمایا کہ تمہیں اس سے منع کیا گیا ہے۔

احمد بن علی بن نوح ابو العباس سیرافی، ابو نصر عبد اللہ بن محمد بن احمد المعروف ابن برنیہ کاتب ایک معزز انسان سے جو کہ شیعہ امامیہ کے محدثین میں سے تھے، ابو محمد عباس بن احمد صائغ، حسین بن احمد خصیبی، محمد بن اسماعیل اور علی بن عبد اللہ حسنی کا بیان ہے کہ ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں سامرا حاضر ہوئے، اس وقت آپ کے پاس آپ کے ماننے والوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ اتنے میں آپ کا خادم "بدر" حاضر ہوا اور کہا کہ مولا! دروازے پر کچھ لوگ کھڑے ہیں جن کے بال بکھرے اور غبار آلود ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ یمنی لوگ ہیں اور ہمارے شیعوں میں سے ہیں۔

اس سلسلہ میں آپ کی ایک طویل حدیث ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ جاؤ عثمان بن سعید عمری کو بلا لاؤ۔

تھوڑی ہی دیر بعد عثمان بن سعید بھی حاضر ہو گئے، آپ نے ان سے فرمایا!

اے عثمان بن سعید تم میرے وکیل، ثقہ اور امین ہو۔

جاؤ یہ یمنی لوگ جو کچھ لائے ہیں ان سے وصول کر لو۔

پھر یہ حدیث آگے بڑھی اور ان دونوں نے بتایا کہ پھر ہم سب لوگوں نے عرض کیا

ہمارے آقا و مولا! واللہ ہم سب کو معلوم ہے کہ عثمان بن سعید آپ کے بہترین شیعوں میں سے ہیں مگر آج ہمارے علم میں یہ اضافہ ہوا ہے کہ یہ آپ کے وکیل اور مال خدا کے معتمد اور امین ہیں۔

آپ نے فرمایا:

جی ہاں! تم لوگ گواہ رہو کہ عثمان بن سعید عمری میرے وکیل ہیں اور ان کے فرزند محمد میرے فرزند (جو تم لوگوں کے مہدی ہیں) کے امین ہوں گے۔

ابو نصر عبد اللہ بن محمد بن احمد کاتب ابن دختر ابو جعفر عمری سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا انتقال ہوا تو عثمان بن سعید عمری نے آپ کو غسل دیا اور انھوں نے ہی آپ کو غسل و کفن دیا اور حنوط کیا اور انھوں نے ہی تو دفن کے تمام امور سرانجام دیے تھے۔ وہ اس پر ظاہری طور پر مامور تھے اور یہ ایک ایسی کھلی حقیقت ہے کہ اس سے وہی انکار کر سکتا ہے جو کھلے ہوئے حقائق سے انکار کرے۔

امام صاحب الزمان علیہ السلام کی تمام توقیعات جو وہ اپنے شیعوں کے نام یا اپنے والد ماجد علیہ السلام کے خاص اصحاب کے نام لکھی تھیں یا جو کچھ انھوں نے امر و نہی کیا یا جو مسائل کے جواب دیے وہ سب عثمان بن سعید اور ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن عثمان کے ہاتھوں برآمد ہوتی تھیں اور تمام شیعہ ان کی تحریر کو تسلیم کرتے تھے اور جب عثمان بن سعید کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند ابو جعفر نے ان کو غسل دیا اور اپنے والد کے قائم مقام ہوئے اور تمام معاملات ان کے سامنے پیش ہونے لگے تھے ان کی عدالت پر اور ان کے ثقہ ہونے پر اور ان کی امانت داری اور عدالت پر بھی امام علیہ السلام کی نص موجود تھی اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی حیات میں اور آپ کی وفات کے بعد اپنے والد عثمان بن سعید کی حیات میں لوگ ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

جعفر بن محمد بن فزاری بزاز، شیعوں کی ایک جماعت جن میں علی بن بلال، احمد بن ہلال، محمد بن معاویہ بن حکیم، حسن بن ایوب بن نوح سے ایک طویل روایت منسوب

ہے ان لوگوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ جمع ہو کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں یہ دریافت کرنے کے لیے گئے کہ آپؑ کے بعد حجت کون ہوگا۔ اس وقت آپؑ کی خدمت میں چالیس افراد اور بھی تھے۔

عثمان بن سعید ابن عمرو عمری نے کھڑے ہو کر کہا:

فرزندِ رسولؐ! ہم لوگ آپؑ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں جسے آپؑ ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: عثمان! بیٹھ جاؤ۔

یہ کہہ کر آپؑ غصے میں اٹھے اور وہاں سے جانے لگے مگر ہم سے فرمایا کہ تم میں سے ابھی کوئی باہر نہ جائے۔

لہٰذا ہم میں سے کوئی نہ اٹھا پھر ایک ساعت کے بعد آپؑ نے عثمان بن سعید کو آواز دی، وہ کھڑے ہو گئے۔

آپؑ نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ تم لوگ کس لئے آئے ہو؟

سب نے کہا جی ہاں، فرزندِ رسول!

فرمایا کہ تم سب اس لیے آئے ہو کہ دریافت کرو کہ میرے بعد حجت خدا کون ہوگا؟

سب نے کہا: فرزندِ رسول! آپؑ نے سچ فرمایا!

اسی دوران ایک بچہ اندر سے آیا جو چاند کا ٹکڑا دکھائی دیتا تھا اور وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے مشابہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا: دیکھو! یہ میرے بعد تمہارے امامؑ اور میرے خلیفہ ہوں گے۔

خبردار! میرے بعد منتشر اور متفرق نہ ہونا ورنہ تمہارا دین تباہ ہو جائے گا اور یہ بھی سن لو کہ آج کے بعد تم لوگ ان کو نہ دیکھ سکو گے۔

لہٰذا عثمان بن سعید جو کہیں اسے حق جانو اور ان کے حکم پر چلتے رہو اور ان کی بات تسلیم کرو۔ یہ تمہارے امامؑ کے نائب ہوں گے اور تمام امور ان کے سپرد ہوں گے۔

نائبِ اوّل کا مزار

ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد کا بیان ہے کہ عثمان بن سعید کی قبر مدینۃ السلام (بغداد) میں مغرب کی سمت شارع میدان کے اندر درب جبلہ مسجد الدرب میں داخل ہوتے ہوئے داہنی جانب قبلہ مسجد میں واقع ہے۔

میں محمد بن الحسن مصنف کتاب ہذا کہتا ہوں کہ میں نے ان کی قبر مقام مذکور پر دیکھی جس کے سامنے ایک چار دیواری بنی ہوئی تھی اور اس سے متصل محراب مسجد تھی جس کے پہلو میں ایک دروازہ تھا جس سے مقام قبر تک جانے کا راستہ تھا جو کہ کافی تنگ و تاریک تھا۔

ہم لوگ ہر ماہ ان کی زیارت کے لیے جاتے تھے۔ یہ کیفیت 408ھ سے 430ھ تک تھی پھر اس چار دیواری کو ...... ابو منصور محمد بن الفرج نے منہدم کرا کے اس پر ایک صندوق بنوا دیا جو کہ ایک چھت کے نیچے ہے اور قبر ہر طرف سے کھلی ہوئی ہے۔ قرب و جوار کے لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور اس طرح سے لوگ اللہ کی برکات حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک مردِ صالح تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ قبر امام حسین علیہ السلام کی دایہ کے فرزند کی ہے بکران لوگوں

کو حال کا علم نہیں ہے اور آج 447ھ میں بھی اسی طرح سے ہے۔

نائب ثانی

ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید العمری کا تذکرہ:

امام حسن عسکری علیہ السلام کی نص کے تحت عثمان بن سعید عمری کے بعد ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن عثمان اپنے والد کے جانشین بنے، حضرت امام زمانہ نے بھی ان کی نیابت کی توثیق کی تھی۔

رواۃ کی ایک جماعت ابو القاسم جعفر بن محمد بن مولویہ و ابو غالب رازی و ابو محمد تلعکبری سب نے محمد بن یعقوب کلینی سے، محمد بن عبداللہ اور محمد بن یحییٰ، عبداللہ بن جعفر الحمیری کا بیان ہے کہ میں اور شیخ ابو عمرو ہم دونوں احمد بن اسحاق بن سعد اشعری قمی کے ہاں جمع ہوئے۔ احمد نے مجھے اشارہ کیا کہ میں ان سے امام زمانہ علیہ السلام کے متعلق سوال کروں۔ میں نے ان سے عرض کیا:

ابو عمرو! میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں لیکن میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی قسم کے شک میں مبتلا نہیں ہوں کیونکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ زمین حجت سے خالی نہیں رہ سکتی اور جب حجت نہ رہی تو چالیس دن بعد قیامت قائم ہوگی اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور جو پہلے سے مومن نہ ہوگا اور جس نے اپنے ایمان میں بھلائی سرانجام نہ دی ہوگی تو اسے اس کا ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا۔ ان لوگوں پر قیامت قائم ہو گی۔ یہ بدترین مخلوق ہوں گے۔ اس کے باوجود میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے یقین میں

اضافہ ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اطمینان قلب کے لیے اللہ سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے اور احمد بن اسحاق نے امام علی نقی علیہ السلام سے آپ کی توثیق سنی ہے۔ امام نے فرمایا تھا کہ عمری اور اس کا فرزند ہمارے لیے قابل اعتماد ہیں۔ ان کا قول ہمارا قول ہے۔

یہ سن کر ابو عمرو سجدہ میں گر گئے اور رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ ہاں آپ کو جو سوال کرنا ہے ضرور کیجیے۔

میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے ابو محمد علیہ السلام کے فرزند کو دیکھا ہے؟

انھوں نے کہا: خدا کی قسم! جی ہاں۔ ان کی گردن خاصی تنومند تھی۔

میں (راوی) نے کہا کہ اب ایک چیز باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا نام کیا ہے؟

انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اس کے متعلق پوچھنا تمھارے لیے حرام ہے۔ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا اور مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ میں کسی چیز کو حلال یا حرام کروں۔ بات یہ ہے کہ معاملہ بادشاہ کے پاس ہے۔ جب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ہوئی تو یہ کہا گیا کہ ان کے ہاں کوئی فرزند نہیں ہے۔ ان کی میراث تقسیم کر دی گئی اور ان لوگوں نے ان کی میراث حاصل کی جو اس کے حق دار نہ تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے اس پر صبر کیا۔ کوئی بھی شخص ان کے تعارف کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب نام لیا جائے گا تو پھر تلاش شروع ہو جائے گی لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور اس سے باز رہو۔

امامِ زمانہ کی طرف سے تعزیتی توقیع:

رواۃ کی ایک جماعت، محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ، احمد بن ہارون

"والا بس وفاته الله لم يزل ثقتنا في حياة الاب رضي الله عنه وارضاه ونضر وجهه يجري عندنا مجراه ويسد مسده وعن امرنا يأمر الابن وبه يعمل تولاه الله فانته الى قوله وعرف معاملتنا ذالک"

ان کے فرزند ابو جعفر، اللہ ان کی حفاظت کرے وہ اپنے والد کی حیات میں بھی ہمارے ہاں ثقہ و معتمد تھے اور ان کے راستے پر گامزن رہے۔ وہ ہمارے احکام تم تک پہنچاتے ہیں لہٰذا ان کے قول کو مانو اور ہمارے معاملات کو ان سے سمجھو۔

جماعت رواۃ، ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ اور ابو غالب زراری اور ابو محمد تلعکبری محمد بن یعقوب، اسحاق بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمری سے درخواست کی کہ میں نے چند مشکل مسائل لکھے ہیں۔ آپ امام زمانہ کی خدمت میں یہ مسائل روانہ کریں۔

امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے جواب موصول ہوا جس میں میرے جملہ مسائل کے جواب لکھے تھے اور آخر میں لکھا تھا کہ محمد بن عثمان العمری میرا ثقہ ہے اس کی تحریر میری تحریر ہے۔

فقہ میں آپ کی تصانیف:

ابن نوح بیان کرتے ہیں کہ ہبۃ اللہ فرزند دختر ام کلثوم بنت ابی جعفر عمری نے مجھے بتایا کہ ابو جعفر محمد بن عثمان عمری نے فقہ میں کئی کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں خود انھوں نے حضرت امام عسکری علیہ السلام اور حضرت صاحب العصر علیہ السلام نیز ان کے والد ماجد (عثمان بن سعید) نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام سے

جو کچھ سنا تھا وہ سب تحریر کیا تھا۔ ان میں کتب ترجمہ موسوم عمری کتاب الاشربہ ہے جس کو ام کلثوم بنت ابی جعفر نے کہا ہے کہ جب میں ابو القاسم حسین بن روح کے پاس ان کی وصیت کے وقت پہنچی تو یہ کتاب ان کے ہاتھ میں تھی۔

ابو نصر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ان معظمہ نے کہا اس کے بعد وہ کتاب ابو الحسن سمری کے پاس پہنچی۔

حضرت امام زمانہ علیہ السلام ہر سال حج کرتے تھے:

ابو جعفر ابن بابویہ محمد بن عثمان عمری (قدس سرہ) نے فرمایا:

اللہ کی قسم! حضرت صاحب العصر ہر سال حج کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو دیکھتے ہیں اور لوگ بھی آپ کو دیکھتے ہیں لیکن آپ کو پہچانتے نہیں ہیں۔

رواۃ کی جماعت محمد بن علی بن حسین اپنے والد سے اور محمد بن حسن اور محمد بن موسیٰ متوکل، عبداللہ بن جعفر حمیری بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن عثمان سے پوچھا کہ کیا آپ نے صاحب الزمان علیہ السلام کو دیکھا؟

انھوں نے کہا کہ جی ہاں، میری ان سے آخری ملاقات بیت اللہ کے پاس ہوئی تھی اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے۔

"اللھم انجزلی ما وعدتنی"

خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔

محمد بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو مستجار میں کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے دیکھا اور دعا کر رہے تھے۔ "اللھم انتقم لی من اعدائک"

خدایا! مجھ سے سارے عیوب دور کر اور اپنے دشمنوں سے انتقام لے۔

علی ابن صدقہ قمی سے روایت ہے کہ محمد بن عثمان کے پاس بغیر کوئی سوال کیے ہوئے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کا لکھا آیا کہ جو لوگ نام دریافت کرتے ہیں انھیں بتا دو کہ اگر اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے تو جنت کی خوش خبری ہے اگر گفتگو کی جائے تو جہنم ہے اس لیے کہ اگر لوگ نام سے واقف ہوں گے تو اس کی اشاعت کریں گے اور اگر جائے قیام معلوم ہو جائے تو دوسروں کو بتا دیں گے۔

کفن کی منقش چادر:

ابو الحسن علی ابن احمد دلال قمی سے روایت ہے کہ ایک دن میں ابو جعفر محمد بن عثمانؒ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کے سامنے چادر ہے۔ ایک نقاش بیٹھا ہوا اس پر قرآن مجید کی آیات اور اس کے حاشیے پر آئمہ طاہرینؑ کے اسمائے گرامی تحریر کر رہا ہے۔ میں نے دریافت کیا: میرے سید و سردار! یہ کیا ہے؟

انھوں نے فرمایا کہ یہ میری قبر کے لیے ہے اس کو مجھے قبر میں اوڑھایا جائے گا۔ میں روزانہ اس قبر میں اترتا ہوں۔ قرآن کریم کا ایک پارہ پڑھتا ہوں اور نکل آتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد آتا ہے کہ پھر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس قبر پر لے گئے اور فرمایا کہ میں فلاں سن فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو اللہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا اور اس قبر میں دفن کیا جاؤں گا اور یہ چادر میرے ساتھ ہوگی۔

چنانچہ جب میں وہاں سے واپس آیا تو جس تاریخ کی آپ نے نشان دہی فرمائی تھی وہ تاریخ میں نے اپنے پاس لکھ کر رکھ لی اور اسے اپنے ذہن میں بھی محفوظ رکھا۔ پھر کچھ

دن ہی گزرے تھے کہ ابو جعفر بیمار ہوئے اور اسی سن اسی مہینے اور اسی تاریخ پر انھوں نے وفات پائی اور اسی قبر میں دفن کیے گئے۔

محمد بن علی بن اسود قمی سے روایت ہے کہ ابو جعفر عمری نے پہلے ہی اپنے لیے ایک قبر اپنے ہاتھوں سے کھود کر تیار کر لی تھی۔ میں نے جب دریافت کی تو فرمایا کہ مجھے علم ملا ہے کہ اب اپنے سارے کام سمیٹ لو۔ چنانچہ اس کے دو ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

ابو جعفر بن عثمان کا عرصۂ نیابت:

ابو نصر ہبۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو غالب الزراری کی ایک تحریر دیکھی جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ ابو جعفر محمد بن عثمان عمریؒ کی وفات جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ 305ھ میں ہوئی۔

ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد بن احمد نے خود لکھا ہے کہ ابو جعفر عمری کی وفات 304ھ میں ہوئی اور یہ عہدہ وسفارت پر پچاس سال تک فائز رہے۔ لوگ ان کے پاس مال امام لاتے اور یہ بھی ان کے ذریعہ سے امام کے خطوط لوگوں کو ملتے اور وہ خطوط اسی تحریر میں لکھے ہوتے تھے جس میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی حیات میں ملا کرتے تھے۔ ابو جعفر دین و دنیا کے لیے جو کچھ لوگ دریافت کرتے ان کا جواب ان ہی کے ذریعے سے ملتا تھا جو حیرت انگیز ہوا کرتے۔

ابو نصر ہبۃ اللہ کا بیان ہے کہ ابو جعفر محمد بن عثمان کی قبر ان کی والدہ کی قبر کے قریب شارع باب الکوفہ میں اس مقام پر ہے جہاں ان کے بہت سے مکانات و منازل تھے اب اور اب صحرا میں ہے۔

حسین بن روح کو عہدۂ سفارت تفویض کرنا:

راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے حسین بن ابراہیم قمی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو عباس احمد بن علی بن نوح نے بیان کیا اور ابو عباس سے بیان کیا، ابو علی احمد بن جعفر بن سفیان بزوفری نے اور ابو علی احمد بن جعفر بن سفیان بزوفری کا بیان ہے کہ مقابر قریش (کاظمین) میں مجھ سے ابو عبداللہ جعفر بن محمد مدائنی المعروف ابن قروا نے بیان کیا کہ میرے پاس جو کچھ مال امام ہوتا وہ جب میں شیخ ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کے پاس لے جاتا تو میرا دستور تھا کہ ان سے کہتا کہ یہ مال اور رقم امام کے لیے ہے۔ وہ کہتے، یہاں چھوڑ جاؤ۔

میں دوبارہ ان سے عرض کرتا کہ آپ کہیے کہ یہ امام کے لیے ہے۔

وہ کہتے: ہاں ہاں امام کے لیے ہے پھر اسے رکھ لیتے۔

ایک مرتبہ میں ان کی زندگی کے آخری دور میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاس چار سو دینار تھے۔ میں نے اپنے دستور کے مطابق عرض کیا تو انھوں نے فرمایا: اسے حسین بن روح کے پاس لے جاؤ۔

میں نے توقف کیا اور عرض کیا اسے آپ ہی حسب دستور قبول فرمالیں تو انھوں نے جھڑک کر کہا: اللہ تمھارا بھلا کرے! اٹھو اور حسین بن روح کے پاس لے جاؤ۔

جب میں نے ان کے چہرے پر قدرے خفگی کے آثار دیکھے تو میں وہاں سے چلا۔ ابھی اپنی سواری پر سوار ہو کر تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ پھر واپس پلٹ آیا۔ جیسے مجھے کچھ شک ہوا جا کر دروازے پر دستک دی تو اندر سے خادم آیا اور کہنے لگا: تم کون ہو؟

میں نے جواب دیا کہ میں فلاں شخص ہوں میرے لیے ملاقات کی اجازت لاؤ۔

اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ واپس جاؤ۔

میں نے کہا: مجھے ان سے ضروری ملنا ہے جا کر اجازت لاؤ۔ اس وقت وہ اندر گیا اور میری واپسی کی اطلاع دی۔

زنان خانہ میں داخل ہو چکے تھے تاہم واپس آ کر تخت پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اس حال میں کہ آدھا جوتا پاؤں میں آدھا باہر تھا۔ مجھ سے دریافت فرمایا: کیا بات ہے کیوں پلٹ آئے؟ تم نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا۔

میں نے عرض کیا: میں اپنے معمول اور دستور کے خلاف جسارت نہ کر سکا۔

انھوں نے کبیدگی سے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے! جا اور جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی کر۔ بہر حال لاچار ہو کر میں وہاں سے اٹھ کر چل پڑا اور سیدھا ابو القاسم حسین بن روح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک تنگ اور مختصر سے مکان میں تشریف فرما تھے۔

میں نے انھیں سارا واقعہ کہہ سنایا۔ وہ مسکرائے اور اللہ کا شکر بجالائے۔ میں نے وہ سارے دینار ان کے سپرد کر دیے۔ اس کے بعد میرے پاس جو بھی مال امام آتا میں ان کے سپرد کر آتا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے سنا ابو الحسن علی بن بلال بن معاویہ المہلبی سے، وہ کہتے تھے کہ میں نے حیات جعفر بن محمد، ابن قولویہ میں ابو القاسم جعفر بن محمد ابن قولویہ نے مجھ سے کہا کہ جعفر بن احمد بن متیل سے روایت ہے کہ بغداد میں محمد بن عثمان ابو جعفر عمری کی طرف سے کام کرنے والے تقریباً دس آدمی تھے۔ ان میں سے ایک حسین بن روح بھی تھے اور انھیں محمد بن عثمان کی خدمت میں وہ تقرب و خصوصیت حاصل نہ تھی جو دوسروں کو تھی۔ حد یہ ہے کہ جب انھیں محمد بن عثمان سے کوئی ضرورت پیش آتی تو یہ دوسروں کو ذریعہ

بناتے تھے مگر جب محمد بن عثمان عمری کا وقتِ وفات قریب آیا تو انھوں نے حسین بن روح کو منتخب کیا اور ان ہی کو اپنا وصی بنایا۔

ہمارے مشائخ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو اس میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ اگر ابو جعفر محمد بن عثمان کو کچھ ہونے والا ہوا تو وہ جعفر ابن متیل یا ان کے والد کے سوا کسی اور کو اپنا قائم مقام نہ بنائیں گے کیونکہ ہم لوگ دیکھ رہے تھے کہ انھیں ان سے بے حد تقرب اور خصوصیات حاصل ہے اور اکثر ان کے گھر میں رہتے اور آخر عمر میں تو یہ ہو گیا تھا کہ کسی بھی سبب سے وہ جعفر بن احمد بن متیل یا ان کے والد کو گھر تیار کیے ہوئے کھانے کے سوا کسی اور کے گھر کا پکایا ہوا کھانا نہ کھاتے تھے یعنی جو کھانا وہ تناول فرماتے تھے وہ صرف جعفر یا ان کے والد کے مکان میں تیار ہوا ہوتا تھا۔

اور ہمارے اصحاب کو یہ یقین تھا کہ اگر کوئی حادثہ ہونے والا ہوا تو چونکہ انھیں ان سے خاص تقرب تھا وہ سوائے ان کے کسی اور کو وصی نہ بنائیں گے مگر جب ان کا انتخاب عمل میں آیا تو حسین بن روح کی تقرری سے کسی نے انکار نہیں کیا اور ان کے سامنے بھی ویسے ہی رہے جیسے ابو جعفر محمد بن عثمان کے سامنے رہتے اور جعفر بن احمد بن متیل بھی ابو القاسم حسین بن روح کے ماتحت رہے اور ان کی زندگی بھر ان سے بھی اسی انداز سے بلا عذر پیش آتے رہے جس طرح ابو جعفر عمری کے سامنے رہتے لہٰذا جو لوگ ابو القاسم حسین بن روح پر طعنہ زن ہوں گے وہ در حقیقت ابو جعفر عمری پر بلکہ حضرت حجت صلوات اللہ علیہ پر طعنہ زن ہوں گے۔

ہم سے رواۃ کی ایک جماعت نے اور ان سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ کا بیان ہے اور ابو جعفر محمد بن علی اسود نے کہ وہ مال جو وقف کے سلسلہ کا میں وصول کیا

کرتا تھا وہ ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کے پاس لے جایا کرتا تھا وہ اس کو وصول کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ میں ان کی موت سے دو یا تین سال پہلے کچھ مال ان کی خدمت میں لے گیا تو مجھے انھوں نے حکم دیا کہ یہ مال حسین بن روح کے پاس لے جاؤ اور ان کے سپرد کر دو اور مال کی وصول کے بعد رسید کا مطالبہ بھی کرتا۔ اس کی شکایت ابو القاسم نے ابو جعفر عمری سے کی تو انھوں نے مجھے منع کر دیا کہ ان سے رسید کا مطالبہ نہ کرنا کیونکہ ابو القاسم کے پاس جو کچھ پہنچتا ہے وہ مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

چنانچہ اس کے بعد میں جو مال لے جاتا تھا اس کی رسید ان سے نہیں مانگتا تھا۔

حسین بن روح کو حکمِ وصایت:

محمد بن علی بن حسین، علی بن محمد بن متیل جعفر بن احمد بن متیل بیان کرتے ہیں کہ جب ابو جعفر محمد بن عثمان عمری (نائب دوم) کا وقتِ وفات قریب آیا تو اس وقت میں ان کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا اور ان سے سوال کرنے اور باتیں کرنے میں مصروف تھا اور ابو القاسم حسین بن روح ان کے قدموں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے فرمانے لگے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنا وصی ابو القاسم حسین بن روح کو مقرر کروں۔

یہ سن کر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ابو القاسم کو اپنی جگہ بٹھا کر خود ان کی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔

مندرجہ بالا نامزدگی کی تصدیق:

ابن نوح بیان کرتے ہیں کہ ابو عبداللہ حسین بن علی بن بابویہ قمی ماہ ربیع الاول 378ھ میں بصرہ آئے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے علویہ صفار اور حسین بن احمد بن ادریس دونوں کو کہتے ہوئے سنا کہ مندرجہ بالا واقعہ درست ہے۔ ہم دونوں اس وقت بغداد میں موجود تھے اور اس واقعہ کے شاہد ہیں۔

رواۃ کی ایک جماعت، ابو محمد ہارون بن موسیٰ، ابو علی محمد بن ہمام بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن عثمان (قدس سرہ) نے ہمیں اپنی موت سے پہلے جمع کیا جس میں شیعوں کے بزرگ اور شیوخ شامل تھے اور فرمایا کہ سنو! اگر مجھے حادثہ موت پیش آ جائے تو یہ عہدہ سفارت ابو القاسم حسین بن روح نوبختی کے ہاں منتقل ہو جائے گا۔ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں اپنے بعد انھیں ہی اپنا جانشین بنا دوں۔ تمھیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اپنے جملہ معاملات ان کے سامنے پیش کرنے چاہییں۔

حسین بن ابراہیم، ابن نوح، ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے ماموں ابو ابراہیم جعفر بن محمد نوبختی نے بیان کیا کہ جب ابو جعفر عمری کی حالت شدید ہو گئی تو شیعوں کے معزز افراد جن میں ابو علی بن ہمام، ابو عبداللہ بن محمد کاتب اور ابو عبداللہ باقطانی اور ابو سہیل اسماعیل بن علی نوبختی اور ابو عبداللہ ابن ابو حنا، اور ان کے علاوہ اکابر شیعہ شامل تھے، ان کے پاس جمع ہوئے اور عرض کیا کہ اگر خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو جائے تو آپ کا جانشین کون ہوگا؟

انھوں نے فرمایا:

ابو القاسم حسین بن روح بن ابی بحر النوبختی میرے قائم مقام ہوں گے اور وہ تمھارے صاحب الامر کے درمیان واسطہ اور ان کے وکیل ہیں۔ یہ ثقہ اور امین ہیں۔ تم

بھی اپنے امور میں ان کی طرف رجوع کرنا اور اپنی مہمات ان کے سامنے پیش کرنا۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ میں نے صاحب الامرؑ کا فرمان تم لوگوں تک پہنچا دیا۔

اسی اسناد سے ہبۃ اللہ بن محمد بن دختر ام کلثوم بنت ابی جعفر عمری، ام کلثوم بنت ابی جعفرؒ نے بیان کیا کہ ابو القاسم حسین بن روح کئی سالوں تک ابو جعفرؒ کے ہاں وکیل تھے اور وہ ان کی املاک پر نظر رکھتے تھے اور ان کے اسرار معززین شیعہ سے جا کر بیان کرتے تھے اور حسین بن روح ان کے اتنے قریب تھے کہ وہ انھیں اپنے گھریلو حالات سے بھی آگاہ رکھتے تھے۔

مظفر کا بیان ہے کہ نائب دوم ہر ماہ انھیں تیس دینار دیا کرتے تھے جب کہ ان کے علاوہ آل فرات بھی ان سے مالی تعاون کیا کرتے تھے۔

حضرت حجت علیہ السلام کی چند توقیعات:

ایک جماعت نے ہمیں خبر دی کہ ہمیں محمد بن احمد بن داؤد قمی نے احمد بن ابراہیم نوبختی اور ابو القاسم حسین بن روح کی تحریر کے ساتھ کچھ مسائل کے جواب پڑھے جو کہ امام عالمؑ کی طرف سے دیے گئے۔ اس کے متعلق ہمیں یہ شک ہوا کہ یہ جوابات فقیہ علیہ السلام کے ہیں یا محمد بن علی شلمغانی کے ہیں کیونکہ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ ان کے جوابات میں نے لکھے ہیں۔ ہم نے اپنے شکوک لکھ کر بھیجے۔

امام کی طرف سے جواب آیا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ فقد وقفنا علی ھذہ الرقعۃ وما تضمنتہ فجمیعہ جوابنا عن المخذول ولا مدخل للمخذول الضال

المعروف بالعراقی لعنه الله فی حرف منه وقد كانت اشياء خرجت الیكم علی یدی احمد بن هلال وغيره من نظرائه وكان من ارتدادهم عن الاسلام مثل ما كان من هذا عليهم لعنة الله وغضبه۔

ہم اس رقعہ اور اس کے مضمون سے واقف ہوئے جو سب ہمارے جواب تھے ان مسائل میں جو وہ ملعون اور گمراہ شخص جو کہ عراقی کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ کی اس پر لعنت ہو۔ کچھ چیزیں احمد بن ہلال جیسے لوگوں کی طرف سے تمہارے پاس پہنچی ہیں۔ یہ لوگ اسلام سے مرتد ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو اور غضب ہو۔

علم ہمارا ہی علم ہے۔ تمہیں جو کچھ ثقہ افراد سے حاصل ہو تو اس پر اللہ کی حمد کرو اور اسے قبول کرو اور تمہیں جس بات میں شک ہو یا ہماری طرف سے کوئی ہدایت نہ ملی ہو تو ہماری طرف رجوع کر لیا کرو۔

اس طرح کے مغضوب افراد کے متعلق پوچھا گیا تو امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ علم ہمارا ہی علم ہے اور کفر اختیار کرنے والے کو ہی نقصان ہوتا ہے۔ تمہیں اس سے کوئی نقصان نہیں ہے۔

محمد بن عبداللہ بن جعفر قمی کے سوال اور امام علیہ السلام کے جواب:

س بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ آپ کو طول حیات عطا کرے اور آپ کی عزت و تائید ہمیشہ برقرار رہے۔ آپ کی سعادت و سلامتی پائیدار ہے۔ رب العزت آپ پر اپنی نعمات تمام

فرمائے اور اپنے احسانات میں اضافہ فرمائے اور اپنے فیض آپ پر جاری رکھے۔ اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ لوگ درجات کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں۔ آپ جسے قبول کریں وہ قبول ہوتا ہے اور جسے آپ مقرر کریں وہ دوست شمار ہوتا ہے۔ جسے آپ اپنے سے دور کریں وہ گمنام ہے اور ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ ہمارے شہر میں ایک جماعت ایسی ہے جو آپ کی شفقت کی وجہ سے ایک دوسرے پر افتخار کرتے ہیں۔

آپ نے اپنی دعا میں علی بن محمد بن حسین المعروف بابویہ کے نام کو فراموش کر دیا ہے اور وہ اس وجہ سے انتہائی مغموم ہے۔ اگر آپ نے اسے اس کے کسی گناہ کی وجہ سے فراموش کیا ہے تو وہ خدا سے استغفار کرتا ہے اور اگر کوئی اور معاملہ ہے تو اس کی وجہ بھی بیان کر دیں۔

ج جواب میں آپ نے لکھا۔

ہم اس کو خط لکھتے ہیں جو ہمیں خط لکھے۔ اللہ آپ کو عزت دے۔

س ہم تک حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی یہ روایت پہنچی ہے کہ

آپ سے یہ پوچھا گیا کہ اگر کوئی امام نماز پڑھا رہا ہو

اور دوران نماز اس کی وفات ہو جائے تو مقتدیوں کو کیا کرنا چاہیے؟

آپ نے یہ جواب دیا کہ اس کی لاش کو مصلیٰ سے ہٹا دیا جائے اور مقتدیوں میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر نماز مکمل کرائے اور غسل مس میت کرے۔

اس روایت کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

ج جو شخص پیش نماز کو مصلیٰ سے ہٹائے تو اس کا فریضہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ دھو

دھوئے۔ اگر کوئی نماز ختم کرنے والا حادثہ پیش نہ آئے تو وہ باقی لوگوں کے ساتھ نماز مکمل کرے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

جس نے میت کو اس حالت میں مس کیا جب جسم گرم ہو تو وہ صرف اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور اگر مردہ کا جسم ٹھنڈا ہو گیا ہو اور کوئی اسے ہاتھ لگائے تو اسے غسل مس میت کرنا چاہیے۔

اس صورت حال میں امام تازہ گرا ہے ابھی اس کا وجود گرم ہے تو اس کے کپڑوں کو پکڑ کر مصلیٰ سے ہٹا دیا جائے اور اس کے جسم کو ہاتھ نہ لگائے تو اس پر غسل کیسے واجب ہے؟ اس حالت میں اسے صرف ہاتھ دھونے چاہییں۔

س: اگر کوئی شخص نماز جعفر طیار پڑھتے ہوئے تسبیح، قیام، قعدہ یا سجدہ وغیرہ میں بھول جائے تو کیا اسے نماز کا اعادہ کرنا چاہیے یا نہیں؟

ج: جب یاد آجائے تو اس کی قضا کرے۔

س: اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو کیا وہ اپنے شوہر کے جنازے کے لیے نکل سکتی ہے یا نہیں؟

ج: جی ہاں، نکل سکتی ہے۔

س: کیا ایام عدت میں بیوہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے جا سکتی ہے؟

ج: جی ہاں، وہ شوہر کی قبر پر جا سکتی ہے لیکن گھر سے باہر رات بسر نہیں کر سکتی۔

س: کیا بیوہ خاتون ایام عدت میں کسی ضروری حق کی ادائیگی کے لیے گھر سے باہر آ سکتی ہے یا نہیں؟

ج: وہ امر حق کے لیے باہر آ سکتی ہے اور اسے پورا کر سکتی ہے، اگر اسے کوئی حاجت درپیش ہو اور اس کی حاجت پوری کرنے والا اور کوئی نہ ہو تو وہ گھر سے باہر جا کر اپنی حاجت پوری کر سکتی ہے البتہ اپنے گھر کے علاوہ رات کہیں بسر نہیں کر سکتی۔

س: فرائض میں ثواب قرآن کے حوالے سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ روایت ملتی ہے:

(الف) مجھے تعجب ہے جو نماز میں "انا انزلناہ" نہ پڑھے تو اس کی نماز کیسے قبول ہوتی ہے؟

(ب) ایسی نماز پاکیزگی کا درجہ حاصل نہیں کرتی جس میں سورہ "قل ھو اللہ" نہ پڑھی جائے۔

(ج) روایت ہے کہ جو نماز میں سورہ "الھمزہ" پڑھے تو اسے اتنا ثواب ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں سورہ "الھمزہ" پڑھے اور "انا انزلناہ" اور "قل ھو اللہ احد" نہ پڑھے تو کیا نماز قبول ہو جائے گی اور نماز میں پاکیزگی آ جائے گی؟

ج: سورتوں کا ثواب تو وہی ہے جو روایت کیا گیا ہے۔ نماز میں "قل ھو اللہ" اور "انا انزلناہ" کی تلاوت کا زیادہ ثواب ہے اور جو ان سورتوں کی وجہ سے دوسری سورت نہ پڑھے تو ان دو سورتوں کی وجہ سے چھوڑی گئی سورت کا ثواب بھی حاصل ہو گا۔

ہاں: اگر یہ دو سورتیں نہ بھی پڑھی جائیں اور ان کے علاوہ اور سورتیں پڑھی

جائیں تو بھی نماز مکمل ہوگی البتہ اس سے ترکِ افضل ضرور لازم آئے گا۔

س: ماہِ رمضان کے وداع کے متعلق ہمارے اصحاب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ رمضان المبارک کی آخری شب کو وداع کرنا چاہیے اور کچھ کہتے ہیں کہ رمضان کے آخری دن وداع کرنا چاہیے۔ آنجنابؑ کا کیا فرمان ہے؟

ج: یہ رمضان المبارک کی راتوں کے عمل ہیں اور رمضان کی آخری شب وداعِ رمضان کرنا چاہیے اور اگر یہ خوف ہو کہ انتیس رمضان کو ہی ہلال عید نظر آ جائے گا تو پھر مناسب یہ ہے کہ دو راتوں میں وداعِ رمضان کے اعمال کیے جائیں۔

س: قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

انه لقول رسول كريم ٥ ذى قوة عند ذى العرش مكين ٥ مطاع ثم امين ٥ (التکویر/19/20/21)

اس آیت میں رسول کریمؐ سے کون مراد ہیں اور یہ قوت کیسی ہے۔ ان کی اطاعت کہاں کی جاتی ہے؟ اس کی مکمل وضاحت فرمائیں تا کہ علماء کو تسلی ہو۔

ج: آنجنابؑ نے ازراہِ شفقت اس کا تفصیلی جواب دیا اور اس کے ساتھ دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے ایک جامع دعا بھی تحریر فرمائی اور آخر میں لکھا۔

اللہ تمھارے اور تمھارے بھائیوں کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو جمع کرے۔

س: جب دوسری رکعت میں نمازی تشہد پڑھ لے اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنا چاہے تو کیا اس کے لیے تکبیر (اللہ اکبر) کہنا واجب ہے؟

ہمارے کچھ علماء فرماتے ہیں کہ تکبیر واجب نہیں ہے۔ بس اسے "بحول الله وقوته اقوم واقعد" کہنا چاہیے۔ اس مسئلہ میں آنجنابؑ کا فرمان کیا ہے؟

ج: اس کے لیے دو روایات وارد ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب نمازی ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو تو وہ تکبیر کہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب نمازی دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو تکبیر کہے پھر کھڑا ہو۔ پھر جب قعود کے بعد قیام کے لیے کھڑا ہو تو اس پر تکبیر نہیں ہے۔ اسی طرح سے تشہد کا بھی یہی حکم ہے۔

اب ان دو میں سے جہتِ تسلیم کے تحت جس پر بھی عمل کرو تو وہ بہتر ہے۔

س: کیا "فماحسن" (۱) نگینہ ہاتھ میں پہن کر نماز پڑھنا درست ہے؟

ج: ایسا کرنا مکروہ ہے۔

س: ایک شخص نے ایک غائب شخص کے لیے اس کی درخواست پر قربانی کا جانور خریدا لیکن جب اس نے جانور کو منیٰ میں ذبح کیا تو اسے اس شخص کا نام بھول گیا بعد میں اسے اس کا نام یاد آیا۔ تو کیا مذکورہ شخص کی طرف سے قربانی ہو جائے گی یا نہیں؟

ج: کوئی حرج نہیں ہے قربانی ہو جائے گی۔

س: ہمارے ہاں کچھ جولاہے ہیں جو کہ مجوسی ہیں۔ وہ مردار کھاتے ہیں اور غسلِ جنابت بھی نہیں کرتے۔ وہ ہمارے لیے کپڑے بنا کرتے ہیں۔ تو کیا ان کے بنے ہوئے کپڑے کو دھونے سے پہلے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

ج: ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

س: ایک نمازی تاریکی شب میں نمازِ تہجد پڑھ رہا ہے۔ اس نے سجدہ کیا تو مصلی کے

۱۔ غالباً اس سے "سیاہ عقیق" کا نگینہ مراد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (اس کا مترجم)

بجائے اس کی پیشانی کسی موٹے کپڑے پر ٹک گئی اور جب سجدے سے سر اٹھایا تو اسے مصلیٰ مل گیا۔ اس حالت میں وہ از سر نو سجدہ کرے یا اسی سجدہ کو کافی سمجھے؟

ج اگر وہ اٹھ کر بیٹھ نہیں گیا تو سجدہ کر لے ورنہ مصلیٰ کو تلاش کر کے سجدہ کرے۔

س اگر کوئی شخص حالت احرام میں بارش سے بچنے کے لیے کوئی چیز اوڑھے یا وغیرہ اپنے اوپر محمل پر ڈال لے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

ج اس صورت میں اسے ایک جانور کی قربانی دینا ہوگی۔

س ایک شخص کسی دوسرے شخص کی نیابت میں حج کرتا ہے اور جب احرام باندھے تو کیا اس کا نام لینا ضروری ہے اور جب قربانی کرے تو کیا اپنی طرف سے علیحدہ قربانی کرے یا دونوں کے لیے ایک ہی قربانی کافی ہے؟

ج اس کا نام لے اور اگر ایسا نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

س کیا انسان خز کی چادر میں احرام باندھ سکتا ہے یا نہیں؟

ج اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور صالحین نے ایسا کیا تھا۔

س کیا یہ درست ہے کہ انسان ایسے موزوں میں نماز پڑھے جو کہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپتے ہوں، تو کیا ایسے موزوں میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

ج جائز ہے۔

س ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور اس کی آستین میں پتھری ہو یا لوہے کی چابی ہو تو کیا نماز جائز ہے؟

ج جی ہاں، جائز ہے۔

س ایک شیعہ غیر مذاہب کے افراد کے ساتھ مل کر حج پر جاتا ہے اور اس کے ساتھی

مقام مسلخ سے احرام نہیں باندھتے تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ احرام کو موخر کرے اور دوسرے کے ساتھ ذات عرق نامی مقام پر احرام باندھے کیونکہ وہ شہرت سے ڈرتا ہے یا اس کے لیے مسلخ سے ہی احرام باندھنا ضروری ہے؟(۱)

ج ایسا شخص اپنے میقات سے ہی احرام باندھے پھر احرام پر عام کپڑے پہن لے اور دل میں تلبیہ کہتا رہے پھر جب ان کے میقات پر پہنچے تو احرام کو ظاہر کر دے۔

س ایک شخص وقف کا متولی ہے اور بالفرض میں اس کے گھر جاتا ہوں، کھانے کا وقت ہے وہ مجھے شریک طعام ہونے کی دعوت دے۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ اگر میں نے اس کے ہاں کھانا نہ کھایا تو یہ مجھ سے عداوت رکھے گا لہٰذا میں اس کے ہاں کھانا کھا لیتا ہوں جب کہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ شخص وقف کے مال میں احتیاط نہیں کرتا اس صورت میں کیا مجھ پر کوئی گناہ لازم آئے گا۔

ج اگر اس شخص کے پاس وقف کے علاوہ کوئی اور ذاتی مال اور جائیداد ہے تو اس کے ہاں کھانا کھاؤ ورنہ نہیں۔

س ایک شخص حق کا عارف ہے اور متعہ النساء کو بھی جائز سمجھتا ہے اور رجعت کا بھی قائل ہے اور اس کی بیوی بھی اس کی ہم عقیدہ ہے، جب اس کا نکاح ہوا تھا تو اس نے بیوی سے عہد کیا تھا کہ وہ دوسری شادی نہ کرے گا اور کسی کنیز کو بھی گھر میں نہ لائے گا۔ دس برس سے زیادہ کا عرصہ ہوا وہ اپنے عہد پر قائم ہے پھر وہ شخص چند مہینوں کے لیے اپنے گھر سے باہر جاتا ہے اور کسی عورت سے متعہ نہیں

۱۔ اہل عراق کا میقات وادی عقیق ہے اور اس میں افضل جگہ مسلخ ہے پھر غمرہ ہے اور پھر ذات عرق ہے اور وہ وادی کا آخری حصہ ہے۔ یہ عارضی میقات ہے۔

کرے بلکہ اسے اس کی خواہش ہی نہیں ہوتی اور وہ اپنے رشتہ داروں اور بیوی کی نگاہوں سے گرنا پسند نہیں کرتا لیکن متعہ کو حرام بھی نہیں سمجھتا تو کیا وہ متعہ نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

ج: علت متعہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ متعہ کرے خواہ ایک باری کیوں نہ ہو۔

"وصلی اللہ علی محمد و اهل بیته الطاهرین"

ابن نوح کہتے ہیں کہ میں نے پرانی توقیعات سے ان توقیعات کو نقل کیا ہے، مخالف اور موافق دونوں ہی ابو القاسم حسین بن روح کو تمام لوگوں سے زیادہ عاقل تصور کرتے ہیں۔

ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبداللہ غالب، حسن بن ابی الطیب کے سسر نے بیان کیا کہ میں نے شیخ ابو القاسم حسین بن روح سے بڑا دوسرا کوئی عقل مند شخص نہیں دیکھا۔

ایک دن دار ابن یسار میں مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا، حاکم وقت کے نزدیک ان کی بڑی منزلت تھی اور عامۃ الناس بھی ان کی تعظیم کرتے تھے اور شیخ ابو القاسم خوف اور تقیہ کی بنا پر وہاں جایا کرتے تھے چنانچہ اس دن وہاں دو آدمیوں میں مناظرہ شروع ہوگیا۔

ایک کہتا تھا کہ حضرت ابوبکر رسول اکرم کے بعد افضل الناس ہیں پھر عمر پھر علی افضل ہیں۔

دوسرا کہتا تھا کہ نہیں علی ہی رسول اکرمؐ کے بعد افضل ہیں۔

جب دونوں میں تکرار بڑھی تو ابو القاسم حسین بن روح نے فرمایا

جس بات پر صحابہ متفق ہیں وہ تو یہ ہے کہ حضرت صدیق ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر ان کے بعد حضرت علی ہیں۔

اور اصحاب حدیث کا بھی یہی خیال ہے، یہ بات ہمارے نزدیک ٹھیک ہے کہ صحابہ اس پر مجتمع تھے۔

یہ سن کر حاضرین کو بہت تعجب ہوا اور وہاں جتنے بھی عامۃ الناس موجود تھے سب نے ہی ان کی تحسین کی اور ہر طرف سے ان کو دعائیں دی جانے لگیں اور جو لوگ ان پر رافضی ہونے کا الزام لگاتے تھے انہیں برا بھلا کہا جانے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر مجھے ہنسی آئی جب میں ہنسی کو ضبط نہ کر سکا تو اپنی آستین اپنے منہ میں ٹھونس لی پھر بھی خوف زدہ تھا کہ کہیں بات واضح نہ ہو جائے لہذا میں فوراً محفل سے اٹھ کر چلا آیا۔

شیخ ابو القاسم نے مجھے دیکھا تو وہ سمجھ گئے اور ابھی میں اپنے گھر بیٹھا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

میں جلدی سے باہر آیا تو دیکھا کہ شیخ ابو القاسم حسین بن روح اپنی سواری پر سوار دروازے پر کھڑے ہیں، وہ اپنے گھر جانے سے پہلے میرے ہاں تشریف لائے تھے۔

انھوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا

بندہ خدا اللہ تیرا بھلا کرے تم کیوں ہنس رہے تھے، کیا تم میری بات اظہار کرنے کے خواہش مند ہو؟ یوں لگتا ہے کہ میری بات تمہارے ہاں ٹھیک نہیں ہے۔

سب نے کہا جناب! آپ ایک مقتدر شخص ہیں اور لوگ آپ کو امام کا مصاحب اور وکیل سمجھتے ہیں اگر اس کے باوجود آپ ایسی باتیں کریں گے تو کیا اس پر تعجب نہ ہوگا؟ اور کیا اس پر ہنسی نہ آئے گی؟

پھر انھوں نے کہا کہ تمھیں اپنی جان کی قسم ہے آئندہ ایسا نہ کرنا اگر پھر بھی تم اس حرکت سے باز نہ آئے تو میں تمھیں چھوڑ دوں گا یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گئے۔

دربان برطرف:

ابونصر ہبۃ اللہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوالحسن بن کبریا نوبختی نے بیان کیا

ایک مرتبہ شیخ ابوالحسن کو یہ اطلاع ملی کہ ان کا ایک دربان جو پہلے دروازے پر متعین تھا، اس نے معاویہ پر لعنت کی اور اسے سخت سست کہا تو آپ نے اسے نکال دینے اور نوکری سے برطرف کیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

وہ طویل مدت تک اپنی بحالی کی درخواست کرتا رہا مگر انھوں نے اسے ملازمت پر بحال نہ کیا، یہ کام انھوں نے تقیہ کی بنا پر کیا تھا۔

مقامِ قبر:

ابونصر ہبۃ اللہ بن محمد کاتب ابن بنت ام کلثوم بن ابی جعفر عمری کا بیان ہے کہ ابوالقاسم حسین بن روح کی قبر نوبخت محلہ کی اس گلی کے دروازے پر واقع ہے جس میں علی بن احمد نوبختی کا مکان تھا اور جو دروازہ نیل کی طرف کھلتا تھا۔

ابونصر کہتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم کی وفات ماہ شعبان 326ھ میں ہوئی اور ان سے بہت سی روایات بھی وارد ہوئی ہیں۔

محمد وآل محمد علیہم محل امر الٰہی ہیں:

حسین بن عبید اللہ، ابوعبداللہ الحسین بن علی بن سفیان بزوفری، شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب کا تفویض میں اختلاف ہوا تو میں ابوطاہر بن بلال کے پاس گیا اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب اس نے انحراف اختیار نہیں کیا تھا۔ میں نے اس کے سامنے اس اختلاف کا ذکر کیا، اس نے کہا کہ مجھے کچھ دنوں کے مہلت دیں۔

پھر میں چند دنوں کے بعد اس کے پاس گیا وہ میرے پاس ایک لکھی ہوئی حدیث لایا جس میں اس کے استاد امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمان لکھا تھا:

"اذا اراد امرا عرضه علی رسول الله (ص) ثم امیر المؤمنین (ع) واحد بعد واحد الی ان ینتهی صاحب الزمان علیه السلام ثم یخرج الی الدنیا واذا اراد الملائكة ان یرفعوا الی الله عملاً عرض علی صاحب الزمان علیه السلام ثم یخرج علی واحد واحد الی ان یعرض علیٰ رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم ثم یعرض علی الله فما نزل من الله فعلیٰ ایدیهم وما عرج الی الله فعلیٰ ایدیهم وما استغنوا عن الله طرفة عین"

جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے رسول خداؐ کے سامنے پیش کرتا ہے پھر امیرالمومنین پھر یکے بعد دیگرے جملہ آئمہ تا اینکہ صاحب الزمانؑ پر وہ امر پیش کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد اس امر کا دنیا میں ظہور اور نفاذ ہوتا ہے اور جب ملائکہ کسی کے عمل کو

بارگاہ خداوندی میں لے جانا چاہتے ہیں تو وہ اس عمل کو صاحب الزمان علیہ السلام کے سامنے پیش کرتے ہیں پھر ترتیب صعودی سے یکے بعد دیگرے ان کے آبائے طاہرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور آخر میں اسے رسول خداؐ کے سامنے پیش کرتے ہیں اس کے بعد وہ اس عمل کو خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا ہر امر ان کی وساطت سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور زمین سے خدا کی طرف لے جایا جانے والا ہر عمل بھی انہی کے ذریعے بلند ہوتا ہے۔

رواۃ کی ایک جماعت، ابو عبداللہ احمد بن محمد صفوانی، شیخ حسین بن روح کا بیان ہے کہ یحییٰ بن خالد نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اکیس کھجوروں میں زہر دی تھی اور اسی زہر کی وجہ سے ان کی شہادت ہوئی تھی۔

نبی کریمؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام میں سے ہر ایک کی موت یا تو تلوار سے ہوئی یا پھر زہر سے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں (امام علی رضا علیہ السلام) کو زہر دی گئی تھی، اسی طرح سے ان کے والد اور ان کے والد اور اولاد کو بھی زہر دیا گیا تھا۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کا مقام کیوں بلند ہے؟

ترک ہروی جو کہ ایک متکلم تھا اس نے حسین بن روح سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی صاحبزادیاں تھیں؟

انھوں نے جواب دیا کہ آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

سائل نے پھر سوال کیا کہ ان میں سے افضل کون تھیں؟

جواب دیا کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سب سے افضل تھیں۔

سائل نے کہا کہ سیدہ سلام اللہ علیہا کے افضل ہونے کی وجہ کیا ہے جب کہ وہ سب سے کم سن تھیں اور رسول خداؐ سے ان کی صحبت کا عرصہ بھی کم تھا؟

جواب دیا کہ اللہ نے انہیں دو خصلتیں عطا کی تھیں۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ رسول خداؐ کی وراثت کی مالک تھیں ان کے علاوہ رسول خداؐ کا کوئی بچہ آپ کا وارث نہیں تھا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے ان کے ذریعے سے نسل رسول کو باقی رکھا، انہیں یہ مقام بی بی کی اخلاص نیت کی وجہ سے ملا تھا۔

ہروی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت اور مختصر جواب کبھی نہیں سنا تھا۔ (۱)

کتاب التکلیف:

ابو الحسین محمد بن فضل بن تمام کا بیان ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن احمد زکوزکی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب ہم لوگ اس کتاب التکلیف (فرائض) کا تذکرہ کر رہے تھے تو ہم

۱۔ مؤلف محترم اس روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیاں ثابت ہوتی ہیں لیکن ہم [illegible] ہے کہ ہم سابقہ صفحات میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسین بن روح [illegible] فرماتے تھے یہ روایت بھی تقیہ پر ہے۔ محققین شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے صرف ایک ہی فرزند عطا کی تھی اور وہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا ہی تھیں۔

لوگوں کے پاس تھی کہ یہ کتاب کسی غالی ہی کے پاس ہوگی تو انھوں نے کہا کہ اس کتاب التکلیف میں ابن ابی العزاقر کا سب کیا دھرا ہے۔ وہ ایک باب ترتیب دیتا اور شیخ ابو القاسم حسین بن روح رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاتا اور وہ اس کو کانٹ چھانٹ کر درست کر دیتے۔ جب وہ درست ہو جاتی تو وہ اسے وہاں سے لے کر نکلتا اس کی نقل کرتا اور اس سے نقل کرنے کا لوگوں کو حکم دیتا یعنی انھی باتوں کے نقل کرنے کی اجازت ہوتی جن کو حسین بن روح نے درست کر دیا ہوتا۔

اور جعفر کا بیان ہے کہ میں نے اس کتاب کو اپنے ہاتھ سے بغداد میں نقل کیا۔

ابن تمام کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ جناب مجھے بھی وہ کتاب عنایت فرمادیں جو آپ نے اپنے ہاتھ سے نقل کی ہے، میں اسے نقل کر کے آپ کو واپس کر دوں گا۔

انھوں نے کہا کہ اب وہ میرے پاس نہیں ہے۔

ابن تمام کا بیان ہے کہ میں ان کے پاس سے چلا آیا اور کسی دوسرے شخص سے لے کر اس کی نقل کر لی۔

ان کی روایات لے لو اور ان کی آراء رہنے دو:

ابو الحسین بن تمام، شیخ حسین بن روح کے خادم عبد اللہ کوفی سے منقول ہے کہ جب ابن ابی العزاقر پر ناحیہ مقدسہ سے لعنت ہوئی اور صاحب الزمانؑ نے اس کی مذمت کر دی تو اس وقت اس کی لکھی ہوئی کتابوں سے ہمارے گھر بھرے ہوئے تھے۔

اس دور میں شیخ ابو القاسم حسین بن روح سے پوچھا گیا کہ اب ہم اس کی کتابوں پر کیسے عمل کریں جب کہ ہمارے گھر ان کی کتابوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

انھوں نے جواب دیا کہ ان کتابوں میں اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے اقوال کو نقل کیا ہے۔

انھوں نے جواب دیا کہ اس سلسلہ میں میرا وہی جواب ہے جو امام حسن عسکری علیہ السلام نے دیا تھا۔ جب امام سے بنی فضال کی کتابوں کا پوچھا گیا تو انھوں نے یہ فرمایا تھا:

"خذوا بما رووا وذروا ما رأوا"

انھوں نے جو روایت کی ہے اسے قبول کرلو اور ان کے ذاتی نظریات کو چھوڑ دو۔

زنِ باکرہ سے متعہ مکروہ ہے:

ایک مرتبہ ابو الحسن ایادی نے ابو القاسم حسین بن روح سے پوچھا کہ زنِ باکرہ سے متعہ کیوں مکروہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: "الحیاء من الایمان"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حیا جزو ایمان ہے"

اور تمہارے اور اس کے درمیان جو شرطیں ہوں گی ان پر تم اس سے "ہاں" کہلاؤ گے تو اس کی حیا جاتی رہے گی اور ایمان زائل ہوگا۔

ابو الحسن نے کہا: اگر کوئی ایسا کرے تو کیا وہ زانی ہوگا؟

آپ نے فرمایا: نہیں۔

کتاب التادیب:

سلامہ بن محمد سے روایت ہے کہ شیخ حسین بن روح رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب

”استادیب“ قم بھیجی اور فقہائے قم سے کہا کہ آپ اس کتاب کا مطالعہ کر کے تحریر کریں کہ اس میں آپ کے فتاویٰ کے خلاف تو کوئی چیز نہیں ہے؟

علمائے قم نے جواب میں لکھا کہ اس میں سب کچھ صحیح ہے اور ہمارے فتاویٰ کے خلاف کوئی چیز نہیں ہے البتہ فطرہ کے متعلق آپ نے اختلاف کیا ہے۔ ہم فطرہ کے لیے ایک ”صاع“ (تین کلوگرام) کے قائل ہیں جب کہ آپ نے نصف صاع لکھا ہے۔

ابن نوح بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے مصری اصحاب سے یہ سنا کہ ابو سہل نوبختی سے پوچھا گیا کہ آپ کی موجودگی میں منصب سفارت شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کو کیسے ملا؟

انھوں نے جواب دیا کہ یہ امام علیہ السلام کا انتخاب ہے اور ان کے انتخاب میں غلطی کا عمل دخل نہیں ہے۔

جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں ایک مناظر شخص ہوں اور اغیار سے ہمیشہ مباحثہ کرتا ہوں اور جس طرح سے ابوالقاسم کو امام زمانہ کا مقام معلوم ہے اگر مجھے بھی اسی طرح سے معلوم ہوتا تو شاید میں صبر نہ کر سکتا اور آپ کا ٹھکانہ لوگوں کو بتا دیتا، جب کہ ابوالقاسم حسین بن روح اتنے مستقل مزاج ہیں کہ اگر امام علیہ السلام ان کے دامن میں بھی ہوتے اور انھیں مقراض سے کاٹا جاتا تو بھی یہ امام علیہ السلام کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتاتے۔

شلمغانی کا اعتراف:

شلمغانی نے کتاب غیبت کے مقدمہ میں لکھا:

جہاں تک میرا اور شخص مذکور (حسین بن روح) کا معاملہ ہے تو اس میں میرا کوئی

دوش نہیں ہے مگر جن لوگوں کو میں نے اس میں داخل کیا تھا یہ سب کچھ ان کا کیا دھرا ہے، اسی لیے اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔

شلمغانی نے اپنی کتاب کی ایک اور فصل میں یہ لکھا ہے:

جس پر خدا کی نعمت زیادہ ہو تو اس پر ذمہ داری بھی زیادہ ہوا کرتی ہے اور اس کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ صدق بیانی سے کام لے خواہ وہ اس کے فائدہ میں ہو یا نقصان میں ہو اگرچہ حسین بن روح کا جرم بہت زیادہ ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ امام علیہ السلام کی طرف سے وہی منصوب ہیں اور جماعت شیعہ کے لیے ان سے عدول کرنا صحیح نہیں ہے۔ ان پر اسلام کا وہی حکم ہے جو دوسرے اہل ایمان پر ہے۔

ابو محمد ہارون بن موسیٰ، ابو علی بن جنید کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی کا بیان ہے کہ میں اور ابوالقاسم حسین بن روح اس امر میں داخل نہیں ہوئے جب کہ ہم اس منصب کی ذمہ داریوں سے واقف تھے اور ہم اس منصب کے لیے ایک دوسرے سے کتوں کی طرح لڑتے تھے۔

ابو محمد نے کہا کہ شیعہ اس کے اس قول کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اس پر بدستور لعنت کرتے رہے اور اس سے بیزاری کا اعلان کرتے رہے۔

سفیر چہارم: ابوالحسن علی بن محمد سمری:

رواۃ کی جماعت، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ، محمد بن ابراہیم بن اسحاق، ابو عبداللہ محمد بن خلیلان، اپنے والد سے اپنے دادا عتاب سے روایت کی ہے:

حضرت صاحب الزمان امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت جمعہ کے

دن ہوئی۔ آپ کی والدہ کا نام ریحانہ تھا، انھیں نرجس اور صیقل بھی کہا جاتا تھا اور سوسن بھی بتایا جاتا ہے۔ لیکن صیقل ان کو حمل کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 9 شعبان 256ھ میں ہوئی۔

آپ کے وکیل عثمان بن سعید تھے۔ جب ان کی وفات ہونے لگی تو انھوں نے اپنے فرزند ابوجعفر محمد بن عثمان کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ پھر ابوجعفر نے وفات سے پہلے ابو القاسم حسین بن روح کو اپنا وصی مقرر کیا پھر ابوالقاسم نے ابوالحسن علی بن محمد سمری کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ان سے کہا گیا کہ آپ کا وصی کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: (اب ہمارا کوئی وصی نہ ہوگا) اب یہ امر خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس امر کو پورا کرے گا۔

اور علی بن محمد سمری کے بعد غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا۔

محمد بن محمد بن نعمان اور حسین بن عبید اللہ، ابوعبداللہ احمد بن محمد صفوانی سے روایت ہے کہ شیخ ابوالقاسم نے اپنا وصی ابوالحسن علی بن محمد سمری کو مقرر کیا اور وہ ان تمام کاموں کو سر انجام دیتے تھے جنھیں حسین بن روح بجالاتے تھے۔

جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیعوں کی ایک جماعت ان کے پاس حاضر ہوئی اور پوچھا کہ آپ کے بعد امام علیہ السلام کا وکیل کون ہوگا؟ اور آپ کس کو اپنا جانشین مقرر کر رہے ہیں؟

آپ نے جواب دیا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ میں کسی کو اپنا وصی مقرر کروں۔

رواۃ کی جماعت، ابوجعفر محمد بن علی بم حسین بن موسیٰ بن بابویہ، ابوصالح بن

شیب خالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذی القعدہ 339ھ میں بیان کیا کہ ہم سے ابوعبداللہ بن ابراہیم بن مخلد نے بیان کیا۔

میں ایک مرتبہ بغداد میں وہاں کے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب میں علی بن محمد سمری کے پاس پہنچا تو انھوں نے کچھ پوچھے بغیر از خود یہ فرمایا:

اللہ رب العزت، علی بن الحسین بن بابویہ قمی پر رحم فرمائے۔

مشائخ نے وہ دن اور تاریخ قلم بند کر لی۔ کچھ دنوں بعد اطلاع آئی کہ علی بن حسین بن بابویہ قمی کا اسی دن انتقال ہوا۔ پھر اس کے چند روز بعد علی بن محمد سمری نے پندرہ شعبان 329ھ میں وفات پائی۔

غیبت کبریٰ کے لیے توقیع:

رواۃ کی جماعت، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ، ابومحمد حسن بن احمد مکتب نے بیان کیا کہ جس سال شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کی وفات ہوئی تو میں بغداد میں تھا۔ ان کی وفات سے پہلے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے لوگوں کے سامنے ایک توقیع پیش کی جس کی عبارت یہ تھی:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم٥ "یا علی بن محمد السمری! اعظم اللہ اجر اخوانک فیک فانک میت ما بینک وبین ستۃ ایام فاجمع امرک ولا توص الیٰ احد فیقوم مقامک بعد وفاتک فقد وقعت الغیبۃ التامۃ فلا ظہور الا بعد اذن اللہ تعالیٰ ذکرہ وذلک بعد طول الامد وقسوۃ القلوب وامتلاء الارض جورا و سیاتی لشیعتی من یدعی

المشاهدة الا فمن ادعی المشاهدة قبل خروج السفیانی والصیحة فهو کذاب مفتر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم"

بنام خداوند بخشندہ مہربان۔ اے علی بن محمد سمری! اللہ تعالیٰ تمہاری موت پر تمہارے بھائیوں کو صبر کرنے کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اس لیے کہ اب سے چھٹے دنوں میں تمہارا انتقال ہو جائے گا لہٰذا اپنے معاملات کو سمیٹ لو اور آئندہ کے لیے کسی کو اپنا وصی مقرر نہ کرنا جو تمہاری وفات کے بعد تمہارا قائم مقام ہو اس لیے کہ غیبت تامہ واقع ہو چکی ہے اور جب اللہ کا حکم اور اذن ہوگا اسی وقت ظہور ہوگا اور اس میں ایک طویل مدت لگ جائے گی۔ اس عرصہ میں لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ ہمارے شیعوں میں کچھ ایسے ہوں گے جو یہ دعویٰ کریں گے کہ ہم نے صاحب الامرؑ کو دیکھا ہے مگر یاد رکھو! جو شخص خروج سفیانی اور صدائے آسمانی سے پہلے مجھے دیکھنے کا دعویٰ کرے تو وہ مفتری اور جھوٹا ہوگا۔ اللہ علی العظیم کی قوت کے سوا کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس توقیع کو لکھ لیا اور وہاں سے چلا آیا۔ چھٹے روز پھر گیا تو وہ حالتِ نزع میں تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا؟ انھوں نے کہا کہ یہ امر اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ اپنے امر کو پورا کرے گا۔

یہ کہا اور انتقال کر گئے۔ یہ آخری کلام تھا جو ان سے سنا گیا تھا۔

قیامِ قبر:

ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد کاتب کا بیان ہے کہ ابوالحسن سمری کی قبر شارع خلنجی میں نہر ابی عتاب کے کنارے ہے۔ انھوں نے 329ھ میں وفات پائی تھی۔

فصل

سفارت اور نوابیت کے چند جھوٹے دعوے دار

۱۔ شیخ شریعی:

رواۃ کی جماعت، ابو محمد تلعکبری، ابو علی محمد بن ہمام کہتے ہیں کہ شریعی کی کنیت ابو محمد تھی۔

ہارون بن ابن موسیٰ تلعکبری کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس کا نام حسن تھا۔ وہ امام علی نقی اور حسن عسکری علیہما السلام کے اصحاب میں سے تھا۔ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے مرتبہ و مقام کا دعویٰ کیا جس کا وہ اہل نہ تھا۔ اللہ نے اسے اس منصب کے لیے مقرر نہیں کیا تھا۔ اس نے خدا اور آئمہ حدیٰ پر بہتان تراشے تھے اور آئمہ کی طرف ایسی غلط باتیں منسوب کی تھیں جو ان کی شان اور مقام کے خلاف تھیں۔

شیعوں نے اس پر لعنت بھیجی اور اپنی برأت کا اظہار کیا اور امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے اس پر لعنت اور برأت کے لیے توقیع برآمد ہوئی۔

ہارون کا بیان ہے کہ پھر اس کے منہ سے کفر و الحاد کی بدبودار باتیں صادر ہونے لگیں۔ ہارون کہتے ہیں کہ تمام جھوٹے دعویدار پہلے تو امام پر جھوٹ باندھتے اور کہتے کہ وہ امام زمانہ علیہ السلام کے وکیل ہیں اور اس طرح ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو دعوت دیتے تھے کہ وہ ان لوگوں سے عقیدت رکھیں پھر ان کا معاملہ حلاجیوں تک جا پہنچا جیسا کہ ابو جعفر شلمغانی اور ان جیسوں کے لیے مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر لعنت کرے۔

۲۔ محمد بن نصیر نمیری:

اور ان جھوٹے دعویداروں میں ایک کا نام محمد بن نصیر نمیری تھا۔

ابن نوح کا بیان ہے کہ مجھے ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد نے بتایا کہ محمد بن نصیر حضرت امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتا تھا۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو اس نے ابو جعفر عثمان بن سعید کے عہدہ کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ امام تک پہنچنے کا دروازہ ہے مگر اللہ نے اس کے جہل وعناد کو ظاہر کر کے اسے ذلیل ورسوا کیا اور نائب اول ابو جعفر عثمان بن سعید نے اس پر لعنت کی اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا۔ جب اسے اس کی اطلاع ملی تو وہ معذرت کے لیے ان کے دروازے پر گیا لیکن انھوں نے ملاقات کی اجازت نہ دی اور وہ مایوس ہو کر واپس آیا۔

سعد بن عبداللہ کا بیان ہے کہ اس نے اپنے لیے رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ علی بن محمد (امام علی نقی علیہ السلام) نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ تناسخ (آواگون) کا قائل تھا اور امام علی نقی علیہ السلام کے متعلق غلو کرتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ رب ہیں۔

وہ محارم (جن عورتوں سے نکاح حرام ہے مثلاً ماں، بیٹی، بھتیجی وغیرہ) سے نکاح کو حلال جانتا تھا اور مرد سے مرد کے نکاح کو بھی جائز سمجھتا تھا۔

سعد کا بیان ہے کہ جب محمد بن نصیر مرض الموت میں مبتلا ہوا اور زبان بمشکل چلتی تو لوگوں نے پوچھا کہ تیرا نائب کون ہوگا؟ اس نے لڑکھڑاتی زبان میں احمد کہا مگر کوئی سمجھ نہ سکا کہ احمد سے کون مراد ہے۔

اس کے بعد اس کا گروہ تین حصوں میں بٹ گیا۔ ایک نے کہا کہ اس سے اس کا بیٹا احمد مراد ہے۔ دوسرے فرقہ نے کہا کہ اس سے احمد بن محمد بن موسیٰ بن فرات مراد ہے۔

تیسرے فرقہ نے کہا کہ اس سے احمد بن ابی الحسین بن بشر بن یزید مراد ہے مگر سب متفرق ہی رہے ایک بات پر جمع نہ ہو سکے۔

۳۔ احمد بن ہلال کرخی:

جھوٹے دعویداروں میں احمد بن ہلال کرخی بھی شامل ہے۔

ابو علی بن ہمام کا بیان ہے کہ احمد بن ہلال کا تعلق امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب سے تھا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کی نص کے تحت آپ کے شیعہ ابو جعفر محمد بن عثمان کی وکالت پر متفق ہو چکے تھے۔ چنانچہ امام علیہ السلام کی وفات کے بعد شیعوں نے اس سے کہا کہ کیا تم ابو جعفر محمد بن عثمان کی وکالت کو قبول نہ کرو گے جب کہ امام معصوم نے ان کی وکالت پر نص کی ہے۔

اس نے کہا کہ میں نے امام کی زبان سے ان کی وکالت کے متعلق کوئی جملہ تک نہیں سنا تھا جب کہ میں ان کے والد عثمان بن سعید کی وکالت کو تسلیم کرتا ہوں۔ اگر مجھے ابو جعفر محمد بن عثمان کی وکالت پر یقین آیا تو میں کوئی جسارت نہیں کروں گا۔

لوگوں نے کہا کہ ممکن ہے کہ تو نے سنا ہو لیکن اور لوگوں نے تو سنا ہے۔

اس نے کہا کہ تم نے جو سنا ہے اس پر عمل کرو۔

الغرض اس نے ابو جعفر محمد بن عثمان کی وکالت کو تسلیم نہ کیا اور لوگوں نے اس پر لعنت کی اور تبرا کیا۔ پھر ابو القاسم حسین بن روح کے ذریعے سے اس پر لعنت وتبرا کے متعلق حضرت صاحب الزماں علیہ السلام کی طرف سے توقیع آئی۔

۴۔ ابو طاہر محمد بن علی بن ہلال:

ایسے ہی افراد میں سے ابو طاہر محمد بن علی بن ہلال بھی شامل ہے اور اس کا وہ قصہ

مشہور ہے جو کہ اس کے اور ابو جعفر محمد بن عثمان کے درمیان پیش آیا تھا۔ اس نے تمام مال امام روک لیا اور خود امام کی وکالت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کی وجہ سے سب لوگوں نے اس پر لعنت کی اور بیزاری اختیار کر لی اور امام علیہ السلام کی طرف سے اس کے متعلق جو توقیع آئی وہ مشہور ہے۔

ابو طالب زراری کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن محمد بن یحییٰ المعاذی نے بیان کیا کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص تھا جو ہمیں چھوڑ کر ابو طاہر کے گروہ میں شامل ہو گیا، پھر وہ پلٹ کر اپنے اصل گروہ میں آ گیا۔ میں نے پلٹنے کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا:

ایک دن میں ابو طاہر بن بلال کے پاس بیٹھا تھا اور وہاں اس کا بھائی ابو طیب اور ابن حرز اور اس کے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔ اتنے میں ایک غلام اندر داخل ہوا اور بولا کہ ابو جعفر عمری دروازے پر کھڑے ہیں۔

یہ سن کر لوگ لرز گئے اور اس نے کہا کہ انھیں اندر بلاؤ۔ جب ابو جعفر اندر آئے تو ابو طاہر اور اس کی جماعت تعظیماً کھڑی ہو گئی اور وہ صدر محفل میں تشریف فرما ہوئے اور ابو طاہر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ابو جعفر نے فرمایا:

ابو طاہر! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تجھے حضرت صاحب الزمانؑ نے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ تیرے پاس ان کا جتنا بھی مال ہے وہ سب میرے حوالے کر دے؟

ابو طاہر نے کہا: جی ہاں، اللہ کی قسم یہ بات درست ہے۔

یہ کہہ کر ابو جعفر اٹھ کر چلے گئے اور تمام لوگوں پر ایک سکتہ طاری ہو گیا اور جب یہ کیفیت برطرف ہوئی تو ابو طاہر کے بھائی ابو طیب نے اس سے پوچھا کہ تم نے صاحب الزمان کو کہاں دیکھا؟ ابو طاہر نے کہا کہ ایک دن ابو جعفر مجھے اپنے گھر لے گئے تو اس مکان کی بالائی منزل پر مجھے صاحب الزمان نظر آئے اور انھوں نے مجھے آواز دے کر فرمایا کہ

میرے پاس جو مال ہے وہ سب ان کے حوالے کر دے۔

ابو طیب نے کہا کہ تمھیں آخر کیسے پتہ چلا کہ وہ صاحب الزمان علیہ السلام ہی تھے؟

اس نے جواب دیا کہ ان کو دیکھتے ہی مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور ایسا رعب چھا گیا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ صاحب الزمان علیہ السلام ہی ہیں۔

راوی نے کہا کہ اس وجہ سے میں نے ابو طاہر سے جدائی اختیار کر لی۔

۵۔ حسین بن منصور حلاج: (۱)

حسین بن ابراہیم، ابو العباس احمد بن علی بن نوح، ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد کاتب

۱۔ ابن ندیم کہتے ہیں کہ اس کے شہر اور نشوونما پانے کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اصل خراسان کے شہر نیشاپور سے تھی، بعض کے بیان کے مطابق وہ مرو میں پیدا ہوا تھا اور کچھ علماء نے لکھا ہے کہ وہ طالقان میں پیدا ہوا تھا۔ [illegible] اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی اصل اہواز سے تھی۔

ذہبی نے کہا کہ اس کے عقیدے کے متعلق کوئی قطعی بات نہیں کی جا سکتی۔ ابو الحسن عبید اللہ بن احمد بن ابی طاہر نے لکھا ہے کہ وہ حیلہ باز اور شعبدہ باز انسان تھا، وہ صوفیہ کے نظریات کا اظہار کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ وہ ہر علم جانتا ہے [illegible] کہ اس کے پاس علم کی کوئی چیز نہیں تھی [illegible] "انا الحق" کہہ کر اپنی الوہیت کا [illegible] مذہب شیعہ کا اظہار کرتا تھا اور عام لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو صوفی کہلاتا تھا۔

ایک دفعہ علی بن عیسیٰ نے اس سے [illegible] تمھیں تو طہارت [illegible] کا بھی علم نہیں ہے۔

اس نے [illegible] صاحب [illegible] خطوط میں [illegible] سلطان کے پاس پہنچا [illegible] 309ھ کا واقعہ ہے۔ (فہرست ابن ندیم)

فرزند و دختر ام کلثوم بنت ابی جعفر عمری کا بیان ہے کہ جب اللہ نے حسین بن منصور حلاج کے مکر و فریب کا پردہ چاک کر کے اسے رسوا اور ذلیل کیا تو اس کے ذہن میں یہ بات داخل ہوئی کہ ابو سہل بن اسماعیل نوبختی جاذب شخصیت ہیں اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ اگر وہ انہیں اپنے شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو گیا تو ان کے اثر و رسوخ سے بڑے بڑے افراد اس کے حلقہ اثر میں آجائیں گے۔

یہ سوچ کر اس نے ابو سہل کو خط لکھا کہ میں صاحب الزمان علیہ السلام کا وکیل ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہیں خط لکھ کر اس امر کا اظہار کروں اور تمہاری مدد کی جائے تاکہ تمہارا دل قوی رہے اور اس امر میں شک نہ کرو۔

ابو سہل نے اس کے جواب میں لکھا۔

میں تمہیں اپنے ایک معمولی سے کام کی زحمت دیتا ہوں۔ جہاں تمہارے ہاتھوں بہت سے معجزات و کرامات ہوتے ہوں گے ان کے مقابلہ میں میرے کام کی تو کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ کام یہ ہے کہ میں عورتوں کو بہت چاہتا ہوں مگر میرا بڑھاپا اس سے مجھے روکتا ہے اور بڑھاپے کو چھپانے کے لیے ہر جمعہ کو خضاب استعمال کرتا ہوں جس سے مجھے زحمت ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ کروں تو میرا بڑھاپا ان پر ظاہر ہو جائے گا اور وہ دوری اختیار کر جائیں گی۔ آپ یہ کرامت دکھائیں کہ میری داڑھی کے بال سیاہ ہو جائیں تو میں آپ کا اطاعت گزار ہو جاؤں گا اور آپ کے مذہب کا داعی بن جاؤں گا اور مال بھی خرچ کروں گا۔

جب حلاج نے ان کا جواب پڑھا تو محسوس کیا کہ میں نے انہیں خط لکھ کر بڑی غلطی کی تھی تو پھر اس کے خط کا کوئی جواب نہ دیا۔

ابو سہل نے اس کو ایک لطیفہ بنا لیا اور ہر ایک کے سامنے یہ بیان کرنے لگے چنانچہ یہ بات لوگوں میں مشہور ہوئی اور اس سے اس کا سارا مکر و فریب لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو وہ اس سے نفرت کرنے لگے۔

حسین بن منصور حلاج قم بھی گیا تھا اور اس نے حضرت ابو الحسن کے ایک رشتہ دار ابو الحسن کو بھی خط لکھ کر اپنی بیعت میں شمولیت کی دعوت دی اور اپنے خط میں یہ لکھا کہ وہ امام علیہ السلام کا وکیل اور ان کا قاصد اور ان کا دروازہ ہے۔

جب یہ خط ابو الحسن کو ملا تو انہوں نے اس کا خط پھاڑ دیا اور اس کے قاصد کو برا بھلا کہا۔ پھر وہ اپنے تجارتی مرکز پر آئے جہاں بہت سے تاجر ان کے منتظر تھے۔ جیسے ہی وہ اپنے تجارتی مرکز میں داخل ہوئے تو وہاں پر موجود تمام افراد ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے مگر ایک شخص بیٹھا رہا۔

انہوں نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟

اس شخص نے کہا کہ میں وہی شخص ہوں جس کا خط آپ نے پھاڑا ہے۔

وہ غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ اچھا تو یہ حلاج ہے۔ یہاں سے نکل جاؤ۔

لیکن وہ پھر بھی بیٹھا رہا۔ اس وقت ابو الحسن نے اپنے نوکروں سے فرمایا کہ اس کی گردن اور پاؤں سے پکڑ کر باہر نکال دو۔ چنانچہ نوکروں نے اسے پکڑ کر باہر نکال دیا۔ اس کے بعد حسین بن منصور حلاج دوبارہ کبھی قم نہ آیا۔

۹۔ ابو جعفر بن ابی عزاقر:

ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد ابن احمد کاتب فرزند و دختر ام کلثوم بنت ابو جعفر عمری بیان کرتے ہیں

صحابہ سے روایت ہے کہ مجھ سے کبیرہ ام کلثوم بنت ابو جعفر عمری رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابو جعفر ابن ابی عزاقر بنی بسطام کے نزدیک ایک آبرومند شخص تھا اور چونکہ شیخ ابو القاسم حسین بن روح رضی اللہ عنہ نے اسے لوگوں کے درمیان ایک مقام دے دیا تھا اس لیے جب وہ مرتد ہو گیا تو اس نے بہت سی کفر والی اور جھوٹی باتیں شیخ ابو القاسم کی طرف منسوب کر کے بنی بسطام سے بیان کرنی شروع کر دیں اور لوگ اسے سچ سمجھ کر قبول کرنے لگے۔ جب اس کی اطلاع شیخ ابو القاسم کو پہنچی تو بنی بسطام کو منع کیا کہ وہ اس سے گفتگو نہ کریں اور اس پر لعنت کریں اور اس سے بیزاری اختیار کریں۔

لیکن وہ لوگ باز نہ آئے اور اس کی دوستی پر قائم رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ میں نے راز فاش کر دیا اس لیے انھوں نے بطور سزا اختصاص کے بعد مجھے دور کر دیا ہے کیونکہ وہ ایک ایسا عظیم راز ہے کہ جس کا متحمل یا ملک مقرب ہو سکتا ہے یا نبی مرسل یا وہ مومن جس کے قلب کا امتحان لیا جا چکا ہو۔

یہ بات ان لوگوں کے دلوں میں متحقق ہو گئی اور اس سے ابن ابی عزاقر کی قدر ان لوگوں کے نزدیک اور بڑھ گئی۔

جب یہ خبر شیخ ابو القاسم حسین بن روح کو ملی تو انھوں نے بنی بسطام کو خط لکھا کہ تم لوگ ابن ابی عزاقر اس کے تابعین اور ماننے والوں پر لعنت اور تبرا کرو۔

جب یہ خط بنی بسطام کو ملا تو وہ سب ابن عزاقر پر ٹوٹ پڑے۔ وہ زار و قطار رونے لگا اور بولا (تم لوگ سمجھے ہی نہیں) شیخ کے اس قول میں عظیم مطلب پوشیدہ ہے۔ لعنت کے معنی دور کرنے کے ہیں اور لعنہ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو دور کر دیا ہے اور اب میں سمجھا کہ ان کی نظر میں میری کیا منزلت ہے۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی پیشانی زمین پر سجدہ شکر کے لیے رکھ دی اور کہا اب تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس بات کو پوشیدہ رکھو۔

کبیرہ ام کلثوم کا بیان ہے کہ شیخ ابو القاسم کو اس واقعہ سے میں آگاہ کر چکی تھی۔ ایک دن میں ابو جعفر بن بسطام کی ماں کے پاس گئی تو اس نے میری تعظیم و تکریم کی۔ حد یہ ہے کہ اس نے جھک کر میرے قدم چومے۔ میں نے اسے منع کیا اور اس کو ہٹایا اور کہا کہ یہ کیا بات ہے ایسا نہ کرو۔ یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ چوم لیے تو وہ رونے لگی اور بولی ایسا کیوں نہ کروں آپ تو میری شاہزادی فاطمہ زہرا ہیں۔

میں نے کہا: یہ کیسے؟

اس نے جواب دیا کہ شیخ ابو جعفر یعنی محمد بن علی نے بتایا ہے کہ ہم لوگوں پر پردہ فاش ہو چکا ہے۔

میں نے کہا: پردہ کیسا؟

اس نے کہا کہ ہم لوگوں سے یہ عہد لے لیا گیا ہے کہ اس کو پوشیدہ رکھا جائے۔ میں ڈرتی ہوں کہ اگر میں اس کو ظاہر کر دوں تو عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے اس سے پختہ عہد کیا کہ کسی کو نہ بتاؤں گی مگر دل میں یہ تھا کہ سوائے شیخ ابو القاسم حسین بن روح کے اور کسی کو نہ بتاؤں گی۔

یہ عہد لینے کے بعد اس نے کہا: شیخ ابو جعفر نے ہم لوگوں کو بتایا ہے کہ رسول خدا کی روح آپ کے والد یعنی ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کے پیکر میں آئی اور امیر المومنین علیہ السلام کی روح شیخ ابو القاسم حسین بن روح کے پیکر میں اور حضرت فاطمہ زہرا کی روح تمھارے پیکر میں منتقل ہو گئی ہے۔

لہٰذا اے شاہزادی! بھلا میں تمھاری اتنی تعظیم کیسے نہ کروں!!

میں نے کہا: بڑی بی! ایسا ہرگز نہیں ہے، یہ محض جھوٹ ہے۔

اس نے کہا: یہ بہت بڑا راز ہے اور ہم لوگوں سے عہد لیا گیا ہے کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ کریں لہٰذا خدا کے لیے مجھ پر رحم کریں کہ میں عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ یہ تو آپ نے مجھے مجبور کر دیا اس لیے آپ پر ظاہر کر دیا ورنہ میں یہ راز آپ کو نہ بتاتی اور آپ کے علاوہ کسی کو بھی نہ بتاتی۔

ام کلثوم کبیرہ کا بیان ہے کہ جب میں اس کے پاس سے واپس آئی تو سیدھی شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس پہنچی اور سارا قصہ سنایا۔

انھوں نے فرمایا: بیٹی! اب تم اس کے پاس کبھی نہ جانا۔ اگر وہ تم کو کوئی خط لکھے تو اسے بھی وصول نہ کرنا۔ اگر وہ تمھارے پاس کسی آدمی کو بھیجے تو اس سے بھی ملاقات نہ کرنا اس لیے کہ یہ کفر و الحاد ہے جو اس ملعون (ابن ابی عزاقر) نے ان لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے تاکہ ان لوگوں سے یہ کہنے کی راہ ہموار ہو جائے کہ اللہ اس کے پیکر میں آ گیا ہے جیسا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے متعلق کہتے ہیں، یہ بھی حلاج کی طرح دعویٰ کرنے کی بنیاد بنا رہا ہے۔ ام کلثوم کبیرہ کہتی ہیں:

اس کے بعد میں نے بنی بسطام کو چھوڑا اور ان کی طرف جانا ترک کر دیا اور لوگوں کی ماں سے ملاقات نہیں کی۔ یہ واقعہ بنی نوبخت میں مشہور ہو گیا اور شیخ ابوالقاسم نے ہر ایک کو خود جا کر یا خط کے ذریعہ سے یہ حکم دیا کہ ابوجعفر شلمغانی پر اس کے تابعین پر یا جو شخص اس کے اقوال پر راضی رہے بلکہ اس سے دوستی تو در کنار جو شخص ابوجعفر شلمغانی سے بات بھی کرے ان سب پر لعنت بھیجو اور اس سے برأت کا اظہار کرو۔

اس کے بعد حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی طرف سے یہ توقیع بھی برآمد ہوئی کہ ابوجعفر محمد بن علی شلمغانی، اس کے تابعین، اس کے ساتھ دینے والوں اور اس کے قول پر راضی رہنے والوں پر لعنت کی جائے اور ان سے برأت کا اظہار کیا جائے یا جو شخص اس توقیع کے برآمد ہونے کے بعد بھی اس سے اپنی دوستی قائم رکھے اس پر بھی لعنت۔

ابوجعفر محمد بن علی شلمغانی کے قصے اس قدر گندے اور پلید ہیں کہ ہم اپنی کتاب کو اس سے پاک رکھنا چاہتے ہیں ان قصوں کو ابن نوح نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ جب لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ شیخ ابوالقاسم حسین بن روح نے اس پر لعنت کی ہے اور تمام شیعوں کو اس پر لعنت اور تبرا کا حکم دیا ہے اور یہ ممکن نہیں رہا کہ لوگوں کو فریب میں مبتلا کر سکے تو ایک دن ایک ایسی محفل میں جس کے اندر رؤسائے شیعہ جمع تھے اور ہر ایک کی زبان پر یہ جاری تھا کہ ابوالقاسم حسین بن روح نے اس شخص پر لعنت اور تبرا کا حکم دیا ہے۔ اس نے لوگوں کو پکار کر کہا!! اچھا تو تم لوگ مجھے اور ابوالقاسم حسین بن روح کو یکجا کرو، میں ان کا ہاتھ پکڑوں گا اور وہ میرا ہاتھ پکڑ لیں اگر آسمان سے بجلی گر کر انھیں نہ جلا دے تو میرے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کو حق سمجھنا۔

یہ باتیں ابن مقلہ کے گھر میں ہو رہی تھیں، اس کی اطلاع راضی تک پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دو۔

لہٰذا لوگوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا اور قوم شیعہ کو اس ملعون سے نجات مل گئی۔

ابوالحسن محمد بن احمد بن داؤد کا بیان ہے کہ محمد بن علی شلمغانی المعروف بہ ابن ابی عزاقر لعنۃ اللہ علیہ ضد کے وجود کے ضروری ہونے کا معتقد تھا یعنی کسی ولی کی فضیلت اس وقت تک ظاہر ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے مد مقابل اس کا کوئی ضد اس پر طعنہ زنی اور

اس سے پنجہ آزمائی نہ کرے، اس لیے جب سامعین طعنہ زنی کو سنیں گے تو وہ ولی کے اندر فضائل وکمالات کی تلاش پر آمادہ ہوں گے۔ اس لیے وہ ضد اس ولی سے افضل ہے کیونکہ ولی کی فضیلت بغیر اس ضد کے ظاہر نہیں ہو سکتی اور اس کی مثال کے لیے وہ آدم اولی سے ساتویں آدم تک آتا تھا۔ وہ کہتا تھا سات عالم کے ساتھ سات آدم بھی گزرے ہیں اور پھر وہاں سے اتر کر موسیٰ وفرعون، محمدؐ وعلیؑ کے مقابل ابوجہل، معاویہ کی مثال پیش کرتا ہے۔

اور اس گروہ کے بعض تو اس کے قائل ہیں کہ ولی خود اپنے مقابلے کے لیے اپنی ضد کو مقرر کرتا ہے اور اس کو پنجہ آزمائی پر آمادہ کرتا ہے جیسا کہ اصحاب ظاہر میں سے بعض کا قول یہ ہے: علی ابن ابی طالبؑ نے خود مخالف کو اپنی ضد کے لیے مقرر کیا مگر بعض کہتے ہیں کہ انھوں نے مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمیشہ سے بن کر ان کے ساتھ تھے۔

یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ قائم جس کے متعلق اصحاب یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ گیارہوں (امامؑ) کی اولاد میں سے ہوں تو ایسا نہیں ہے بلکہ دراصل ابلیس قائم ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ "تمام ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے" اس نے سجدہ نہیں کیا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی صراط مستقیم پر بیٹھوں گا، اس کا یہ مطلب ہے کہ جس وقت اس کو سجدے کا حکم دیا گیا تھا وہ قائم اور کھڑا تھا اس کے بعد بیٹھا ہے لہٰذا جہاں جہاں حدیثوں میں یہ ہے کہ یقوم القائم، قائم قیام کرے گا اس سے مراد وہی قائم ہے جو حکم سجدہ کے وقت قائم تھا اور وہ ابلیس ہے۔ (نعوذباللہ)

اسی نظریہ سے وابستہ ایک شاعر نے اپنی گمراہی کا اظہار اپنے ان اشعار سے کیا تھا۔

یا لاعنا للضد من عدی
ما الضد الا الطاهر الولی

وا محمد للمهيمن الوفی
لست علی حال کحمامی
ولا حجابی ولا جعدی
قد فقت من قول علی الفهدی
نعم وجاوزت مدی العبدی
فوق عظيم ليس بالمجوسی
لانه الفرد بلا كفی
متحد بكل اوحدی
مخالط للنوری والظلمی
يا طالبا من بيت هاشمی
وجاحدا من بيت كروی
قد غاب فی نسبة اعجمی
فی النار سی الحب الرضی
كما النوی فی العرب من لوی

اے قبیلہ عدی کے شخص پر طعن وتشنیع کرنے والے!

اے لعنت وملامت پھر کیونکہ دراصل ضد ظاہر ولی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

تمام حمد وثنا اس خدا کے لیے ہے جو اپنے عہد کو پورا کرتا ہے۔

میرا حال حمامی جیسا نہیں ہے۔

اور میں قصد کرنے والے اور جعدی کی مانند بھی نہیں ہوں۔

جس نے عبارت میں تبدیلی کی وکالت کی ہے۔

میں شخص مرتبہ کی انتہا تک پہنچ چکا ہوں اور لوگوں کے درجات سے کہیں بلند ہو چکا ہوں۔ میرے عقیدے کے مطابق کہ خدا کیفیت کے لحاظ سے ایک ہے اس لیے وہ ہر ایک سے متحد ہو جاتا ہے۔ وہ نورانی اور شلمغانی کے ساتھ متحد ہے۔

اسے شلمغانی بنی ہاشم کے خلاف ہونے کی وجہ اور سادات کے نسب کے منکر ہو گئے ہی حرام تھے جیسا کہ عرب میں ان پر محرم تھے۔

علی بن ہمام بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی شلمغانی سے سنا وہ کہتا تھا کہ حق ایک ہے اور مختلف لباس تبدیل کرتا رہتا ہے کسی دن وہ سفید قمیص اور کسی دن سرخ لباس اور کسی دن نیلی قمیص پہن لیتا ہے۔

مجھے اس کے اس قول سے نفرت محسوس ہوئی کیونکہ یہ نظریہ اصحاب حلول کا ہے۔

راویوں کی ایک جماعت، ابو محمد ہارون بن موسیٰ، ابو علی محمد بن ہمام سے روایت ہے کہ ابو القاسم حسین بن روح نے کبھی بھی محمد بن علی شلمغانی کو کبھی اپنا نائب اور اپنے تک رسائی کا ذریعہ مقرر نہیں کیا اور لوگوں نے اسے فقیہ کہا اور درست کہا ہے اس سے کفر و الحاد کی باتیں ظاہر ہوئی تھیں۔

حسین بن ابراہیم، احمد بن علی بن نوح، ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد بن احمد، ابو عبداللہ حسین بن احمد حامدی بزاز المعروف ابن رعوبہ کتی جو ایک شیعہ اور غیر معروف بزرگ تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب محمد بن علی شلمغانی نے کتاب التکلیف لکھی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ وہ کتاب میرے پاس لاؤ تاکہ میں بھی دیکھوں کہ اس نے کیا لکھا ہے۔ کتاب لائی گئی انھوں نے اول سے آخر تک پوری کتاب پڑھی تو کہا اس میں صرف دو باتیں آئمہ طاہرین سے منسوب کر کے لکھی گئی ہیں اور اس نے غلط منسوب کی ہیں اس پر خدا کی لعنت ہو۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر جھوٹ:

راویوں کی ایک جماعت، ابو الحسین محمد بن احمد بن داؤد، ابو عبداللہ حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن علی نے باب الشہادات میں ایک غلط روایت لکھی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا اگر تیرے مومن بھائی کا کسی پر حق ہو اور ثبوت کے لیے اس کے پاس صرف ایک گواہ ہو اور گواہ ثقہ ہو تو تم بھی اس کے ساتھ دوسرے گواہ بن کر قاضی کے پاس گواہی دو تاکہ کسی مسلمان کا حق تلف نہ ہو۔

ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ یہ امر جھوٹ ہے اور ہمارے علاوہ کسی نے ایک اور اسلام پر انھوں نے لکھا کہ اس میں جھوٹ داخل کیا گیا ہے۔

شلمغانی پر لعنت کے لیے امام زمانہ علیہ السلام کی توقیع

راویوں کی ایک جماعت، ابو محمد ہارون بن موسیٰ، محمد بن ہمام کا بیان ہے کہ ذوالحجہ 312ھ میں ابو القاسم حسین بن روح کے ہاتھوں ابن ابی عزاقر کے متعلق حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی توقیع برآمد ہوئی اس کی روشنائی بھی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی۔

راویوں کی جماعت نے ابن داؤد سے نقل کیا کہ شلمغانی کے متعلق ابو القاسم حسین بن روح کے ذریعے ایک توقیع برآمد ہوئی اس کی ایک نقل انھوں نے ابو علی بن ہمام کے پاس ذوالحجہ 312ھ میں ارسال کی۔

ابن نوح، ابو الفتح احمد بن ذکا، مولیٰ علی بن محمد بن فرات نے بیان کیا ہے کہ ابو علی ابن ہمام نے اس توقیع کے متعلق بیان کیا ابو القاسم حسین بن روح نے

واسطہ مقتدر کے زندان سے اس کی نقل میرے پاس بھیجی تھی۔

حمیری کا بیان ہے کہ توقیع کے الفاظ یہ تھے

توقیع کی عبارت:

ادام اللہ سعادتکم من تسکن الی دینہ ولتق بنیتہ جمیعا ٥ بان محمد بن علی المعروف بالشلمغانی زاد بن داؤد وھو ممن عجل اللہ لہ النقمة ولا امھلہ ٥ قد ارتد عن الاسلام وفارقہ ٥ والحد فی دین اللہ وادعی ما کفر معہ بالخالق جل و تعالیٰ وافتری کذبا وزورا وقال بھتانا والما عظیما ٥ کذب العادلون باللہ وضلوا ضلالا بعیدا وخسروا خسرانا مبینا ٥ وانا قد برئنا الی اللہ تعالیٰ والی رسولہ والی آلہ صلوات اللہ وسلامہ و رحمتہ و برکاتہ علیھم منہ و لعناہ علیہ لعائن اللہ فی الظاھر منا والباطن فی السر والجھر و فی کل وقت وعلی کل حال و علی من شایعہ و بایعہ او بلغہ ھذا القول منا و اقام علی تولیہ بعدہ واعلمھم ٥

اللہ تعالیٰ تم سب کو استقامت دین اور صدق نیت کی توفیق دے اور تم پر اپنی سعادت کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔

تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد بن علی المعروف شلمغانی وہ شخص ہے جسے اللہ نے جلد عذاب میں مبتلا کیا ہے اور اسے وہ مزید مہلت نہ دے گا۔ وہ اسلام چھوڑ چکا ہے اور وہ مرتد ہو چکا ہے۔ اس نے الحاد اختیار کیا ہے اور خالق کے متعلق ایسی باتوں کا مدعی ہے جو سراسر کفر ہیں۔ وہ اللہ پر جھوٹ اور بہتان تراشتا ہے وہ گناہ عظیم کا مرتکب ہے۔ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ اور آل محمدؐ کے سامنے اس سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں اور اس پر

لگاتار لعنت بھیجتے ہیں۔ ظاہر میں بھی باطن میں بھی، چھپکے بھی اور بلند آواز سے بھی۔ اس پر لعنت اور اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کا ساتھ دینے والوں پر بھی لعنت کرتے ہیں اور جس شخص تک میرے قول پہنچے اور اس کے بعد بھی وہ شلمغانی سے دوستی کا دم بھرے تو اس پر بھی ہر حال اور ہر وقت لعنت ہو۔

ہارون کا بیان ہے کہ ابو علی کو یہ توقیع ملی تو اس نے تمام شیوخ کو یہ توقیع پڑھ کر سنائی اور اس کی نقول تمام دیار میں بھیج دیں اور ہر گروہ میں اس کی تشہیر ہوئی تو سب لوگ اس پر لعنت کرنے لگے اور اس سے بیزاری پر متفق ہو گئے۔

محمد بن شلمغانی 323ھ میں قتل ہوا۔

۷۔ ابو بکر بغدادی:

(ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کا بھتیجا اور ابو دلف مجنون کا حال)

شیخ ابو عبداللہ محمد بن نعمان نے ابو الحسن علی بن بلال مصلی سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ابو القاسم جعفر بن محمد کو قولویہ کو فرماتے ہوئے سنا:

ابو دلف کاتب کو اللہ غارت کرے، ہم لوگ اس کو ملحد سمجھتے تھے پھر وہ غلو کرنے لگا اور بعد میں مجنون ہو گیا پھر اس نے عقیدہ تفویض اپنا لیا تھا۔ ہم لوگ اس کے متعلق جانتے ہیں کہ وہ جس مجمع میں اس کو خفیف اور ذلیل کیا جاتا اور قوم شیعہ تو اس کو چند دنوں سے جاننے لگی ہے اور اس پر اور اس کے ماننے والوں پر تبرا کرتی ہے اور جب ابو دلف نے ابو بکر بغدادی کے متعلق دعویٰ کیا کہ وہ امام کا وکیل ہے تو ہم لوگوں نے ابو بکر بغدادی سے رابطہ کیا۔ اس نے حلفاً کہا کہ نہیں میرا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے تو ہم نے اس کی بات مان لی مگر جیسے

ہی وہ بغداد آیا تو اس نے گروہ شیعہ کو چھوڑ کر ابو دلف کی طرف مائل ہو گیا اور اسے اپنا وصی بنا لیا تو پھر ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ اپنے مذہب پر ہے ہم نے اس پر لعنت کی اور اپنی بیزاری کا اظہار کیا اس لیے کہ ہمارے نزدیک حضرت سمری کے بعد جو بھی شخص امام زمانہ کی سفارت اور نیابت کا دعویٰ کرے تو وہ کافر اور گمراہ ہے۔

ابن عیاش کا بیان ہے کہ ایک دن ہم لوگ ابو دلف کے پاس جمع تھے اور وہاں ابوبکر بغدادی کا ذکر چھڑا تو اس نے کہا کہ ہمارے شیخ کو ابو القاسم حسین بن روح اور دوسروں پر فضیلت کیوں حاصل ہے؟

میں نے کہا نہیں، مجھے تو معلوم نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ ابو جعفر محمد بن عثمان نے اپنی وصیت میں اپنے نام پر اس کے نام کو مقدم رکھا ہے۔

میں نے جواب میں کہا کہ اگر معیار فضیلت یہی ہے تو پھر منصور دوانیقی تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے افضل ٹھہرا۔

اس نے کہا، بھلا وہ کیسے؟

میں نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام موسیٰ کاظم علیہ اسلام کے نام پر منصور کا نام اپنے وصیت نامہ میں مقدم رکھا تھا۔

اس نے کہا کہ تمھیں ہمارے شیخ سے عناد ہے۔

میں نے کہا کہ تمھارے علاوہ تمام لوگ ابوبکر بغدادی سے عناد رکھتے ہیں۔

ابوبکر بغدادی کم علمی میں مشہور ہے اور ابو دلف کی احمقانہ باتیں لاتعداد ہیں اور میں ان حماقتوں کا ذکر کر کے کتاب کو طول نہیں دینا چاہتا جب کہ ابن نوح نے ان میں سے

چند باتیں تحریر کر دی ہیں۔

ابو محمد ہارون بن موسیٰ نے ابو القاسم حسین بن عبد الرحیم ابراروری سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کے پاس ایک کام کے لیے بھیجا۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں ہمارے چند اصحاب بیٹھے تھے اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی کچھ احادیث پر گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ابوبکر بغدادی یعنی ابو جعفر عمری کا بھتیجا آتا دکھائی دیا جب ابو جعفر عمری کی اس پر نظر پڑی تو حاضرین سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ کیونکہ آنے والا تمھارے اصحاب میں سے نہیں ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابوبکر بغدادی بصرہ میں یزیدی کا وکیل تھا اور عرصہ دراز تک اسی سے وابستہ رہا اور یوں اس نے بہت سی دولت جمع کر لی۔ کسی نے یزیدی سے اس کی چغلی کر دی تو یزیدی نے اس کو پکڑوا کر بلایا اور اس کے سر پر اتنا مارا کہ اس کی آنکھوں میں پانی اتر آیا اور وہ اندھا ہو کر مر گیا۔

ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد بن احمد کاتب ابن دختر ام کلثوم بنت ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کا بیان ہے کہ ابو دلف محمد بن مظفر کاتب ابتداء میں مخمس مشہور تھا۔

واضح رہے کہ مخمس غالیوں کا ایک فرقہ ہے جو کہ پنجتن پاک کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے کرخیوں میں تربیت پائی تھی اور وہ ان لوگوں کا شاگرد تھا اور کرخی بالعموم مخمس ہی ہوا کرتے تھے اور ابو دلف کا بھی یہی مسلک تھا۔ خود اس کا بیان ہے کہ ہمارے شیخ صالح قدس اللہ روحہ نے ہمیں مذہب ابو جعفر کرخی سے نکال کر مذہب حق یعنی ابوبکر بغدادی کا تبع بنا دیا۔

ابو طلف کا جنون اور اس کے فاسد مذہب کے واقعات بے شمار ہیں جن کی تفصیل خاصی طویل ہے۔

وضاحت: میں نے یہاں غیبت صغریٰ کے سفراء اور نواب کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس کی صحت حضرت امام آخر الزمان علیہ السلام کی امامت کی صحت پر بھی ہے اور ان لوگوں کی وکالت و سفارت اور ان کے ہاتھوں معجزات کا ظہور امام صاحب الزمان علیہ السلام کی امامت کا بین ثبوت ہے۔ اس لیے میں نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے اسی لیے اس کا یہاں تذکرہ کرنا بے فائدہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

اس عرصہ میں قابل تعریف سفیر بھی تھے اور ان کے پاس توقیعات بھی پہنچا کرتی تھیں۔

اور ایسے ہی قابل اعتماد افراد میں ابو الحسین محمد بن جعفر اسدی تھے۔ ابو الحسین بن ابی جید قمی، محمد بن حسن بن ولید، محمد بن یحییٰ عطار، محمد بن احمد یحییٰ، صالح بن ابی صالح کا بیان ہے کہ 290ھ میں کچھ لوگوں نے مجھ سے کچھ مال لینے کی درخواست کی میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور میں رائے طلب کی۔ جواب آیا تم میں محمد بن جعفر عربی موجود ہے یہ مال اس کے حوالے کر دو وہ ہمارے ثقہ افراد میں سے ہے۔

محمد بن یعقوب کلینی، احمد بن یوسف الساسی کہتے ہیں محمد بن حسن کاتب مروزی نے مجھ سے کہا کہ میں نے حاجز الوشا کے پاس دو سو دینار بھیجے اور میں نے امام زمانہ علیہ السلام کو اس سے آگاہ کیا۔ میرے پاس رسید آ گئی اور بیان کیا کہ میرے پاس ایک ہزار دینار تھے اور میں نے دو سو دینار بھیجے ہیں اور کہا کہ اگر تم کسی سے معاملہ کرنا چاہتے ہو تو تم رے میں ابو الحسین اسدی سے رابطہ کرو۔

پھر حاجز کی دو یا تین دن بعد وفات ہو گئی اور میں نے انھیں اس کی موت کی اطلاع دی، اس پر وہ غمگین ہوا۔ میں نے کہا کہ آپ غمگین نہ ہوں اس توقیع میں تمھارے لیے دو علامتیں ہیں۔

اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ مال ایک ہزار دینار ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ حاجز کی موت کے بعد تمھیں ابو الحسین اسدی کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ابو جعفر محمد بن علی بن نوبخت کا بیان ہے کہ میں نے ایک سال حج کا ارادہ کیا اور اس کی مکمل تیاری کی تھی۔

میرے پاس حضرت کا خط آیا کہ ہمیں تمھارا یہ سفر پسند نہیں ہے۔

اس سے مجھے اپنے دل میں تنگی محسوس ہوئی۔

جواب آیا تمھیں تنگی محسوس نہیں کرنا چاہیے آئندہ سال تم حج پر جاؤ گے۔

پھر اگلے سال میں نے اجازت طلب کی تو جواب آیا کہ میں نے محمد بن عباس کو مقرر کیا، میں اس کی دیانت پر مطمئن ہوں۔

جواب آیا کہ اسدی بہترین دوست ہیں اگر وہ آئے تو تم اس کے علاوہ کسی اور کو منتخب نہ کرو۔

پھر اسدی آیا میں نے اسے منتخب کیا ہے۔

محمد بن شاذان نیشاپوری کا بیان ہے کہ میرے پاس پانچ سو درہم آئے جن میں سے بیس درہم کم تھے جب کہ میں یہ کمی پسند نہیں کرتا تھا میں نے اپنی طرف سے بیس درہم شامل کیے اور اسدی کے پاس بھیج دیا۔

البتہ میں نے یہ نہ بتایا کہ اس میں تین درہم کم تھے اور میں نے اپنی طرف سے پورے کیے ہیں۔

جواب آیا کہ ہمیں پانچ سو درہم مل چکے ہیں جن میں سے تین درہم تمہارے تھے۔

اسدی کی ۱۰ ربیع الثانی 312ھ میں وفات ہوئی اور آخر وقت تک وہ عدالت پر قائم رہے تھے۔

تین افراد کی توثیق:

احمد بن ادریس، احمد بن محمد بن عیسیٰ، ابو محمد رازی کا بیان ہے کہ میں اور احمد بن ابو عبداللہ سامرا میں تھے، ہمارے پاس امام علیہ السلام کی طرف سے ایک قاصد آیا اور یہ پیغام دیا، احمد بن اسحاق اشعری، ابراہیم بن محمد ہمدانی اور احمد بن حمزہ بن الیسع ثقہ افراد ہیں۔

☆☆☆

فصل

امام زمانہ کی طویل عمر

اس سے قبل ہم نے روایات مجمعہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی ولادت باسعادت 256ھ میں ہوئی تھی اور آپ کے والد ماجد کی وفات 260ھ میں ہوئی تھی۔ والد علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک چار برس تھی اور ظہور کے وقت آپ کی عمر کے متعلق امام ابو جعفرؑ سے منقول ہے

"لیس صاحب هذا الامر من جاز الاربعین"

صاحب الامر کی عمر چالیس سال سے زیادہ نہ ہوں گے۔

اگر یہ روایت درست ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ ظہور کریں گے تو آپ کی عمر چالیس برس دکھائی دے گی۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابو علی محمد بن ہمام، جعفر بن محمد بن مالک، عمر بن طرخان، محمد بن اسماعیل، علی بن عمر بن علی بن حسین نے ابو بصیر سے کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ان ولی اللہ یعمر عمر ابراھیم الخلیل عشرین ومائة سنة ویظهر فی صدرة فی موفق بن ثلاثین سنة"

ولی اللہ کی عمر حضرت ابراہیم کی طرح سے ایک سو بیس برس ہوگی اور وہ تیس برس کے عمر رسیدہ جوان کی شکل میں نمودار ہوں گے۔

ابن ہمام، حسن بن علی طاقوبی، حسن بن علی بن ابی حمزہ، اپنے والد سے، ابو بصیر سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"لو خرج القائم لقد انکره الناس یرجع الیهم شابا موفقا فلا یلبث علیه الا کل مؤمن اخذالله میثاقه فی الذر الاول"

جب قائم خروج کریں گے تو لوگ ان کا انکار کریں گے کیونکہ وہ بھرپور جوان کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ ان کی امامت کے عقیدہ پر وہی قائم رہے گا جس سے خدا نے عالم ذر میں میثاق لیا ہوگا۔

ایک اور خبر میں وارد ہے:

"ان فی صاحب الزمان علیہ اسلام شبھامن یونس رجوعہ من غیبتہ بشرخ الشباب"

صاحب الزماں علیہ السلام حضرت یونس علیہ السلام کے مشابہ ہوں گے۔ وہ غیبت سے بھرپور جوان کی شکل میں نمودار ہوں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

"ما تنکرون ان یمد الله لصاحب هذا الامر فی العمر کما مدلنوح علیه السلام فی العمر؟"

تمھیں اس بات سے انکار کیوں ہے کہ اللہ صاحبُ الامر کی عمر کو حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے مانند طویل کر دے۔

طول عمر پر اصحاب طبائع اور منجمین نے اعتراضات کیے ہیں جب کہ اصحاب شرائع اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

نصاریٰ بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک راہب نے سات سو سال کی عمر پائی تھی۔

ابوعبیدہ معمر بن مثنی التیمی کا بیان ہے کہ غطفان کی ایک خصلت نے انھیں عربوں

میں مشہور کیا تھا۔ ان میں نصر دھمان شامل تھا۔ وہ قبیلہ غطفان کا رہبر تھا۔ جب اس کی عمر ایک سو نوے برس کی ہوئی تو اس کے بعد وہ دوبارہ جوان ہو گیا اور اس کے بال سیاہ ہو گئے۔ یہ شخص عرب کا عجوبہ تھا۔ اس سے قبل ہم طویل العمر افراد کا ذکر کر چکے ہیں لہٰذا حضرت امام زمانہ کی طول عمر پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ زلیخا زوجہ عزیز دوبارہ جوان ہو گئی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے شادی کی تھی۔ اس کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

کچھ روایات ایسی بھی ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام زمانہ وفات پا جائیں گے یا قتل ہو جائیں گے بعد میں خدا انھیں زندہ کرے گا اور وہ دنیا پر حکومت کریں گے۔

اس مفہوم کی حسب ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ فضل بن شاذان، موسیٰ بن سعدان، عبداللہ بن قاسم حضرمی، ابوسعید خراسانی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ امام صاحبُ الزمان کو "قائم" کیوں کہا جاتا ہے؟

فرمایا کیونکہ وہ موت کے بعد دوبارہ آئیں گے اور حکم خدا کے تحت بڑا عظیم کام کریں گے۔

۲۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، یعقوب بن یزید، علی بن الحکم، حماد بن عثمان، ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا آپؑ نے فرمایا:

"مثل امرنا فی کتاب الله مثل صاحب الحمار اماته الله مائة عام ثم بعثه"

ہمارے اصحاب الامر کی مثال گدھا سوار حضرت عزیر علیہ السلام نبی کی مانند ہے جسے اللہ نے سو سال کے لیے موت دی تھی پھر اسے زندہ کیا تھا۔

جعفر بن محمد کوفی، اسحاق بن محمد، قاسم بن ربیع، علی بن الخطاب، مسجد احمر کے مؤذن کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا حضرت قائم کی قرآن میں بھی کسی مثال کو بیان کیا گیا ہے؟

فرمایا، جی ہاں! گدھے والے (حضرت عزیر) کی آیت میں ان کی مثال ہے جسے اللہ نے سو سال کے لیے موت دی تھی پھر اٹھایا تھا۔

فضل بن شاذان، ابن ابی نجران، محمد بن فضیل، حماد بن عبدالکریم کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "إن القائم إذا قام قال الناس أنی یکون هذا وقد بلیت عظامه منذ دهر طویل"

جب حضرت قائم قیام کریں گے تو لوگ کہیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے ایک طویل عرصہ قبل اس کی تو ہڈیاں بھی گل گئی تھیں۔

یہ اور ان جیسی روایات کی حیثیت "احاد" کی سی ہے اور اس طرح کی روایات قطعی علم کا ذریعہ نہیں ہوتیں لہٰذا اس طرح روایات میں توقف ہی بہتر ہے اور اس کے مقابلہ میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں صاحبُ الامر کی موت کی خبر کی تصدیق سے منع کیا گیا ہے اور اگر ان روایات کو بالفرض صحیح مان بھی لیا جائے تو ان کا زیادہ سے زیادہ مفہوم یہ ہوگا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ حضرت قائمؑ کی طویل غیبت کی وجہ سے ان کا ذکر لوگوں پر باقی نہ رہے گا پھر جب ظہور کریں گے تو لوگ حیرانی سے کہیں گے کہ یہ کہاں سے آ گیا جب کہ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ اس کی ہڈیاں تک گل گئی ہوں گی۔

اب دوسری روایت کو ملاحظہ فرمائیں:

فضل بن شاذان، عبداللہ بن جبلہ، سلمہ بن جناح جعفی، حازم بن حبیب راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

حازم! صاحب الامر کی دو غیبتیں ہوں گی، وہ دوسری غیبت کے بعد ظاہر ہوں گے اگر کوئی تجھ سے یہ کہے کہ ابھی وہ ان کی قبر سے مٹی جھاڑ کر آیا ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا۔

محمد بن عبداللہ حمیری، اپنے والد سے، محمد بن عیسیٰ، سلیمان بن داؤد المنقری، ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا:

صاحبُ الامر میں چار انبیا کی چار سنتیں ہوں گی۔

ان میں موسیٰؑ کی سنت ہوگی، یوسف کی سنت ہوگی۔ ان میں عیسیٰؑ کی سنت ہوگی اور ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہوگی۔

موسیٰؑ کی سنت یہ ہے کہ وہ خوفزدہ ہوں گے۔ یوسف کی سنت یہ ہے کہ ان کی غیبت ہوگی۔ ان میں عیسیٰؑ کی سنت یہ ہوگی کہ کہا جائے گا کہ وہ مر چکے ہیں حالانکہ وہ زندہ ہوں گے۔

اور صاحب السیف ہونا حضرت محمدؐ کی سنت ہوگی۔

فضل بن شاذان، احمد بن عیسیٰ علوی، اپنے والد اور دادا سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

میری اولاد میں سے صاحب الامر کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ وہ مر گیا۔ کہا جائے گا نہیں بلکہ وہ ہلاک ہو گیا، نہیں علم کہ وہ کس وادی میں چلا گیا۔

ظہور کا وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ہیں:

امام علیہ السلام کے ظہور کا وقت ہمیں تفصیلاً معلوم نہیں ہے جب اذن خداوندی ہوگا تو آپ ظہور فرمائیں گے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے۔

"لولم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ ذلک الیوم حتی یخرج رجل من ولدی فیملأ الارض عدلا و قسطا کما ملئت ظلما و جورا"

اگر دنیا کے خاتمہ میں ایک دن بھی ہو تو اللہ اس دن کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ میری اولاد میں سے ایک مرد خروج کرے گا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

حسین بن عبید اللہ، ابو جعفر محمد بن سفیان بزوفری، علی بن محمد، فضل بن شاذان، احمد بن محمد اور عیسیٰ بن ہشام، کرام، فضیل بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا:

"ھل ھذا الامر وقت؟ فقال کذب الوقاتون، کذب الوقاتون کذب الوقاتون"

کیا اس امر کا کوئی وقت ہے؟ فرمایا: وقت مقرر کرنے والوں نے جھوٹ کہا، وقت مقرر کرنے والوں نے جھوٹ کہا، وقت مقرر کرنے والوں نے جھوٹ کہا۔

فضل بن شاذان، حسین بن یزید صحاف، منذر جواز کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"کذب الموقتون ماوقتنا فیما مضی ولا نوقت فیما یستقبل"

وقت مقرر کرنے والوں نے جھوٹ کہا، ہم نے نہ تو ماضی میں وقت مقرر کیا تھا اور نہ ہم مستقبل میں وقت کا تعین کریں گے۔

عبد الرحمن بن کثیر کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ مہزم اسدی آگئے اور انھوں نے کہا کہ مجھے یہ بتائیں کہ وہ امر کب واقع ہوگا جس کے آپ انتظار میں ہیں، عرصہ بہت گزر گیا؟

آپ نے فرمایا:

"یا مھزم! کذب الوقاتون وھلک المستعجلون ونجا المسلمون والینا یصیرون"

مہزم! وقت مقرر کرنے والوں نے جھوٹ کہا، جلدی چاہنے والے ہلاک ہوئے اور تسلیم کرنے والوں نے نجات پائی اور ہماری طرف انھوں نے آنا ہے۔

فضل بن شاذان، ابن ابی نجران، صفوان بن یحییٰ، ابو ایوب خزاز، محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"من وقت لک من الناس شیئا فلاتھابن ان تکذبہ فلسنا نوقت لاحد وقتا"

جو کوئی شخص تمہارے سامنے اس کا وقت مقرر کرے تو اس کی تکذیب سے ہرگز نہ ہچکچانا کیونکہ ہم کسی کے لیے بھی وقت مقرر نہیں کرتے۔

فضل بن شاذان، عمر بن مسلم البجلی، محمد بن سنان، ابو الجارود، محمد بن بشر ہمدانی، محمد حنفیہ سے ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ نسل فلاں (۱) کے لیے ایک

۱۔ اس سے مراد اولاد امیہ یا بنو عباس ہیں۔

مقررہ وقت کی حکومت ہے جب وہ مطمئن ہو جائیں گے اور یہ گمان کریں گے کہ ان کی حکومت زائل نہ ہوگی تو ان پر اچانک افتاد پڑے گی۔ اس کے بعد ان کو جمع کرنے والا کوئی شخص باقی نہ رہے گا اور نہ ہی ان کی آواز سننے والا کوئی باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"حتی اذا اخذت الارض زخرفها وازینت وظن اهلها انهم قدرون علیها اتاها امرنا لیلا او نهارا فجعلناها حصیدا کان لم تغن بالامس کذلک نفصل الایات لقوم یتفکرون" (یونس/24)

پھر جب زمین سبزے سے خوش نما اور آراستہ ہوگئی اور زمین کے مالک یہ سمجھنے لگے کہ اب وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں تو ناگہاں رات کے وقت یا دن کے وقت اس پر ہمارا امر آ پڑا تو ہم نے اسے کاٹ کر ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل تک وہاں کچھ موجود ہی نہ تھا۔ غور و فکر سے کام لینے والوں کے لیے ہم اپنی نشانیاں اسی طرح کھول کر بیان کرتے ہیں۔

میں نے کہا کہ میں آپ پر قربان! کیا اس کا کوئی وقت ہے؟

فرمایا: نہیں کیونکہ وقت مقرر کرنے والوں پر اللہ کا علم غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا مگر اس کی تکمیل دس راتوں سے ہوئی تھی جب کہ اس کا علم نہ تو موسیٰ کو تھا اور نہ ہی بنی اسرائیل کو تھا۔ جب وقت میں توسیع ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ نے دھوکا دیا ہے اس لیے انھوں نے گئو سالہ کی پوجا کی تھی۔ جب لوگوں میں ضرورت اور احتیاج کا احساس ہوگا اور لوگ ایک دوسرے کا انکار کرنے لگیں گے تو اس وقت صبح شام خدا کے امر کی توقع کرنا۔

کچھ روایات اس کے خلاف بھی ہیں جیسا کہ ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام

علیہ السلام سے کہا کہ کیا اس امر کی کوئی حد بھی ہے جس سے ہم اپنے ابدان کو سکون دے سکیں؟ امام نے فرمایا: جی ہاں! لیکن تم نے اس کا ڈھنڈورا پیٹا تو خدا نے بھی اس میں اضافہ کر دیا۔

حسین بن محبوب، ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ستر سال تک ابتلاء ہے۔ اس ابتلاء کے بعد پھر آسانی ہے۔

اب تو ستر سال بھی گزر چکے ہیں اور ہمیں آسانی دکھائی نہیں دی۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ نے اس امر کا ستر میں وقت مقرر کیا تھا لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اللہ کو اہل ارض پر سخت غصہ آیا تو اسے ایک سو چالیس سال پیچھے کر دیا۔ ہم نے تمھیں بتایا تم نے اس کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا اور تم نے راز کے پردے الٹ دیے۔ اللہ نے اسے مؤخر کر دیا۔ اس کے بعد اب ہمارے پاس بھی اس کا کوئی وقت نہیں ہے۔

"یمحوا الله مایشاء ویثبت وعنده ام الکتاب" (الرعد/39)

اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ جی ہاں، ایسا ہی ہوا ہے۔

فضل، محمد بن اسماعیل، محمد بن سنان، ابی یحییٰ تمتام السلمی، عثمان النوا کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا وہ کہتے تھے

"کان هذا الامر فی فاخره الله ویفعل بعد فی ذریتی مایشاء"

یہ امر میرے متعلق ہی تھا لیکن اللہ نے اسے موخر کر دیا اور میرے بعد میری نسل میں جو چاہے گا وہ کرے گا۔

اگر مذکورہ روایات بالفرض صحیح ہوں تو اس کی توجیہ یوں کی جائے گی کہ ممکن ہے کہ اللہ نے ایک وقت مقرر کیا ہو لیکن جب حالات بدل گئے تو مصلحت بھی بدل گئی اور اس امر کو دوسرے وقت کے لیے موخر کر دیا گیا اور بعد میں بھی یہی کچھ ہوا کیونکہ اگر کوئی مصلحت سامنے آ جائے تو پھر مشروط میں بھی تبدیلی لائی جاتی ہے۔ آخر کار وہ وقت آ جائے گا جو کہ قدرت کی طرف سے حتمی ہے۔

اور تقدم موخر قدرت کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً قطع رحمی سے عمر کم ہو جاتی ہے اور صدقہ اور صلہ رحمی سے کم عمر بھی طویل عمر میں بدل جاتی ہے اور اسی چیز کو "بداء" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت ان روایات سے ہوتا ہے۔

محمد بن جعفر اسدی، علی بن ابراہیم، ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا۔ آپ نے فرمایا:

اللہ نے جتنے بھی نبی بھیجے تو ان سے شراب کی حرمت کا اقرار لیا اور مزید یہ کہ اللہ کے لیے بداء کا اقرار کرے گا۔ اللہ جو چاہے وہ کرے اور یہ کہ وہ کندر استعمال کرے گا۔

ائمہ ہدیٰ سے پوچھا گیا کہ جب قرآن میں "یمحو الله مایشاء ویثبت وعنده ام الکتاب" (۱) جیسی آیت موجود ہے تو پھر ہم کوئی حدیث بیان کریں تو کس بھروسے پر کریں؟

۱۔ سورۃ رعد آیت 39۔

معصومین نے فرمایا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کو کسی چیز کا علم اس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ہوتا ہے تو اس نے کفر کیا اور وہ عقیدۂ توحید سے خارج ہو گیا۔

سعد بن عبداللہ، ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ محمد بن صالح ارمنی نے امام ابو محمد عسکری علیہ السلام سے "یمحوا الله مایشاء ویثبت وعنده ام الکتاب" کی آیت کے متعلق سوال کیا تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

کیا خدا اس کو مٹاتا ہے جو موجود ہو اور اسے ثابت رکھتا ہے جو موجود نہ ہو؟

میں نے کہا یہ بات تو ہشام بن الحکم کے نظریہ کے خلاف ہے کیونکہ ہشام کہتا تھا کہ اللہ کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اسے نہیں جانتا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ جبار خدا ہر چیز کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اسے جانتا ہے۔

فضل بن شاذان، محمد بن علی، سعدان بن مسلم، ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا:

کیا اس امر کی کوئی مدت مقرر بھی ہے کہ ہم اپنے ابدان کو اس سے تسکین دے سکیں؟

امام نے فرمایا: جی ہاں۔ لیکن تم نے اس کا افشا کر دیا تو اللہ نے اس میں اضافہ کیا۔

ان روایات کی توجیہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ یہ ایسا نہیں ہے کہ بداء کا یہ معنی ہو کہ خدا کے لیے کوئی چیز نامعلوم ہو پھر اسے معلوم ہو جائے۔

بداء کے اس مفہوم کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور خدا کے لیے اسے جائز نہیں کرتے۔

اشکال:

اس بداء کا عقیدہ درست ہے تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم خدا کی باتوں پر سرے سے بھروسہ ہی نہ کریں۔ (کیا خبر کہ وہ کس وقت "یوٹرن" لے لے)

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ خبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس میں کسی طرح کے تغیر کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس کی مثال صفات الٰہی ہیں اور کائنات کے گذشتہ واقعات کی اخبار ہیں۔ اسی طرح سے یہ خبر کہ اللہ مومنین کو ثواب عطا کرے گا۔

اخبار کی دوسری قسم وہ ہے جس میں مصلحت کی تبدیلی سے ان میں تبدیلی ممکن ہے۔ ہم مستقبل کے حوادث کے متعلق اس طرح کے تغیر کو جائز سمجھتے ہیں البتہ جب یہ ثابت ہو جائے کہ اس میں تغیر واقع نہیں ہوتا تو اس صورت میں ہم اس خبر کو حتمی سمجھتے ہیں۔

خروج مہدی علیہ السلام کی علامات:

حسین بن عبیداللہ، ابوجعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان نیشاپوری، اسماعیل بن الصباح کہتے ہیں کہ میں نے ایک شیخ سے سنا کہ سیف بن عمیرہ کا بیان ہے کہ ابوجعفر منصور دوانیقی نے ایک بار سر دربار از خود یہ کہا:

اے سیف بن عمیرہ! ایک منادی آسمان سے ایک ندا کرے گا جس میں وہ اولاد ابوطالبؑ کے ایک شخص کی ندا دے گا۔

میں نے کہا، کیا لوگوں میں سے کوئی اس کی روایت بھی کرتا ہے؟

منصور دوانیقی نے کہا:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے میرے کانوں نے یہ بات

سنی ہے کہ آسمانی منادی اس کی ضرور منادی کرے گا اور ہم سب سے پہلے اس پر لبیک کہیں گے کیونکہ وہ ہمارے ابن عم ہیں۔

وہ آپ کے کس چچا کی اولاد میں سے ہوں گے؟

جواب دیا کہ وہ اولاد فاطمہؑ میں سے ہوں گے۔

بعد ازاں اس نے کہا کہ اگر میں نے یہ بات حضرت محمد باقر علیہ السلام سے نہ سنی ہوتی تو میں کسی کے کہنے پر بھی اعتماد نہ کرتا۔

جماعت رواۃ، تلعکبری، احمد بن علی رازی، محمد بن علی، عثمان بن احمد سماک، ابراہیم بن عبداللہ ہاشمی، یحییٰ بن ابی طالب، علی بن عاصم، عطاء بن سائب، اپنے والد سے، عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لاتقوم الساعة حتى يخرج نحو من ستين كذابا كلهم يقول انا نبی"

قیامت تب تک قائم نہ ہوگی جب تک ساٹھ کذاب خروج نہ کریں وہ سب کہیں گے کہ میں نبی ہوں۔

احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، حسن بن محبوب، ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے والد ماجد علیہ السلام فرماتے تھے کہ خروج سفیانی حتمی ہے۔ آسمانی ندا حتمی ہے اور مغرب سے سورج کا طلوع حتمی اور فلاں کی نسل کا اختلاف حتمی اور نفس ذکیہ کا قتل حتمی اور خروج قائم حتمی ہے۔

یہ بتائیں کہ ندا کیا ہوگی؟

فرمایا کہ پہلے حصہ میں آسمان سے منادی یہ ندا دے گا جسے ہر قوم اپنی اپنی زبان

میں کہے گی:

"الا ان الحق فی علی و شیعته"

آگاہ رہو کہ حق علی اور ان کے شیعوں میں ہے۔

اسی دن کے آخری حصہ میں ابلیس زمین سے آواز دے گا:

"الا ان الحق فی عثمان و شیعته"

آگاہ رہو کہ حق عثمان اور ان کے شیعوں میں ہے۔ (۱)

اس وقت باطل پرست شک میں مبتلا ہو جائیں گے۔

انہی اسناد سے، ابن فضال، حماد، حسین بن مختار، ابو نصر، عامر بن واثلہ، امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قیامت سے قبل دس باتیں ضرور ظاہر ہوں گی۔

(۱) سفیانی (۲) دجال (۳) دھواں (۴) دابۃ الارض

(۵) خروج قائمؑ (۶) سورج کا مغرب سے نکلنا (۷) نزول عیسیٰؑ

(۸) مشرق میں زمین کا دھنسنا (۹) مغرب میں زمین کا دھنسنا

(۱۰) عدن کی گہرائی سے آگ برآمد ہوگی جو لوگوں کو محشر کی طرف دھکیلے گی۔

انہی اسناد سے، ابن فضال، حماد، ابراہیم بن عمر، عمر بن حنظلہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قیام قائمؑ سے پہلے پانچ چیزیں ظاہر ہوں گی۔

(۱) چیخ (۲) سفیانی (۳) بیداء میں زمین کا دھنسنا

۱۔ اس سے مراد سفیانی ہے کیونکہ اس کا نام عثمان بن عنبسہ ہوگا۔

(۴) یمانی کا خروج (۵) نفس ذکیہ کا قتل

فضل بن شاذان، حسن بن علی الوشا، احمد بن عائذ، ابو خدیجہ کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس وقت تک قائم علیہ السلام خروج نہیں کریں گے جب تک بنی ہاشمی خروج نہ کریں گے، یہ سب اپنی طرف دعوت دیں گے۔

عبداللہ بن جبلہ، ابو عمار، علی بن ابی المغیرہ، عبداللہ بن شریک عامری، عمیرہ بنت نفیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے یہ سنا:

یہ امر اس وقت تک واقع نہ ہوگا جس کا تمہیں انتظار ہے۔ اس سے قبل تمہارے بعض افراد بعض سے برأت کریں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ایک دوسرے کی چہروں پر تھوکیں گے اور ایک دوسرے کو کافر کہیں گے۔

میں نے کہا کہ اس دور میں تو کوئی بھلائی نہ ہوگی۔

فرمایا کہ اس دور میں خیر ہوگا کیونکہ ہمارا قائم اس دور میں قیام کرے گا اور باطل کو ختم کر دے گا۔

فضل، علی بن اسباط، محمد بن ابی البلاد، علی بن محمد الاودی، اپنے والد اور دادا سے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

قائم سے پہلے سرخ موت اور سفید موت ہوگی اور وقت بے وقت ٹڈی دل حملہ آور ہوں گے جو کہ خون کی مانند سرخ ہوں گے۔

جان لو کہ سرخ موت تلوار ہے اور سفید موت طاعون ہے۔

سعد بن عبداللہ، حسن بن علی زیتونی، عبداللہ بن جعفر حمیری، احمد بن ہلال عبرتائی،

حسن بن محبوب کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

(واضح رہے کہ حدیث طویل ہے ہم بقدر حاجت اسے نقل کر رہے ہیں)

ایک بہرا اور شدید فتنہ ظاہر ہوگا جس میں تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب شیعہ میرے تیسرے بیٹے کو کھو دیں گے جس پر آسمان و زمین والے روئیں گے۔ بہت سے مومن آب شیریں (امام) کے نہ ہونے سے حیران و پریشان ہوں گے، اس وقت دور اور نزدیک والے ایک ندا سنیں گے جو کہ اہل ایمان کے لیے رحمت اور کافروں کے لیے عذاب ہوگی۔

میں نے کہا کہ وہ کیا ندا ہوگی؟

فرمایا کہ ماہ رجب میں آسمان سے تین آوازیں بلند ہوں گی۔

پہلی ندا ہوگی:

"الا لعنة الله علی الظالمین"

ظالموں پر اللہ کی لعنت۔

دوسری ندا یہ ہوگی:

"ازفت الآزفة یا معشر المؤمنین"

اے گروہ مومن! قریب آنے والی چیز قریب آ گئی ہے۔

تیسری آواز ہوگی:

"ھذا امیر المؤمنین"

یہ امیر المومنین ہے۔

چشمہ آفتاب میں ایک بدن دکھائی دے گا جو یہ کہے گا:

"ھذا امیر المومنین قد کر فی ھلاک الظالمین"

یہ امیر المومنین ہیں جو ظالموں کی ہلاکت کے لیے حملہ آور ہو چکے ہیں۔

حمیری کی روایت میں وارد ہے کہ آواز چشمہ آفتاب میں بدن بن کر یہ کہے گی۔

اللہ نے فلاں کو بھیجا ہے تم اس کا فرمان سنو اور اطاعت کرو۔ اس وقت لوگوں کو کشائش حاصل ہوگی، اس وقت مرنے والے بھی حسرت سے کہیں گے کہ کاش وہ زندہ ہوتے۔ اللہ اہل ایمان کے سینوں کو شفا بخشے گا۔

فضل بن شاذان، نصر بن مزاحم، ابی الحمید، ابو زرعہ، عبداللہ بن رزین، عمار یاسر نے فرمایا:

تمہارے نبی کی اہل بیت کی دعوت آخری زمانہ میں ہوگی۔ تم زمین پر جمے رہو اور ہاتھوں کو روکے رکھو یہاں تک کہ اس کے سربراہوں کو دیکھو جب ترک رومیوں کی مخالفت کریں اور زمین پر کثرت سے جنگیں ہونے لگیں اور ندا دینے والا دمشق کی دیوار پر کھڑا ہو کر یہ ندا دے:۔

ہلاکت ہے اس شہر کی وجہ سے جو قریب آ چکا ہے اور اس کی مسجد کی چار دیواری گرا دی جائے۔

فضل، ابن ابی نجران، محمد بن سنان، ابو الجارود، محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حنفیہ سے کہا:

اب تو معاملہ طویل ہو چکا ہے کب تک ایسا رہے گا؟

ابن حنفیہ نے سر کو حرکت دی اور کہا کہ ابھی ایسا کہاں ہوا ہے ابھی تو زمانے نے سختی نہیں دکھائی۔

ابھی ایسا کہاں ہوا ہے ابھی تو بحرینیوں نے خروج نہیں کیا۔

ابھی ایسا کہاں ہوا ہے ابھی تو بادشاہ نے ظلم نہیں کیا۔

ابھی ایسا کہاں ہوا ہے ابھی تو قزوین سے زندیق ظاہر نہیں ہوا جو وہاں کی پردہ داری کو بے جا کرے گا اور وہاں کے ستونوں کو کافر بنائے گا اور وہاں کی دیواروں کو منہدم کرے گا اور وہاں کی رونق کو زائل کرے گا۔ جو اس سے بھاگے گا وہ اسے پکڑے گا اور جو اس سے جنگ کرے گا وہ اسے قتل کروا دے گا۔ جو اس سے گوشہ نشینی اختیار کرے گا وہ فقر میں مبتلا ہوگا اور جو اس کی پیروی کرے گا وہ کافر بن جائے گا۔ اس وقت دو طرح کے لوگ رو رہے ہوں گے۔ ایک اپنے دین پر رو رہا ہوگا اور دوسرا اپنی دنیا پر رو رہا ہوگا۔

فضل، حسین بن محبوب، عمرو بن ابی المقدام، جابر جعفی کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

زمین پر بیٹھے رہو اور ہاتھ پاؤں کو حرکت نہ دو یہاں تک کہ وہ علامات دیکھو جو میں تم سے بیان کر رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم اولاد فلاں کا اختلاف دیکھ پاؤ گے اور اس منادی کی ندا سن سکو گے جو کہ آسمان سے ندا دے گا۔ تمہارے پاس دمشق کی سمت سے فتح کی آواز آئے گی اور شام میں جابیہ نامی گاؤں دھنس جائے گا۔ ترک جزیرہ پر وارد ہوں گے اور روم کے مرتد رملہ میں آ جائیں گے اور مغرب کی جانب ہر طرف بہت زیادہ اختلاف ہوگا۔ سب سے پہلے شام تباہ ہوگا۔ اس وقت تین پرچم بلند ہوں گے۔ ایک اصہب کا پرچم ہوگا، ایک ابقع کا پرچم ہوگا اور ایک سفیانی کا پرچم ہوگا۔

احمد بن علی رازی، مقاتلی، جعفر بن احمد، حسن بن حسین، عبداللہ بن بکیر، عبدالملک بن اسماعیل اسدی اپنے والد سے، سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جس برس مہدی قیام کریں گے

تو اس برس چوبیس بارشیں ہوں گی ان کے اثرات و برکات دکھائی دیں گے۔

کعب الاحبار کا بیان ہے جب بنی عباس کا ایک فرد حکومت کرے گا اس کا نام "عین" سے شروع ہوگا۔ وہ آزمائش کی کلید اور فنا کی تلوار ہوگا اور ان کے پہلے صدر میں بنی عباس میں سے عبداللہ امیر المومنین کا نام لیا جائے گا تو ایک اور اقتدار کرے گا جو عبدالرحمن امیر المومنین کی طرف سے پڑھا جائے گا۔ عبداللہ بن عبدالرحمن کے لیے ہلاکت ہے۔

حذلم بن بشیر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھے مہدی کے خروج کا حال بتائیں اور ان کے دلائل اور علامات سے مجھے آگاہ فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:

مہدی کے خروج سے پہلے ایک اور شخص سرزمین جزیرہ میں خروج کرے گا۔ اسے عوف السلمی کے نام سے پکارا جائے گا۔ اس کا ٹھکانا "تکریت" ہوگا۔ وہ مسجد دمشق میں قتل ہوگا۔ پھر سمرقند سے شعیب بن صالح خروج کرے گا پھر سفیانی ملعون وادی یابس سے خروج کرے گا۔ وہ عتبہ بن ابوسفیان کی نسل سے ہوگا۔

جب سفیانی ظاہر ہوگا تو مہدی چھپ جائے گا پھر اس کے بعد خروج کرے گا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

قزوین میں ایک شخص خروج کرے گا اور مشرک و مومن دونوں اس کی اطاعت کریں گے۔ اس کا نام ایک نبی کا نام ہوگا وہ پہاڑوں کو خوف سے بھر دے گا۔

فضل بن شاذان، احمد بن محمد بن ابی نصر، ثعلبہ، سعد بن عقیل الازدی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

قیام قائم سے پہلے دو ایسی علامات نمودار ہوں گی جب سے آدم زمین پر اترے ہیں آج تک وہ کبھی ظاہر نہیں ہوئیں۔

پندرہ رمضان کو سورج گرہن ہوگا اور رمضان کے آخر میں چاند گرہن ہوگا۔

ایک شخص نے کہا: فرزند رسول! سورج گرہن ہمیشہ مہینہ کے آخری ایام میں ہوتا ہے اور چاند گرہن مہینہ کے وسط میں ہوتا ہے!!

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں جو کچھ تو کہہ رہا ہے لیکن یہ وہ دو علامات ہیں جو کہ ہبوط آدم سے لے کر آج تک ظاہر نہیں ہوئیں۔

فضل، حسن بن علی بن فضال، ثعلبہ، شعیب الحداد، صالح کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا: نفس ذکیہ کے قتل اور قیام قائم میں صرف پندرہ راتوں کا فرق ہوگا۔

نصر بن مزاحم، عمرو بن شمر، جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ امر کب واقع ہوگا؟

فرمایا: ابھی کہاں؟ ابھی تو حیرہ اور کوفہ کے درمیان بکثرت قتل نہیں ہوئے۔

ابن ابی نجران، محمد بن سنان، حسین بن مختار سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب عبداللہ بن مسعود کے گھر کے پاس والی مسجد کوفہ کی دیوار گرا دی جائے تو اس وقت فلاں خاندان کی حکومت کو زوال آ جائے گا۔ اس کے گرانے والا اسے نہیں بنائے گا۔

سیف بن عمیرہ، بکر بن محمد ازدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا:

خراسانی، سفیانی اور یمانی ایک ہی سال ایک ہی مہینہ اور ایک ہی دن خروج کریں گے۔ ان میں سے صرف یمانی کا پرچم ہی ہدایت کا پرچم ہوگا اور وہ حق کی ہدایت کرے گا۔

ابن فضال، ابن بکیر نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ سفیانی سے پہلے مصری اور یمانی خروج کریں گے۔

عثمان بن عیسیٰ، درست بن ابی منصور، عمار بن مروان، ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو مجھے عبداللہ کی موت کی ضمانت دے تو میں قائم کی ضمانت دوں گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ عبداللہ کے بعد لوگ کسی پر جمع نہ ہوں گے اور یہ امر تمہارے صاحبؑ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں جائے گا۔ پھر سالہا سال چلنے والی حکومت ختم ہو جائے گی اور مہینوں اور دنوں کی حکومتیں قائم ہوں گی۔

میں نے عرض کیا: کیا عرصہ لمبا ہوگا؟ فرمایا: ہرگز نہیں۔

ابوبصیر نے بکر بن حرب سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

فلاں خاندان کی حکومت اس وقت تک تباہ نہ ہوگی جب تک فلاں خاندان کی تلوار ان سے نہ ٹکرا جائے گی۔ جب ان میں اختلاف ہوگا تو اس وقت ان کی حکومت تباہ ہو جائے گی۔

فضل، احمد بن محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: کشائش کی علامات میں وہ حادثہ شامل ہے جو کہ حرمین کے درمیان واقع ہوگا۔

میں نے عرض کیا کہ حادثہ کیا ہوگا؟

فرمایا کہ وہ حادثہ مصیبت کا ہوگا جو کہ حرمین میں نمودار ہوگی اور فلاں شخص دوسرے فلاں شخص کی اولاد کے پندرہ سرداروں کو قتل کردے گا۔

ابن فضال اور ابن ابی نجران، حماد بن عیسیٰ، ابراہیم بن عمر الیمانی، ابوبصیر کہتے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ان لوگوں کی حکومت ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ جمعہ کے دن لوگوں کا قتل عام نہ کریں گے گویا میں قتل ہونے والوں کے سروں کو مسجد کوفہ اور اصحاب صابون کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔

علی بن اسباط، حسن بن الجہم کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امام علی نقی علیہ السلام سے کشائش (وقتِ ظہور) کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

تفصیلی گفتگو چاہتے ہو یا مختصر گفتگو؟

اس نے کہا: مختصر ہی بیان کردیں۔

فرمایا کہ جب مصر میں قیس کے پرچم لہرانے لگیں اور خراسان میں کندہ کے پرچم لہرانے لگ جائیں۔

(یا امام نے کندہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ کا ذکر کیا تھا۔ شک راوی کی طرف سے ہے)

حسن بن محبوب، علی بن ابی حمزہ، ابوبصیر کہتے ہیں ک امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قائم کے ظہور سے پہلے ایک ایسا سال آئے گا جب کھجور کی فصل درختوں پر خراب ہوجائے گی تو اس میں شک نہ کرنا۔

احمد بن عمر بن سالم، یحییٰ بن علی، ربیع، ابولبید کا بیان ہے حبشی خانہ کعبہ کو خراب کریں گے۔ اسے توڑ ڈالیں گے اور حجر اسود اٹھا کر مسجد کوفہ میں نصب کریں گے۔

ابن ابی عمیر، عمر بن اذینہ، محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا سفیانی اپنے خروج کے بعد عراق کے پانچ اضلاع پر تسلط قائم کرے گا۔ اس کی حکومت کا عرصہ ایک صورت کے حمل کے برابر ہوگا۔

پھر فرمایا: استغفر اللہ ایک اونٹنی کے حمل کے برابر ہوگا اور یہ حتمی امر ہے اور اس کا وقوع پذیر ہونا ضروری ہے۔

اسماعیل بن مہران، عثمان بن جبلہ، عمر بن ابان کلبی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میں سفیانی کے دوست کو دیکھ رہا ہوں کہ اس نے رحبہ کوفہ میں ڈیرہ ڈالا ہوا ہے۔

اس کا منادی یہ ندا کرے گا کہ جو بھی شیعان علی کا سر کاٹ کر لائے تو اسے ایک ہزار درہم انعام دیا جائے گا۔

اس اعلان کے بعد ہمسایہ اپنے ہمسائے پر چڑھ دوڑے گا اور کہے گا کہ یہ شیعہ ہے اس کی گردن قلم کرکے ایک ہزار درہم حاصل کرے گا۔

آگاہ رہو! اس وقت حکومت حرام زادوں کی ہوگی گویا میں برقعہ والے کو دیکھ رہا ہوں۔

میں نے کہا کہ برقعہ والا کون ہوگا؟

فرمایا کہ وہ تم میں سے ہوگا اور تمہارے ہی قول کے مطابق بات کرے گا۔ وہ برقعہ پوش ہوگا۔ وہ تمہیں گھیرے گا، وہ تمہیں پہچانتا ہوگا اور تم اسے نہ پہچانتے ہوگے۔ وہ تم میں سے ایک ایک شخص کی چغل خوری کرے گا۔ وہ ولد الزنا ہوگا۔

علی بن الحکم، ثمی، ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ اس امر کی ان سے مدد کروائے گا جن کا (دین میں) کوئی حصہ نہ ہوگا اور جب ہمارا امر آئے گا تو بت پرستی کرنے والے اس سے نکل جائیں گے۔

حمانی، محمد بن فضیل، الحلبی، عبداللہ بن ہذیل کا بیان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تمام مومن کوفہ میں جمع نہ ہو جائیں۔

احمد بن علی الرازی، محمد بن اسحاق المقری الفقاعی، بکار ابراہیم بن محمد جعفر بن سعید اسدی، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

فتح کے سال فرات میں سیلاب آئے گا اور اس کا پانی کوفہ کی گلیوں میں پھیل جائے گا۔

الفضل بن شاذان، محمد بن علی، عثمان بن احمد السماک، ابراہیم بن عبداللہ ہاشمی، ابوعثمان، جابر، امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

خراسان سے سیاہ پرچم بلند ہوں گے اور کوفہ پہنچیں گے جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا تو انھیں بیعت کا پیغام بھیجیں گے۔

فضل بن شاذان، محمد بن علی کوفی، وہیب بن حفص، ابوبصیر، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

حضرت قائم کے نام کی منادی تیسویں (رمضان) کی شب کو کردی جائے گی اور وہ روز عاشورا خروج کریں گے۔ یہ وہی دن ہے جس میں امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔

فضل، محمد بن علی، محمد بن سنان، حی بن مروان، علی بن مہزیار کہتے ہیں کہ امام محمد

باقر علیہ السلام نے فرمایا:

گویا میں عاشورا کے روز ہفتہ کے دن قائم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہیں۔ ان کے آگے جبرئیل ہیں جو کہ البیعۃ للہ (اللہ کے لیے بیعت) کی صدا دے رہے ہیں۔

وہ ظلم و جور سے بھری زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

ابن محبوب، ابوایوب، محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ آسمان سے ایک منادی قائم کے نام کی منادی کرے گا جو کہ مشرق و مغرب کے تمام افراد کو سنائی دے گی۔ جس کو سن کر ہر سونے والا اٹھ کر بیٹھ جائے گا اور اس آواز کی دہشت سے ہر بیٹھا ہوا شخص اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا، وہ صدا روح الامین جبرئیل علیہ السلام کی ہوگی۔

اسماعیل بن عیاش، اعمش، ابووائل حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا انھوں نے مہدی کا ذکر کیا اور فرمایا کہ رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت ہوگی۔

اس کا نام احمد، عبداللہ اور مہدی ہوگا اس کے تین نام ہوں گے۔

ابن ابی عمیر، ابن بزیع، منصور بن یونس، اسماعیل بن جابر، ابوخالد کابلی کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب قائم کوفہ میں داخل ہوں گے تو ہر مومن یا تو کوفہ پہنچ چکا ہوگا یا پہنچنے والا ہوگا۔ وہ امیر المومنین" کا وہ جملہ ادا کریں گے "تم اس سرکش کے پاس چلو"

سعد بن عبداللہ اشعری، محمد بن عیسیٰ بن عبید، صالح بن محمد، ہانی تمار کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس امر کے مالک نے غیبت اختیار کرنا ہوگی اس وقت دین سے تمسک کرنے

والا انتہائی اذیت محسوس کرے گا جتنا کہ اپنے ہاتھ میں کانٹے لینے والا اذیت محسوس کرتا ہے، پھر فرمایا کہ ہاتھ پر کانٹے اٹھانا بڑا مشکل ہے پھر فرمایا کہ اس صاحب امر کو غیبت اختیار کرنا ہوگی لہٰذا انسان کو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور دین سے تمسک رکھنا چاہیے۔

فضل بن شاذان، اسماعیل بن مہران، ایمن بن محرز، رفاعہ بن موسیٰ، معاویہ بن وہب نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

خوش نصیب ہے وہ انسان جو قائم اہل بیت کو پائے اور ان کے قیام سے قبل وہ ان کی اقتداء کرتا ہو، ان سے محبت اور ان کے دشمن سے دشمنی اور ان سے پہلے آئمہ ھدیٰ سے محبت کرتا ہو۔ وہ میرے رفیق ہیں اور وہ میری مودت ومحبت رکھنے والے ہوں گے اور وہ میرے امت کے محترم افراد ہوں گے۔

رفاعہ نے کہا کہ وہ اللہ کی تمام مخلوق میں سے مجھے عزیز ہوں گے۔

حسن بن محبوب، عبداللہ بن سنان، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"سیاتی قوم من بعدکم الرجل الواحد منھم له اجر خمسین منکم"

تمہارے بعد ایک قوم آئے گی، ایک شخص کو تمہارے پچاس افراد کے برابر اجر ملے گا۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے ساتھ بدر، احد اور حنین کے غزوات میں شامل رہے اور ہمارے متعلق قرآن نازل ہوا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"انکم لو تحملوا لما حملوا لم تصبروا صبرھم"

جتنے مصائب کا انھوں نے مقابلہ کیا ہے اگر تمہیں کرنا پڑتا تو تم ان جیسا صبر نہ

کرتے۔

سعد، احمد بن محمد بن عیسیٰ، محمد بن خالد البرقی، مفضل بن عمر جعفی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

وہ بندے خدا کے انتہائی قریب ہوں گے اور خدا ان پر راضی ہوگا جن کے سامنے حجت خدا ظاہر نہ ہو اور انھیں اس کے مقام کا علم نہ ہو اور وہ اس کے باوجود یہ عقیدہ رکھیں کہ نہ تو اللہ کی حجت باطل ہوئی ہے اور نہ ہی اس کا میثاق زائل ہوا ہے اس وقت صبح وشام ظہور کے منتظر رہنا اور اللہ کا سخت غضب اس کے دشمنوں پر ہوتا ہے جب ان سے حجت پوشیدہ ہو تو وہ اس کا انکار کریں۔

اللہ کو معلوم ہے کہ اس کے اولیاء شک نہیں کرتے اگر خدا کو معلوم ہوتا کہ وہ شک کریں گے تو وہ چشم زدن کے لیے بھی ان سے اپنی حجت کو غائب نہ کرتا۔ شک اور انکار کی کیفیت صرف بدبخت افراد کے لیے مخصوص ہے۔

فضل بن شاذان، محمد بن علی، جعفر بن بشیر، خالد بن ابی عمارہ، مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ ہم نے قائم علیہ السلام کو یاد کیا اور کہا کہ ہمارے جو دوست ان کے انتظار میں وفات پاچکے ہیں ان کا کیا ہوگا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا

جب حضرت قائم کا ظہور ہوگا تو مومن کی قبر میں یہ پیغام بھیجا جائے گا کہ جس کا تجھے انتظار تھا اس کا ظہور ہو چکا ہے اب اگر تو چاہے تو ان کے ساتھ ملحق ہو جا اور اگر خدا کی نعمات میں رہنا چاہتے ہو تو ان نعمات میں رہو۔

ابن اسباط، حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے فرج (کشائش) کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ انتظار

خروج بھی فرج کا ایک حصہ ہے؟

میں نے عرض کیا کہ مولا! مجھے معلوم نہیں ہے، میرا علم تو آپ کے فرمودات تک ہی محدود ہے۔ فرمایا: جی ہاں کشائش کا انتظار بھی کشائش کا حصہ ہے۔

ابن فضال، ثعلبہ بن میمون کا بیان ہے کہ تم اپنے امام کی معرفت حاصل کرو اب ان کا ظہور جلدی ہو یا دیر سے ہو تمھیں اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

جس نے امام کی معرفت حاصل کی پھر اس امر کو دیکھنے سے پہلے مر گیا اور بعد میں قائم کا خروج ہوا تو اللہ اس انتظار کرنے والے کو وہی اجر دے گا جو امام کے خیمہ میں موجود افراد کو دے گا۔

عبدالرحمن بن ابی ہاشم، علی بن ابی حمزہ، ابو بصیر کہتے ہیں تم خروج قائم میں جلد بازی کس لیے کر رہے ہو؟

اللہ کی قسم! اس کا لباس موٹا ہوگا اور اس کی غذا جو کی خشک روٹی پر مشتمل ہوگی وہ تو جسم تلوار ہوں گے اور تلوار کے سائے میں موت ہوں گے۔

ابن فضال، ثعلبہ، حماد، عبداللہ بن عجلان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے امر کی معرفت حاصل کر لی اور قیام قائم سے پہلے مر گیا تو اسے امام کے سامنے شہید ہونے والے کا سا اجر دیا جائے گا۔

ابن ابی عمیر، جمیل بن دراج، زرارہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اگر خدا گمراہوں کو جنت میں بھیج دے تو اسے اس کا حق ہے اور اس کے لیے باعث عیب نہیں ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا مولا! وہ کیسے؟

فرمایا کہ جب (امام) ناطق دنیا سے رخصت ہو جائے اور (امام) صامت خاموش ہو جائے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

رواۃ کی جماعت، ابو المفضل شیبانی، ابو نعیم نصر بن عصام بن مغیرہ قمری، ابو یوسف یعقوب بن نعیم اور ضر قارہ کاتب، احمد بن محمد اسدی، محمد بن احمد، اسماعیل ابن عباس، مہاجر بن حکیم، معاویہ بن سعید نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

جب شام میں حکومت کے دو دعویدار آپس میں جنگ کریں گے، یہ آیات الٰہی کی مخالفت ہوگی۔

پوچھا گیا: پھر کیا ہوگا؟

فرمایا کہ اس اختلاف کی وجہ سے ایک لاکھ افراد ہلاک ہو جائیں گے۔ اللہ اس لڑائی کو اہل ایمان کے لیے رحمت اور کافروں کے لیے عذاب بنا دے گا تو اس وقت خچر سواروں اور طاقت ور اور تیز گھوڑوں پر سوار افراد اور مغرب سے آنے والے پرچموں کا انتظار کرنا جو کہ شام میں داخل ہوں گے اس وقت شام کے ایک گاؤں کے دھنس جانے کا انتظار کرنا۔ اس گاؤں کا نام خرشنا ہوگا، جب یہ علائم ظاہر ہوں تو پھر وادی الیابس میں جگر خوار (ہندہ) عورت کے بیٹے (سفیانی) کا انتظار کرنا۔

قرقارہ، محمد بن خلف، حسن بن صالح بن اسود، عبدالجبار الھمدانی بن العباس الھمدانی، عمار الدہنی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

تم سفیانی کی بقا کی کتنے عرصہ تک امید کرتے ہو؟

میں نے کہا کہ ایک عورت کی مدت حمل (یعنی نو ماہ) تک اس کی حکومت باقی رہے گی۔ فرمایا: تم کوفی تو بہت بڑے عالم ہو۔

ابونصر اسماعیل بن عبداللہ بن میمون بن عبدالحمید بن ابی الرجال عجلی، محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی، جعفر بن سعد کاہلی، اعمش، بشر بن غالب کا بیان ہے:

سفیانی بلاد روم سے نصرانی بن کر خروج کرے گا اس کے گلے میں صلیب ہوگی اور وہ لوگوں کا رہنما ہوگا۔

قر قارہ نصر بن لیث المروزی، ابن طلحہ جحدری، عبداللہ بن لھیعہ، ابی زرعہ، عبداللہ بن زرین، حضرت عمار یاسر نے فرمایا: تمھارے پیغمبرؐ کی اہل بیتؑ کی حکومت آخری زمانہ میں قائم ہوگی۔ اس کی کچھ علامات ہیں اور جب تک وہ علامات ظاہر نہ ہوں تب تک زمین پر بیٹھے رہنا اور اپنے ہاتھوں کو روکے رہنا۔

جب اہل روم (اہل یورپ) اور ترک تمھارے خلاف فتنہ کا غبار بلند کریں اور اپنے لشکر تیار کرلیں اور تمہارا خلیفہ جو اموال جمع کرتا تھا وہ دنیا سے رخصت ہو جائے اور جنگ اقدام کرنے والا اس کا جانشین ہو اور کچھ برس بعد لوگ اس کی بیعت کرلیں تو فلاں خاندان کی حکومت اس سمت چلی جائے گی جہاں سے شروع ہوئی تھی۔ اس وقت دمشق کے قلعہ سے منادی ندا کرے گا۔

اہل زمین کے لیے ہلاکت ہے اس شرکی وجہ سے جو قریب آچکا ہے۔ اس وقت ہر طرف جنگوں کا دور دورہ ہوگا اور مسجد اموی کا مغربی حصہ زمین میں دھنس جائے گا اور اس کی دیواریں اچانک تباہ اور ویران ہو جائیں اور شام میں تین افراد قیام کریں اور وہ سب حکومت کے طالب ہوں گے۔ ان میں سے ایک ابقع ہوگا اور دوسرے کے بال سرخ ہوں

گے اور وہ سرخ چہرے والا ہوگا۔ اس کا تعلق ابوسفیان کے خاندان سے ہوگا۔ وہ قلب کے منطقہ سے خروج کرے گا اور لوگوں کو دمشق میں جمع کرے گا۔ اہل مغرب مصر کی طرف خروج کریں گے۔ وہ جیسے ہی وارد مصر ہوں گے تو ان کا ورود ہی سفیانی حکومت کے قیام کی نشانی ہوگا۔ سفیانی سے پہلے ایک شخص ولایت آل محمد کی دعوت دے گا۔ اس وقت ترک افواج حیرہ میں جب کہ روم کی سپاہ فلسطین میں جمع ہوں گی۔ اس وقت عبداللہ سبقت کرے گا اور قرقیسیا میں دریا کے کنارے دو لشکر ٹکرائیں گے۔ جنگ میں سختی آئے گی اور مغربی لشکر کا سالار شہروں پر قبضہ کرے گا اور مردوں کو قتل کرے گا اور عورتوں کو قیدی بنائے گا۔ اس کے بعد قیس واپس آجائے گا اور یمانی سے پہلے سفیانی وہاں پہنچ جائے گا اور ان کے جمع کردہ مال کو سفیانی لوٹ لے گا۔ پھر وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوگا اور وہاں آل محمد کے مددگاروں کو قتل کرے گا اور وہاں کے ایک معزز اور نامور شخص کو قتل کرے گا۔

پھر مہدیؑ خروج کریں گے۔ ان کا پرچم شعیب بن صالح کے ہاتھ میں ہوگا۔ جب اہل شام دیکھیں گے کہ اہل ایمان مہدیؑ کی قیادت میں جمع ہو رہے ہیں تو جواب میں وہ فرزند ابوسفیان کی بیعت کریں گے اور مکہ میں جمع ہو جائیں گے۔ اس دوران نفس زکیہ اور اس کے بھائی کو مکہ میں بے گناہ قتل کر دیا جائے گا۔ اس وقت ایک منادی آسمان سے یہ ندا دے گا۔

اے لوگو! تمھارا امیر فلاں ہے اور وہ مہدیؑ ہے اور یہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو انصاف سے بھر دے گا۔

محمد بن خلف الحداد، اسماعیل بن ابان ازدی، سفیان بن ابراہیم حریری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ نفس زکیہ آل محمدؐ کے جوان فرد ہوں گے۔ ان کا نام محمد بن حسن ہوگا۔ انھیں بلا جرم و گناہ قتل کیا جائے گا۔ جب وہ قتل ہوں گے تو ظالموں کے لیے

آسمان میں کوئی عذر قبول کرنے والا نہ ہوگا اور زمین پر ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اس وقت قائم آل محمد ایک ایسے گروہ کو لے کر خروج کریں گے جو زم و نازک رفتار کے مالک ہوں گے۔

جب وہ خروج کریں گے تو لوگ ان کی بے سروسامانی پر گریہ کریں گے اور سمجھیں گے کہ ظالم انہیں اچک لیں گے۔ اللہ ان کو زمین کے مشارق و مغارب پر فتح عطا کرے گا۔

آگاہ رہو! وہ حقیقی مومن ہوں گے اور بہترین جہاد آخری زمانہ میں ہوگا۔

ابی حاتم، محمد بن یزید قلادی۔۔۔ بغداری عابد۔۔۔ یحییٰ بن سلیم طائفی، حنبل بن عباد، ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے سنا:

تم پر تاریک اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے گا اور "نومہ" کے علاوہ اس سے کوئی نجات حاصل نہ کر سکے گا۔

پوچھا گیا کہ "نومہ" سے کیا مراد ہے؟

فرمایا کہ نومہ وہ ہیں جو کہ لوگوں کو ان کے متعلق معلوم نہ ہو کہ ان کے دل میں کیا پوشیدہ ہے۔ ان کے دل کی باتیں لوگوں سے پنہاں ہوں گی۔

عباس بن ن، یہ بحرانی، عبدالرزاق بن ہمام، معمر، ابن طاؤس، علی بن عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ مہدی اس وقت تک خروج نہ کریں گے جب تک طلوع آفتاب کے ساتھ نشانی طلوع نہ ہو۔

☆☆☆

فصل

حضرت کی صفات، منازل اور سیرت

محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، محمد بن عیسیٰ، محمد بن عطا، سلام بن ابی عمرو کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اس امر کے مالک کا ایک گھر ہے جس کا نام بیت الحمد ہے۔ اس میں ایک چراغ جلتا رہتا ہے اور جس دن آپ پیدا ہوئے تھے اسی دن سے یہ چراغ روشن ہے اور جب تک آپ تلوار لے کر خروج نہ کریں گے تب تک یہ منور و روشن رہے گا۔

رواۃ کی جماعت، تلعکبری، علی بن حبشی، جعفر بن مالک، احمد بن ابی نعیم، ابراہیم بن صالح، محمد بن غزال، مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا:

جب ہمارے قائم قیام کریں گے تو زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی۔

لوگ آفتاب کی روشنی سے بے نیاز ہو جائیں گے اور آپ کے دور حکومت میں لوگوں کی عمر اتنی طویل ہو جائے گی کہ ہر شخص کے ہاں ہزار بیٹے پیدا ہوں گے۔ ان کے ہاں کوئی بیٹی پیدا نہ ہوگی۔ پشت کوفہ میں ایک مسجد بنائی جائے گی جس میں ایک ہزار دروازے ہوں گے اور کوفہ شہر اتنا پھیلے گا کہ کوفہ کے گھر کربلا کے دریا اور حیرہ تک مل جائیں گے اور یہ شہر اتنا وسیع ہوگا کہ انسان نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے تیز رفتار خچر پر سوار ہو کر نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جائے گا لیکن پھر بھی نماز میں شریک نہ ہو سکے گا۔

ابو محمد محمدی، محمد بن علی بن فضل، اپنے والد سے، محمد بن ابراہیم بن مالک، ابراہیم

بن رباح الثمی، احمد بن یحییٰ بن معتمر، عمرو بن ثابت، اپنے والد سے، انھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث نقل کی جس کا ایک حصہ یہ ہے:

مہدی کوفہ میں داخل ہوں گے تو اس وقت کوفہ میں تین پرچم پہلے سے بلند ہوں گے جو ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ کوفہ کے تمام لوگ آپ کے مطیع اور فرماں بردار بن جائیں گے۔ آپ منبر پر تشریف لائیں گے اور خطبہ دیں گے۔ لوگ فرط اشتیاق سے اتنا روئیں گے کہ انھیں آپ کی بات سمجھ میں نہ آئے گی۔

اور یہ رسول اکرمؐ کے فرمان اقدس کا مفہوم ہے کہ میں حسنی اور حسینی کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے پرچم بلند کیا ہوا ہے۔ وہ حسینی کے سپرد کرے گا۔ لوگ اس کی بیعت کریں گے۔ جب دوسرا جمعہ ہوگا تو لوگ عرض کریں گے۔

فرزند رسولؐ! آپ کی اقتدا میں پڑھی جانے والی نماز رسول اکرمؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے برابر ہے جب کہ مسجد چھوٹی ہے۔ میں تمھارے لیے ایسی مسجد چاہتا ہوں جہاں تم سب لوگ جمع ہو سکو۔

پھر وہ نجف آئیں گے اور یہاں مسجد تعمیر کرائیں گے جس کے ایک ہزار دروازے ہوں گے۔ وہ بڑی مضبوط ہوگی۔

امام حسین علیہ السلام کے سرہانے سے آپ ایک نہر جاری کریں گے جس کا پانی نجف کو سیراب کرے گا۔ اس نہر پر پل ہوں گے۔ اس سے راجباہ نکالے جائیں گے۔ میں گویا اس منظر کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک بوڑھی خاتون سر پر گندم لے کر جا رہی ہے اور کربلا سے آ رہی ہے۔

فضل بن شاذان، اسماعیل بن عیاش، اعمش، ابو وائل، حضرت حذیفہ بن ایمان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مہدیؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کی جائے گی۔ اس کا نام احمد، عبداللہ اور مہدی ہوگا۔ یہ تینوں نام اس کے ہوں گے۔

سعد بن عبداللہ، محمد بن عیسیٰ بن عبید، اسماعیل بن ابان، عمرو بن شمر، جابر جعفی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ حضرت عمر نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ مہدی کا نام کیا ہوگا؟

آپ نے فرمایا: میرے حبیبؐ نے مجھے خبر دی تھی کہ جب تک خدا اسے مبعوث نہ کرے اس وقت تک میں کسی کو اس کے نام سے آگاہ نہ کروں۔

حضرت عمر نے کہا: اچھا مجھے اس کی صفت سے آگاہ کریں۔

آپ نے فرمایا کہ وہ تنومند جوان ہوں گے، چہرہ خوب صورت ہوگا، بال خوب صورت ہوں گے۔ ان کے بال کندھوں پر پڑے ہوئے ہوں گے۔ ان کے چہرہ کا نور ان کی داڑھی اور بالوں پر پھیلا ہوا ہوگا۔ کنیزوں میں سے بہترین کنیز کے فرزند پر میرے والد قربان۔

فضل بن شاذان، عثمان بن عیسیٰ، صالح بن ابی الاسود، کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسجد سہلہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جب وہ اہل و عیال کو لے کر آئیں گے تو وہ اسی مسجد میں قیام کریں گے۔

موسیٰ بن سعدان، عبداللہ بن قاسم حضرمی، ابو سعید خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا مہدیؑ اور قائمؑ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں؟

فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا کہ انھیں مہدیؑ کیوں کہا جاتا ہے؟

فرمایا کہ وہ ہر امر حق کی طرف ہدایت کریں گے۔

انھیں قائم اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد اٹھیں گے۔ وہ ایک عظیم امر کو قائم کریں گے۔ (۱)

ابن محبوب، عمرو بن شمر، جابر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

تم میں سے جو کوئی بھی ہمارے قائم کو پائے جب انھیں دیکھے تو یوں سلام کرے۔

" السلام علیکم یا اهل بیت النبوة و معدن العلم و موضع الرسالة"

عبدالرحمن بن ابی ہاشم، علی بن ابی حمزہ، ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

حضرت داؤد کی جوانی کے وقت بنی اسرائیل کی آزمائش ایک نہر کے ذریعے سے کی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" ان الله مبتلیکم بنهر " اللہ تمھیں ایک نہر کے ذریعے سے آزمائے گا۔

اور اصحاب قائم کی بھی ایسی ہی آزمائش کی جائے گی۔

عبدالرحمن، ابن ابی حمزہ، ابو بصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قائم علیہ السلام مسجد الحرام کو گرا کر اس کی اصل بنیاد پر کھڑا کریں گے۔ اسی طرح سے مسجد رسول کو بھی اس کی اصل بنیاد پر کھڑا کریں گے۔ بیت اللہ کو اس کے اصل مقام پر کھڑا کریں گے اور آپ بنی شیبہ کے چور کے ہاتھ کاٹ کر کعبہ پر لٹکا دیں گے۔

علی بن الحکم، سفیان جریری، ابو صادق کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے

۱۔ عرض مترجم: مقصد یہ ہے کہ آپ کا ذکر مر چکا ہوگا اس کے بعد آپ ظہور فرمائیں گے۔

فرمایا: ہماری حکومت آخری حکومت ہوگی۔ ہم سے قبل ہر خاندان حکومت کر چکا ہوگا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جب ہماری سیرت دیکھیں تو یہ نہ کہیں کہ اگر حکومت ہمیں مل جاتی تو ہم بھی اس طرح کا نظام قائم کرتے۔ اللہ کا فرمان ہے:

" و العاقبة للمتقین" (القصص/83)

نیک انجام متقین کے لیے ہے۔

عبدالرحمن بن ابی ہاشم، حسن بن علی، ابو خدیجہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب قائم قیام کریں گے تو وہ نیا امر لائیں گے۔

علی بن الحکم، ربیع بن محمد المسلی، سعد بن طریف، اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک طویل گفتگو کی اور باتیں کرتے ہوئے مسجد کوفہ تشریف لائے۔ مسجد مٹی اینٹوں اور گارے کی بنی ہوئی تھی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اس پر ہلاکت ہے جو تجھے منہدم کرے۔ اس پر ہلاکت ہے جو تیرے انہدام کو معمولی خیال کرے۔

اس پر ہلاکت ہے جو تجھے پکی مٹی سے تعمیر کرے اور قبلہ نوح کو تبدیل کرے۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جو قائمؑ آل محمد کے ساتھ تیرے انہدام کا شاہد ہو۔

وہ لوگ اس امت کے برگزیدہ ہوں گے وہ عترتؑ کے صالحین کے ساتھ ہوں گے۔

عبداللہ بن قاسم حضرمی، عبدالکریم بن عمرو خثعمی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: قائمؑ کتنے عرصے تک حکومت کریں گے؟

فرمایا کہ وہ سات برس تک حکومت کریں گے جو کہ تمھارے سالوں کے مطابق

ستر سال کے برابر ہوگی۔

عبدالرحمن بن ابی ہاشم، علی بن ابی حمزہ، ابو بصیر سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے:۔

جب قائم قیام کریں گے تو وہ کوفہ میں داخل ہوں گے اور وہ چار مساجد کے گرانے کا حکم دیں گے اور ان کی بنیادوں کو ظاہر کریں گے۔ پھر آپ انھیں موسیٰ کے سائبان کی طرح سے بنائیں گے اور مساجد کی دیواروں کو زمانہ رسولؐ کی دیواروں کے مانند بنائیں گے۔ ان پر کوئی گنبد نہ ہوگا اور آپ مرکزی شاہراہوں کو ساٹھ ہاتھ تک وسیع کریں گے اور ایسی تمام مساجد جو راستوں پر بنی ہوں گی انھیں وہ گرادیں گے۔

ہر وہ دریچہ جو سڑک کی طرف کھلتا ہوگا اسے بند کردیں گے اور ایسے تمام پرنالے جو سڑک پر گرتے ہوں گے انھیں اکھاڑ دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فلک کو حکم دے گا کہ وہ اپنی حرکت کو مدھم کردے۔ اس وقت کا ایک دن دس دنوں کے مانند ہوگا اور ایک مہینہ دس مہینوں اور ایک سال دس سال کے برابر ہوگا۔

پھر تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ رُمیلہ کے مقام پر دس ہزار خوارج جمع ہوں گے اور وہ "یا عثمان یا عثمان" کے نعرے بلند کریں گے۔

آپ تلوار لے کر ان کے مقابلہ پر جائیں گے اور انھیں قتل کردیں گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔ پھر امام علیہ السلام "کابل شاہ" نام کا شہر فتح کریں گے۔ یہ وہ شہر ہے جسے آپؑ سے پہلے کسی نے فتح نہ کیا ہوگا۔ پھر آپ کوفہ کا رخ کریں گے۔ وہاں رہائش اختیار کریں گے۔ پھر آپؑ عرب کے ستر قبائل کا قتل عام کریں گے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ قسطنطنیہ، رومیہ اور ملک چین کو فتح کریں گے۔

علی بن اسباط، اسباط بن سالم، موسیٰ ابّار کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عربوں سے امام قائم کے ساتھ کوئی ایک فرد نہ ہوگا۔ عربوں سے بچتے رہو۔ امام قائم علیہ السلام کے ساتھ ان میں سے کوئی بھی فرد نہیں ہوگا۔

عبدالرحمن بن ابی ہاشم، عمرو بن ابی المقدام، عمران بن ظبیان، حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

اصحاب مہدیؑ سب کے سب جوان ہوں گے، بوڑھے نہ ہوں گے اگرچہ وہ اتنے کم ہوں گے جتنا کہ آنے میں نمک یا آنکھوں میں سرمہ ہوتا ہے۔

احمد بن عمر بن مسلم، حسن بن عقبہ نہمی، ابو اسحاق البناء، جعفر جعفی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

رکن و مقام کے درمیان قائمؑ کی بیعت کی جائے گی۔ سب سے پہلے اصحاب بدر کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ افراد آپؑ کی بیعت کریں گے۔ ان میں مصر کے نجیب افراد اور شام کے ابدال اور عراق کے صالحین ہوں گے۔ جتنی دیر تک خدا چاہے گا وہ اتنی دیر تک قیام کریں گے۔

محمد بن علی، وہیب بن حفص، ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے

دین دار افراد مسلسل کم ہوتے جائیں گے آخر کار ایسا وقت بھی آئے گا جب اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ جب حالات یہ رخ اختیار کریں گے تو دین کا رہبر قیام کرے گا۔ اللہ زمین کے اطراف و اکناف سے موسم ربیع کے بادل کے ٹکڑوں کی طرح سے اس

کے پاس بھیجے گا وہ کہیں کے ساتھیوں کے پاس پہنچیں گے۔

خدا کی قسم! میں ان لوگوں کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ میں ان کے ناموں کو جانتا ہوں اور ان کے قبائل اور ان کے امیر کے نام کو جانتا ہوں اور ان کی سواریوں کے پہنچنے کی جگہ کو جانتا ہوں۔

اس کام کے لیے اللہ کسی قبیلے سے ایک فرد کسی سے دو فرد کسی قبیلے سے نو افراد کو اس مقصد کے لیے مخصوص کرے گا۔ وہ مختلف اطراف سے امام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ ان کی تعداد اصحاب بدر کی طرح سے تین سو تیرہ افراد پر مشتمل ہوگی۔

کلام خدا کا مطلب ہے۔ "اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا"

تم جہاں بھی ہو گے اللہ تم سب کو لے آئے گا۔ حالت یہ ہوگی کہ کوئی گھٹنے والا گر ایسا ہوگا ابھی اس نے انہیں کھولا نہ ہوگا کہ خدا اسے امام کی خدمت میں پہنچا دے گا۔

محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری اپنے والد سے، محمد بن عبدالحمید اور محمد بن عیسیٰ، محمد بن فضیل، ابو حمزہ بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

"یا ابا حمزة ان منا القائم احد عشر مهدیا من ولد الحسین"

اے ابو حمزہ! قائم علیہ السلام کے بعد ہمارے خاندان سے اولاد امام حسین علیہ السلام سے گیارہ مہدی ہوں گے۔

فضل بن شاذان، حسن بن محبوب، عمرو بن ابی المقدام، جابر جعفی کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"والله لیملکن منا اهل البیت رجل بعد موته ثلاث مائة سنة

یزداد تسعا

قلت متی یکون ذلک؟ قال: بعد القائم علیه السلام

قلت وکم یقوم القائم فی عالمه؟ قال: تسعة عشرة سنة

ثم یخرج المنتصر فیطلب بدم الحسین علیه السلام ودماء اصحابه

فیقتل ویسبی حتی یخرج السفاح

خدا کی قسم! ہم اہل بیت میں سے ایک شخص موت کے بعد زندہ کیا جائے گا اور وہ تین سو نو برس حکومت کرے گا۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ یہ واقعہ کب ظہور پذیر ہوگا؟

فرمایا کہ یہ قائم علیہ السلام کے بعد ہوگا

میں (راوی) نے کہا کہ امام اپنے زمانہ میں کتنے برس حکومت کریں گے؟

فرمایا: انیس سال۔

ان کے بعد منتصر خروج کرے گا اور وہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے خون کا بدلہ لے گا۔ ان کے قاتلوں کو قتل کرے گا اور باقی لوگوں کو قید کرے گا یہاں تک کہ سفاح خروج کرے گا۔ (۱)

انتهی بحمده تعالی الکتاب وصلی الله علی محمد و آله الاخیار الذین اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا

☆☆☆☆☆

(۱) امام آخر الزمان کی تشریح کے مطابق منتصر سے امام حسین علیہ السلام اور سفاح سے امیر المومنین علی علیہ السلام مراد ہیں۔

مقدمہ موعود مصحح

بقلم آیت اللہ علی اکبر غفاری

الحمد الله الذی لارآد لامره ولا معارض لفعله وهو الملک القدوس المؤمن المهيمن ٥

والصلاة والسلام على نبيه محمد و على آله و اوصيائه الّذين بذلوا نفوسهم فى احياء دينه القويم و أوضحوا سبيل اتباعه ورفعوا السماء سنته عمداً وتقبلوا شيمة الطاهرية ركعاً سجداً ٥

دُعائے امامِ زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّۃِ ابْنِ الْحَسَنِ
صَلَوٰتُکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰبَآئِہٖ طَاھِرِیْنَ
فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ وَفِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ
مِّنْ سَاعَاتِ لَیْلٍ وَّالنَّھَارِ وَلِیًّا
وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِیْلًا
وَّعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَہٗ اَرْضَکَ
طَوْعًا وَّتُمَتِّعَہٗ فِیْھَا طَوِیْلًا

دُعائے عہد

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النُّوْرِ الْعَظِيْمِ وَرَبَّ الْكُرْسِيِّ
الرَّفِيْعِ وَرَبَّ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ وَمُنْزِلَ التَّوْرٰةِ
وَالْاِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ وَرَبَّ الظِّلِّ وَالْحَرُوْرِ وَمُنْزِلَ
الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَرَبَّ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالْاَنْبِيَآءِ
وَالْمُرْسَلِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ
وَبِنُوْرِ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ وَمُلْكِكَ الْقَدِيْمِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ
اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِيْٓ اَشْرَقَتْ بِهِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرَضُوْنَ وَبِاسْمِكَ الَّذِيْ يَصْلَحُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ
وَالْاٰخِرُوْنَ يَا حَيًّا قَبْلَ كُلِّ حَيٍّ وَيَا حَيًّا بَعْدَ
كُلِّ حَيٍّ وَيَا حَيًّا حِيْنَ لَا حَيَّ يَا مُحْيِيَ الْمَوْتٰى
وَمُمِيْتَ الْاَحْيَآءِ يَا حَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ
مَوْلَانَا الْاِمَامَ الْهَادِيَ الْمَهْدِيَّ الْقَآئِمَ بِاَمْرِكَ
صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَجِّلْ فَرَجَهُ

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰبَآئِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَاَوْلَادِهِ
الطَّيِّبِيْنَ عَنْ جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ فِيْ
مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا سَهْلِهَا وَجَبَلِهَا وَبَرِّهَا
وَبَحْرِهَا وَعَنِّيْ وَعَنْ وَالِدَيَّ مِنَ الصَّلَوَاتِ زِنَةَ
عَرْشِ اللّٰهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ وَمَآ اَحْصَاهُ عِلْمُهُ
وَاَحَاطَ بِهِ كِتَابُهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُجَدِّدُ لَهُ فِيْ
صَبِيْحَةِ يَوْمِيْ هٰذَا وَمَا عِشْتُ مِنْ اَيَّامِيْ عَهْدًا
وَعَقْدًا وَبَيْعَةً لَهُ فِيْ عُنُقِيْ لَآ اَحُوْلُ عَنْهَا وَلَآ اَزُوْلُ
اَبَدًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَشْيَاعِهِ وَاَنْصَارِهِ وَاَعْوَانِهِ
وَالذَّآبِّيْنَ عَنْهُ وَالْمُسَارِعِيْنَ اِلَيْهِ فِيْ قَضَآءِ حَوَآئِجِهِ
وَالْمُمْتَثِلِيْنَ لِاَوَامِرِهِ وَالْمُحَامِيْنَ عَنْهُ وَالسَّابِقِيْنَ
اِلٰٓى اِرَادَتِهِ وَالْمُسْتَشْهَدِيْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ اَللّٰهُمَّ
اِنْ حَالَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ الْمَوْتُ الَّذِيْ جَعَلْتَهُ عَلٰى
عِبَادِكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا

فاخرجني من قبري مؤتزرا كفني شاهرا سيفي
مجردا قناتي ملبيا دعوة الداعي في الحاضر والبادي
اللهم ارني الطلعة الرشيدة والغرة الحميدة
واكحل ناظري بنظرة مني اليه وعجل فرجه
وسهل مخرجه واوسع منهجه واسلك بي
محجته وانفذ امره واشدد ازره واعمر
اللهم به بلادك واحي به عبادك فانك
قلت وقولك الحق ظهر الفساد في البر
والبحر بما كسبت ايدي الناس فاظهر
اللهم لنا وليك وابن بنت نبيك المسمى
باسم رسولك حتى لا يظفر بشيء من الباطل
الا مزقه ويحق الحق ويحققه واجعله
اللهم مفزعا لمظلوم عبادك وناصرا
لمن لا يجد له ناصرا غيرك ومجددا لما

عطل من احكام كتابك ومشيدا لما ورد
من اعلام دينك وسنن نبيك صلى الله
عليه واله وسلم واجعله اللهم ممن حصنته
من باس المعتدين اللهم وسر نبيك
محمدا صلى الله عليه واله وسلم برؤيته
ومن تبعه على دعوته وارحم استكانتنا
بعده اللهم اكشف هذه الغمة عن هذه
الامة بحضوره وعجل لنا ظهوره انهم
يرونه بعيدا ونراه قريبا
برحمتك يا ارحم الراحمين ۝

اسکے بعد تین مرتبہ اپنی داہنی ران پر ہاتھ ماریں اور شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت اور فراق پر آنسو بہائیں اور ۳ مرتبہ کہے۔

العجل العجل یا مولای
یا صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

دعائے وسعت رزق

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے منقول ہے کہ جس شخص کی روزی کا باب تنگ ہو گیا ہو اور وہ چاہے کہ روزی مجھ کو آسانی سے میسر آئے تو لازم ہے کہ صبح و شام 5 بار اس دُعا کو پڑھے۔ اس کا اثر ہے کہ پڑھنے والے کی 7 پشت خلق کی محتاج نہ ہوگی۔ وہ دُعا یہ ہے۔

يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ
يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ
يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ
اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ
اَنْ تَرْزُقَنِيْ رِزْقًا وَّاسِعًا حَلَالًا طَيِّبًا
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط